

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224978

UNIVERSAL
LIBRARY

دولت پانڈی عرب

حصہ دوم
جس میں سلطنت بنی امیہ اندلس کا وہ زمانہ جو عبدالرحمن بن یحویہ کے عہد سے انجمن
عرب فرمان روا سے اس میں محمد بن عبدالرحمن کے آخری عہد تک گزرنا مفصل و شرح مذکور ہے

مصنف
اسلام دوست ہسپانی نثر اد مورخ ڈاکٹر جے۔ اے کانڈی

جسے
مولوی محمد صدیق حسن صاحب ٹیٹر سالہ مورخ نے

بہ اصلاح و تصحیح
جناب لکنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شہرہ اگر بڑی سے اردو میں ترجمہ کیا
جنوری ۱۹۱۴ء سے جون سنہ مذکور تک سالہ مورخ میں مسلسل شائع ہوئے

پوری ہوئی
اہتمام خاکسار (حکیم) محمد سراج الحق پرنٹر و پبلشر

۱۹۱۴ء میں
دکن پریس کھنڈین چھپ کے شائع ہوئی

یہ سہا ہی رسالہ جنوری ۱۸۷۱ء سے شائع ہونا شروع ہوا جو خلیفہ محمد و خیر میضامین
مستور نظم ہر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اس کے پہلے حصہ میں مولانا مولوی محمد عبدالحکیم صاحب شہر مدظلہ کا کوئی
نیا مضمون ہوتا ہے جس کی تعریف کے لیے صرف مولانا صاحب موصوف کا نام کافی ہو اور
حصہ دوم میں مشاہیر شعرا کی منتخب غزلیں۔ قیمت سالانہ مع محصول ڈاک۔ رو سے اس کی فیاضی کے مطابق
اور عوام سے صرف ۶ نمونے کے واسطے ۱۰ رو کا ملٹ آنا ضروری ہے۔

فیہو رسالہ سخن سنج کٹر بون بیگ خان۔ لکھنؤ
کارخانہ روضا لر یارین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر
آپ ایک دفعہ آزما کے تو دیکھیں

عطر کے لیے لکھنؤ مشہور ہو کر انیسویں صدی کے عطر ہر دو باہر دلوں کو نہیں لٹا کیونکہ کہین مال کی روداگی
نور دلوں کو ہاتھ ہے اور ان کے ذیل فصل کا خمیازہ ان غریبوں ہی کو اٹھانا پڑتا ہے جو باہر سے منگوانے
اور سبے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں اور بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہو کر دوپہر کا مال دو کو اور بھی
چار کو بچھدیتے ہیں جو عام خرابیاں دیکھ کے ہم نے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمائیں ان کے
لیے معتبر اور مستند کارخانوں کے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر انتہام کر کے مال بخوبی جانچ
کے اور بکفایت خرید کر کے روانہ کر دیا کریں جس کا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے جو عطر
شائق ایک بار امتحاناً منگوا کر دیکھ لیں کہ چارے درجے سے انہیں کیسا اچھا عطر اور کن دامنوں کو ملتا ہے۔

عطرون کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر ناز و بارہ العودہ	عطر مولیٰ فیروزہ	عطر شکرہ فیروزہ	عطر عطرہ جوی فیروزہ
عطر طاقصی	عطر پانی	عطر سبیلہ	عطر ہوشیار
عطر ہیکری	عطر چینی	عطر شہناز	عطر یونگ خوار
عطر یونگ خوار	عطر عروس	عطر اگر فری	عطر اگر کتبہ
عطر شخص	عطر سبیلہ	عطر چھپی	عطر ہیکری
عطر ناز و بارہ	عطر قند	عطر بانگہ	عطر شہناز
عطر ناز و بارہ	عطر طاقصی	عطر شکرہ	عطر عطرہ جوی
خوشبودار عطرون کی فہرست ملاحظہ ہو			
عطر ناز و بارہ	عطر سبیلہ	عطر یونگ خوار	عطر ہوشیار

اعلیٰ درجے کا خوشبودار عطرہ اور با مزہ تمباکو

عطر ناز و بارہ	عطر سبیلہ	عطر یونگ خوار	عطر ہوشیار
عطر طاقصی	عطر پانی	عطر شہناز	عطر یونگ خوار
عطر ہیکری	عطر چینی	عطر اگر فری	عطر اگر کتبہ
عطر یونگ خوار	عطر عروس	عطر چھپی	عطر ہیکری
عطر شخص	عطر سبیلہ	عطر بانگہ	عطر شہناز
عطر ناز و بارہ	عطر قند	عطر طاقصی	عطر شکرہ

لفظ - خوشبو آتی ہے اور یونگ خوار بارہ نامی صاف ڈاک وغیرہ ذمہ خریدار۔

آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق میحبہ لکھنؤ کٹر بون بیگ خان۔ لکھنؤ

فہرست ابواب دولت ہمسایہ عرب حصہ دوم

صفحہ	مضمون	باب
۱	عبد الرحمن بن معاویہ کا اہل بادیہ میں مارا مارا پھرتا	پہلا باب
۴	شیوخ شام و مصر جنھوں نے اسپین میں توطن اختیار کر لیا تھا ان کی کونسل	دوسرا باب
۱۰	عبد الرحمن کی خدمت میں عربی نشا و نیوش اسپین کی سفارت	تیسرا باب
۱۳	عبد ربیع کے خلاف لڑائی کا فیصلہ	چوتھا باب
۱۶	اسپین میں عبد الرحمن کا داخلہ	پانچواں باب
۱۹	اوسن انفری اور جمیل بن ساتم سے لڑائی	چھٹا باب
۲۳	آفریقہ کی فتح اور اہل قرطبہ کا اطاعت قبول کرنا	ساتواں باب
۲۵	سلسلہ جنگ کا بارہوی، ہذا اور عیث الفہری سے معاہدہ	آٹھواں باب
۲۶	ابو شادہ عبد الرحمن کا شہر بصرہ میں انار اور اس کے بیٹا ہشام کی ولادت	نواں باب
۲۸	یوسف الفہری کی مرزا بن ادناس کی موت	دسواں باب
۳۶	خرابی ہوا بل سلسلہ پر جان لیوا لگ اور بادشاہ عبد الرحمن کے لشکر کا شہر طلیطلہ میں داخلہ	گیارہواں باب
۴۰	برقرار بن نعمان اور قاسم بن یوسف کا جنگ نامہ	بارھواں باب
۴۳	جمیل بن حاتم القیدی کی گرفتاری اور موت	تیرھواں باب
۴۴	مدینہ طلیطلہ میں ابن عذارہ کی بغاوت	چودھواں باب
۴۸	حکومت عبد الرحمن کی مخالفت میں دانی قرون کا آنا	پندرھواں باب
۵۲	سروینہ کے القادہ کا ہنگامہ	سولھواں باب
۵۵	شاہ عبد الرحمن بن معاویہ کے مقتول ہونے والی کنسہ کا آنا	سترھواں باب
۵۹	جلیقہ کی ہمر اور المکنسی اور تھقلین سے لڑائی	اٹھارھواں باب
۶۵	المکنسی کا شہر بلیہ میں داخلہ اور اس کی موت	اڑیسواں باب
۶۳	سمرقندہ میں حسین العبدی کا ہنگامہ اور عبد الرحمن کے بیٹوں کی تقسیم	بیسواں باب
۶۸	یوسف کے بیٹے کا قرطبہ کے قید خانے سے بھاگ جانا	ایکسواں باب
۸۱	محمد بن الاسود بن یوسف الفہری سے لڑائی اور اس کی موت	بائیسواں باب
۸۶	لوہ طانیہ اور طلیطلہ کی جانب شاہ عبد الرحمن کا سفر	تیسواں باب
۸۸	طلیطلہ کی بڑی جامع مسجد کی تعمیر ہشام کی بیعت اور عبد الرحمن کی وفات	چوبیسواں باب
۹۳	بادشاہ ہشام کا محمد اور اپنے چاہیوں سلیمان اور عبد اللہ کے ساتھ اس کی ترائین	پچیسواں باب
۹۹	بلش کی لڑائی اور شاہزادوں کی مغلوبی	چھبیسواں باب
۱۰۵	مشرقی اسپین کی بغاوت اور لڑائی	ستائیسواں باب
۱۰۸	بادشاہ ہشام کی عزت میں اور اس کے کام	اٹھائیسواں باب
۱۱۳	شاہزادہ الحکم کی بیعت اور بادشاہ ہشام کی وفات	اقتیسواں باب
۱۱۶	بادشاہ الحکم بن ہشام کے چچان کی ہنگامہ آرمینان اور شرقی اسپین کے فتوحات	تیسواں باب

باب	مضمون	صفحہ
ایکسولون باب	الکرم کے تازہ فتوحات سلیمان کی وفات اور عبدالعزیز سے معاہدہ	۱۲۳
تیتسولون باب	مشرقی اسپین میں اہل فرانس کی پراکشت	۱۲۶
تیتسولون باب	عمر کا شہر طلیطلہ میں انتقام لینا اور شہر مریدہ کی بغاوت	۱۳۱
چوتسولون باب	اہل فرانس کے حملے جلیقیہ کے فرنگیوں سے صلح اور قرطبہ میں ایک سازش کا کھنک	۱۳۶
پینتیسولون باب	سرد کے عیسائیوں سے لڑائی	۱۳۹
چھتیسولون باب	شاہزادہ عبدالرحمن کی بیعت اور حوالی قرطبہ میں لڑائی	۱۴۲
تیتسولون باب	سرد کا سرحد۔ سمندر کی لڑائی اور الکرم کی وفات	۱۵۳
آرتیسولون باب	جلد الرحمن بن الکرم کی سلطنت اور اس کے باپ کے چچا عبداللہ کی شورش	۱۵۷
انالیسولون باب	بادشاہ عبدالرحمن بن الکرم کی ہمہ برشلونہ پر	۱۶۲
چالیسولون باب	سرد کی زمین اور بادشاہ کے بیٹوں کی تعلیم	۱۶۴
اکتالیسولون باب	مختلف واقعات جو اس زمانے میں پیش آئے اور ایک فتنہ جو مریدہ کے لوگوں میں واقع ہوا	۱۷۲
ایالیسولون باب	مدینہ طلیطلہ کے لوگوں کی بغاوت اور ان کا ہنگامہ	۱۷۷
تیتسالیسولون باب	شہر مریدہ میں باغیوں کا داخلہ	۱۸۱
میرالیسولون باب	سرد کے مہر کے اور وہ لڑائیوں جو ساحل ہارسیلیز پر سمندر میں ہوئیں	۱۸۶
سپتالیسولون باب	اسپین کے ساحل پر نارسن لوگوں کا پہنچنا	۱۸۸
چھالیسولون باب	دوسرے مختلف واقعات جو اس کے بعد پیش آئے۔ بادشاہ عبدالرحمن کے کارنامے۔ اور اس کی موت	۱۹۱
سینتالیسولون باب	محمد ابن عبدالرحمن کی حکومت	۱۹۳
آرتسالیسولون باب	سیدہ جلیقیہ اور طلیطلہ میں جنگ	۱۹۶
پنچاسولون باب	اسپین کے ساحل پر ہاجوج و ہاجوج کا دوبارہ آنا	۲۰۱
چھتران باب	جلیقیہ میں جنگ اور خضمون ابن جعفر ابن آریس کی بغاوت کی ابتدا	۲۰۴
اکتاتران باب	خضمون ابن آریس کی ناکہ کرای	۲۰۸
ایونون باب	فلسفہ ریضا الیہود پر شہزادہ المنذر کا قبضہ	۲۱۱
ترچون باب	جلیقیہ اور یارٹون کے اس کی طرف کی زمین	۲۱۴
چونون باب	شہزادہ المنذر کا شہر سر قسطہ میں اور بادشاہ کا طلیطلہ میں داخلہ	۲۱۷
پنچونون باب	جلیقیہ پر تازہ حملے اور مختلف مصائب اور شاہیان	۲۲۲
چھونون باب	فرانسیسیوں کے وہ تلخ جو انھوں نے عمر ابن خضمون کے ساتھ اسپین پر کیے اور جنگیں بار	۲۲۶
ستاونون باب	شہزادہ المنذر کی ولی عہدی کا اعلان اور بادشاہ محمد کا انتقال	۲۳۰



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلا باب

عبدالرحمن بن معاویہ کا اہل بادین میں مارا مارا پھرنے
سُبحان اللہ! وہی ہے جس کے ہاتھ میں دنیا کی ساری شہنشاہیان ہیں سلطنتیں اور
دولتیں توت اور عظمت سب اُسی نے اپنی مرضی کے مطابق عطا کی ہیں اور طاقت حکومت اور سلطنت
جس سے چھینی جاتی ہے اُسی کی مرضی کے موافق چھینی جاتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ! فقطیری
شہنشاہی ابدی و لازوال ہے۔ اور اکیلا تو ہی سب کا مالک ہے۔

روح محفوظین لکھا ہوا تھا کہ نبی امیہ کے فنا کرنے میں نبی عباس کی مثالیں

۷۷ اس کا خیال لکھا چاہیے کہ ہمارے مصنف نے جو ائمہ مشرقیہ میں قابلیت رکھتا تھا عداوت تریف و تکریم کو
اسکون کے ساتھ اُن مقامات پر نہیں باقی رکھا جہاں خود اسکی زبان میں وہ علامات نہیں استعمال کیے
جاتے۔ اسی وجہ سے مختلف طور پر کہیں قرآن لکھ دیتا ہے اور کہیں القرآن کہیں عرب لکھتا ہے اور کہیں
آئینہ اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں جن کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ ان الفاظ کو ترجمہ کرنے والی اسی طرح ہے۔
جیسا کہ قابل مصنف کو مناسب معلوم ہوا۔ اور کسی قسم کا تفسیر نہیں کرتی۔ (مترجم انگریزی)

اور اُن کا سارا جوش بیکار ثابت ہو جس خاندان کو انھوں نے خلافت سے محروم
اور اسلامی شہنشاہی کی سند اقبال سے نکال باہر کیا تھا اُس کی جڑ کھودنے اور اُسے
بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کے پھینک دینے میں اگرچہ انھوں نے کوئی کوشش اٹھانیں
رکھی تھی مگر اُن کی آرزو کے خلاف اُس قدیم نامور گھرانے کی ایک میوہ بخش سلخ
اُن کے ہاتھ سے بچ کے محفوظ رہ گئی جو مغرب کی سیر حاصل زمین میں لے جا کے لگائی
گئی۔ اور وہاں اُس نے از سر نو جڑ پکڑ لی اور سرسبز ہو کے خوب پھولی پھلی۔

معاویہ بن ہشام بن عبد الملک بن مروان کا بیٹا عبد الرحمن ایک بست سالہ
نوجوان تھا سلسلہ میں دمشق کے سامنے لشکر گاہ میں پیدا ہوا تھا۔ اور اُس کے
قتل کا حکم جب خلیفہ سفاح نے جاری کیا ہے وہ دمشق میں موجود نہ تھا اُن دنوں
وہ اپنے ابن عم سلیمان بن ہشام بن عبد الملک کے ساتھ حفاظت اور عزت و
حرمت سے خلیفہ کے دربار میں رہتا تھا۔ جب اُسے اپنے صاحب خلافت ابن عم کے
قتل ہونے کی اور ساتھ ہی اس امر کی خبر ہو چکی کہ بنی امیہ کے دشمن خود اس کے
سر کے بھی خواستگار ہیں تو اُس نے عمر شاہزادے نے دل میں کہا کہ چاہے کیسے ہی
ہو بیگاری سے میں بھیس بدل کے رہوں ارض شام میں دشمنوں کی نظر سے نہ چھپ
سکوں گا۔ اس خیال سے اُس نے اپنے بعض نہایت وفادار دوستوں سے چند
گھوڑے اور کچھ پیش ہما جو اہرات حاصل کیے اور آبا و اجداد کے قصر دیوانہ
اور خاندانی شان و شوکت کو خیر باد کہہ کے وطن سے نکلا۔ اور سب سے الگ تھلگ
اُن پو فیہہ راستوں کو اختیار کیا جن سے بہت کم لوگ واقف تھے۔ کسی شہر میں
داخل ہونے کی اُسے جرأت نہ ہوتی کیونکہ وہ کوئی گناہ اور غیر مشہور پناہ گزین
نہ تھا۔ بلکہ اُن زبردست سربراہوں کا فرزند تھا جو گرد و پیش کے تمام ملکوں کے
مالک تھے۔

عبدالرحمن نے ۱۳۲ھ سے خانہ بدوشی اور اپنے سایے تک سے بھڑکنے کی زندگی شروع کی۔ بدویوں اور چرواہوں میں رہتا تھا۔ اگرچہ ناز و نعم کے جشنوں اور شہروں کے عیش و عشرت کا عادی تھا مگر آسانی کے ساتھ اپنے آپ کو صحرائی بدویوں کی رہتانی زندگی کی مصیبتوں کا عادی بنالیا۔ اُس نے ہر قسم کی سختیوں کو اس خوبی سے برداشت کیا کہ گویا بجز صحرائی زندگی کے وہ کسی اور زندگی سے آشنائی نہ تھا۔ ہر روز نئی فکروں اور نئی دہشتوں سے سامنا ہوتا۔ شاذ و نادر ہی اُسے کبھی اطمینان اور چین سے سونا نصیب ہوتا۔ اور ہر صبح کو پو پھٹتے ہی عبدالرحمن پہلا شخص ہوتا جو خود ہی اٹھ کے اپنے گھوڑے پر چار جامہ کس کے اسباب رکھتا۔ اس امید میں کہ بہ نسبت مصر کے افریقہ میں پناہ کی کوئی زیادہ محفوظ جگہ مل جائے گی اُس نے اپنے بدوی نمان نوازوں کو چھوڑا اور اُس سرزمین کی راہ لی۔ صوبہ برق کا حاکم ابن جبیب وہ شخص تھا جس کا تقریر و دولت اُموی کے عہد میں ہوا تھا۔ اور اس کی اقبال مندی عبدالرحمن کے گھرانے ہی کے خلفا کی بدولت تھی۔ اس خیال سے امید ہوئی کہ شاید اس شخص کی مدد سے مجھے کوئی پناہ کی جگہ مل جائے۔ مگر ابن جبیب زمانے کے رنگ کے ساتھ بدل کے اپنے اگلے مرہون کو بھول گیا تھا۔ مدد دینا درکنار اُس نے اپنے علاقے کی تمام گزرگاہوں پر جاسوس مقرر کر دیے اور انھیں عبدالرحمن بن مغویہ کا حلیہ بنا کے حکم دیا کہ ایک نوجوان شخص جس کا یہ حلیہ ہوگا خیال رکھیں۔ اور اُسے خاص توجہ سے گرفتار کریں۔ پھر جب اُس نے یہ سنا کہ اسی شکل و شمائل کا ایک شاہزادہ اُس کی قلمرو میں داخل ہوا ہے مگر نہیں معلوم کہ کہاں ہے تو اُس نے اپنے تمام سرداران فوج کو اس کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ اور سب کو یقین دلایا کہ خلیفہ وقت کی اس شاہزادے کی گرفتاری سے زیادہ کوئی اچھی خدمت نہیں ہو سکتی۔

اُس زمانے میں عبدالرحمن برقائین گزر رہا تھا۔ جہاں ہر مقام پر اُسے نیک دل اور فیاض لوگ پناہ اور مدد دینے کے لیے تیار نظر آتے۔ اُس کی عمر اس کی خوشحالی اُس کا خاص شان کا رعب و ذاب و اناجہرہ جسے وہ چھپانہ سکتا۔ اور اس کے ساتھ اُس کی وسیع الاخلاقی جو اسکی آنکھوں سے نمایاں تھی یہ سب ایسی چیزیں تھیں کہ جس کسی سے ملتا اُس کے دل پر قبضہ کر لیتیں جس کا ساتھ ہوتا اُس کی خدمت گزاری کو وہ فوراً تیار ہو جاتا۔ ایک رات کو بدویوں کے ایک پڑاؤ میں جہاں عبدالرحمن پناہ گزین تھا ناگمان آبن حبیب کے سواروں کا ایک گروہ داخل ہوا اور بدویوں سے پوچھنا شروع کیا کہ تم لوگوں نے ایک نوجوان کو تو نہیں دیکھا جس کا یہ حلیمہ ہے اور اُس خیلے کو اُنھوں نے اس تفصیل سے بیان کیا کہ ابنا سے باد یہ نے دل میں کہا معلوم ہوتا ہے یہ لوگ ہمارے ہمان جعفر المنصور کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ عبدالرحمن نے یہاں اپنا یہی نام ظاہر کیا تھا۔ ساتھ ہی بدویوں نے خیال کیا کہ یہ لوگ کسی اچھے سلوک کے لیے اس نوجوان ہمان کو نہیں ڈھونڈتے ہیں۔ لہذا ان سواروں سے کہا ہاں ہم نے اُسے دیکھا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تک وہ ہمارے خیموں میں تھا مگر ابھی چند نوجوانوں کے ساتھ ایک شیربر کے شکار کو چلا گیا۔ غالباً فلان وادی میں ہو گا۔ اور کل رات سے پچھلے ہمارے یہاں واپس آجائے گا۔ یہ سراغ پاتے ہی آبن حبیب کے لوگ تو اُدھر روانہ ہوئے اور شریف النفس بدویوں نے جن کے دل میں اپنے ہمان کی نسبت نہایت تردد پیدا ہو گیا تھا اُسے اس جستجو کی خبر دی۔ اور یہ اندیشہ بھی ظاہر کر دیا کہ شاید وہ لوگ آپ ہی کی تلاش میں ہوں۔ عبدالرحمن یہ سن کے آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ بے انتہا احسان مندی ظاہر کی اور اقرار کیا کہ تم نے میری بہت بڑی مدد کی۔ پھر اس پڑاؤ کے چر نہایت ہی پامرد نوجوانوں کے ساتھ لے کے خیموں کو چھوڑا اور رات کے اندھیرے میں کسی ایسے ماسن کی تلاش میں چلا جو ریگستان میں کہیں دُور پر ہو۔ اور آبن حبیب کی

دغا بازی کی دست رس سے باہر ہو۔ ان جری و شجاع بدویوں نے کف دست یہاں
 لٹکیے۔ ریگ تو دونوں میں خاک چھانی۔ چاروں طرف سے شیربر کی میب گرج سنتے
 اگر برابر قدم اٹھانے چلے جاتے۔ آخر سخت جھاکشی کے سفر کے بعد شہر تاہرت میں پہنچے
 یہاں انھوں نے اپنے اس عزیز دھماں کے لیے جس کے متعلق خطرے اور اندیشے تھے
 ایک امن و امان کی جگہ پائی اس لیے کہ اس شہر میں وہ شخص بڑی فیاضانہ ہمدردی
 کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ قبیلہ زناتہ کے ایک شریف شیخ نے
 جو اپنے قبیلے میں نہایت ممتاز تھا اُس پناہ گزین کو اپنا گروے دیا اور وہاں کے
 ہر باشندے نے غلوں سے دل سے اُس کا استقبال کیا اور بہانہ تک بنا اُس کی
 دستگیری کی اور جب بنی زناتہ کی اعلیٰ شرافت و فیاضی کا تجربہ ہو گیا تو عبدالرحمن نے
 بھی اپنے نام و نشان اور اپنی مصیبتوں کو اُن لوگوں سے مخفی بھی نہیں رکھا۔
 اُس کی جان بھی اسی قبیلے کی تھی جس کا نام راحہ تھا اس طریقے سے عبدالرحمن کا
 رتبہ اور شرف ظاہر ہو گیا تو تمام شیوخ زناتہ نے آ کے اظہار وفاداری کیا اور ایسی
 خاطر و مدارات کی کہ عبدالرحمن بن معاویہ کے شریفانہ اخلاق و خصائل اور زیادہ نمایان
 ہو گئے اتفاقاً انھیں، دونوں اسپین میں باہمی جنگ و جدال کا بازار گرم تھا۔ مشرقی حصہ
 ملک کے مسلمان عبدریوں کے طرفدار تھے۔ جن کا سردار عامر بن عمرو القریشی تھا۔
 اور اس کے مقابل صوبہ اندلسیہ والوں اور علاقہ طلیطلہ کے لوگوں نے امیر یوسف
 الفہری کا ساتھ دیا۔ دونوں خونخوار لشکر بار بار دیر یاے ٹیلے کے محشمہ کے پاس
 وحشت ناک پیارٹوں میں لڑے۔ اور لڑائی کا نتیجہ کبھی ان کے موافق ہوا اور کبھی
 ۵ تہرت علاقہ موریتانیہ (مرکو) میں میڈیہ الغرب کا خاص مقام تھا یہ شہر شریفین سے ہے آج ہر شریفین
 کہتے ہیں چاروں کی مسافت پر تھا۔ اور اُن دنوں یہ کوئی شہر نہ تھا اگرچہ بعد کے زمانے میں مختلف
 علاقوں کی وہاں جمع ہو جانے کی وجہ سے ایک شہر بن گیا۔ (کانڈی)

اُن کے موافق عبد ر یون کا ان پہاڑوں کے دشوار گزار ہونے میں نفع تھا۔ اس لیے کہ اُن کے ساتھ سوار کم تھے بخلاف اس کے یوسف الفری کی اصلی قوت سواروں سے تھے اور انھیں ان پہاڑوں میں گزرنا سخت دشوار ہوتا۔ ^{۱۳۱۵} اور اُس کے بعد والے سال میں چند روز تک عبد ر ی سردار عامر بن عمرو کے بیٹے سپہ سالار و آہب نے کوہسار کی لڑائیوں میں متعدد حملے کر کے ناموری حاصل کی۔ جوش رقابت و دونوں لشکروں میں کیسان تھا۔ اور اُن کی دست برد سے ہر صوبے میں بد نظمی ہو رہی تھی۔ شہر جلا دیے گئے۔ اہلہاتے ہوئے کھیت پامال کر ڈالے گئے۔ اور تمام میوہ جات کے درخت غارت ہو گئے۔ دراصل لوگوں پر نہ کوئی حکومت تھی اور نہ کوئی انصاف کرتا تھا۔ اُن کے مکانون کی یہ حالت تھی کہ جن لوگوں کو اُن کی چھت کے نیچے امن پانے کی امید تھی وہ اُس امن سے محروم تھے۔ مصیبت زدہ باشندے ان دونوں حریفوں کے حملوں سے مغلوب و مقہور اور خود سری کی لوٹ کھسوٹ سے پامال ہو کے اور عاجز و آگے کسی نہ کسی حریف کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئے تھے۔ حالانکہ دل سے وہ دونوں کونفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

دوسرا باب

شیوخ شام و مصر جنہوں نے اسپین میں وطن اختیار کر لیا تھا انکی نسل اس فتنہ و فساد کے زمانے میں چند اچھے بقیۃ السیف مسلمانوں ^{۱۳۱۵} جو اس کاٹھوم بن عیاض المعانق کے ساتھ وارد اسپین ہوئے تھے اس حالت کو افسوس کے ساتھ دیکھا۔ اور اس نہ ختم ہونے والے جدال و قتال اور ان مسلسل خونریزیوں سے گھبرا کے جن کی وجہ سے ساری سرزمین میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہی تھی اور اس کی حدت برابر بڑھتی چلی جاتی تھی ارادہ کیا کہ

قرطبہ میں ایک کانفرنس کرین جس میں اپنے تمام ذاتی اغراض کو چھوڑ کے اور انجام کے تمام خطروں سے قطع نظر کر کے اس بات کا اندازہ کریں کہ اس مصیبت کا کوئی علاج بھی ہو سکتا ہو یا نہیں۔ ان شریف مسلمانوں کی تعداد اسی آدمیوں کی تھی ان میں سب تجربہ کار اور ذی عقل و خرد ان خاص تھے۔ اور بخل ان کے یہ نامور لوگ بھی تھے۔ حسام بن مالک دمشقی۔ حسین بن ضجعم العقیلی۔ حیوۃ بن الہیثم الحضری متوطن حمص۔ تمام بن علقمہ ابو غالب اور وہیب بن الاصفریہ سب لوگ ان اہل شام کے سرغنا و سردار تھے جو اسپین میں آ کے مقیم ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے بلا لحاظ اس کے کہ جو دونوں فریق لڑ رہے تھے ان سے انہما نرفت و عداوت کریں محض اس خیال سے کہ انجام پر نظر ڈال کے کوئی ایسی صورت تجویز کریں جو حسب حالت و ضرورت زمانہ ہو باہم مشورہ کیا۔ اور فقط اس بات کا خیال رکھا کہ اسپین میں ایک آزاد و عدالت گستر سلطنت قائم ہو۔ تاکہ لوگوں میں امن و امان ہو سب لوگ اُسے خاموشی سے قبول کر لیں۔ وہ نیکی۔ استقلال۔ اور انصاف سے حکومت کرے۔ قانون کا لحاظ لیا جائے۔ مجرموں کو مزاد می جائے۔ اچھے لوگوں کو انعام ملے۔ اور یکے بعد دیگرے پُر امن مستقل اور باقاعدہ سلطنتوں کا سلسلہ جاری ہو جائے۔ حیوۃ حمصی نے اپنی تقریر سے کارروائی شروع کی اور یہ کہا "آپ سب صاحبِ جان ہیں کہ فی الحال سارا ملک شام اور جلد بلادِ مشرق بغاوتوں اور بغلیوں سے کہ تو لڑائی کی حالت میں ہو اس لیے کہ بنی عباس نے اُس سلطنت کو چھین لیا جو مدتِ دراز سے خاندان بنی امیہ کے قبضے میں چلی آتی تھی" یہ کہہ کے حیوۃ نے اپنے ساتھیوں کو یاد دلایا کہ مشرقی صوبجاتِ خوارزم و ماوراء النہر سے لے کے مصر اور افریقہ کے مغربی حدود تک تمام والی کیسے مظالم کر رہے ہیں۔ اور ان کے ظلم سے ساری اسلامی فہنشاہی میں ایک مستقل شورش پیدا ہو گئی ہے۔ پھر اس نے کہا "تجربہ کرنے

ہیں بخوبی بتا دیا ہو کہ جب حاکم اپنے محکوموں سے اتنی مسافت پر ہون جیسی کہ ملک مشرق اور ارض اسپین کے درمیان ہو تو کسی اچھی سلطنت کا قائم ہونا نہایت دشوار ہوتا ہو۔ عدالت کے اصلی سرچشمے سے ہم اس قدر فاصلے پر ہیں اور اتنی دور ہٹے ہوئے ہیں کہ اس کی برکتوں سے ہم بالکل فائدہ نہیں اٹھا سکتے، پھر آخر میں اُس نے کہا "آج اگر ابو بکر یا عمر کا ساعدا دل و نیک نفس خلیفہ بھی مشرق کے تخت پر بیٹھا ہو تو بھی، میں اکثر موقعوں پر اس بات کا تجربہ ہوتا رہے کہ جس بھلائی کو وہ ہم تک پہنچانا چاہتے ہیں وہ ہم تک بڑی سست رفتار سے آتی اور بڑی دیر میں پہنچتی ہو۔ اور پھر اس کے ساتھ یہ آفت ہو کہ مختلف قسم کی بڑی بڑی خرابیاں جو اس بعد کی وجہ سے ہمارے یہاں پیدا ہوتی ہیں اُن کو استقلال ہو جاتا ہو اور ہر وقت سر پر کھڑی رہتی ہیں۔ میں جس اعانت کی ضرورت پیش آتی ہو اُس کا اُس وقت حاصل ہو جانا جب کہ میں اُس کی نہایت ہی شدید ضرورت ہو سخت دشوار ہوتا ہو اس لیے آؤ ہم آپ اپنا بند و بست کریں۔ سخت ضرورت ہو کہ ہم امن و امان قائم ہونے کا بھی انتظار نہ کریں جس کے مفقود ہونے سے سارے ملک میں ہاسے ہاسے پڑی ہوئی ہو اور تباہ ہو رہا ہو۔ جو مختلف گروہ باہم مصروف جدال ہیں اُن میں سے کوئی ایک کامیاب بھی ہوا تو ممکن ہو کہ وہی اس کو نہ قائم ہونے دے۔"

اس کے جواب میں تھامس ابن علقر نے کہا "یہ خیالات جو آپ حضرات نے سنے آپ ہی کے خیالات سابق کی صداے بازگشت ہیں۔ اور سب لوگ ان کو حق جانتے ہیں۔ اس کے بعد اور بہت سے لوگوں نے بھی یہی خیال ظاہر کیا کہ اگر اسپین کو ایشیا و افریقہ سے علیحدہ کر کے اس میں پورا اتحاد پیدا کر دیا جائے اور ایک اچھا فرمان روا حکومت کرے تو یہ سرزمین ساری دنیا کے ملکوں سے

زیادہ خوش نصیب ثابت ہوگی۔ لوگوں نے پوچھا ”مگر ایسا فرما دو جس کی اس قدر شدید ضرورت ہو کہ ان کے لیے گاہ؟“ اس کا کسی نے کچھ جواب نہیں دیا اور سب خاموشی سے گردن جھکا کے سوچنے لگے اتنے میں واہب بن زہیر نے اٹھ کے کہا ”کیا یہ نہایت ہی مناسب نہ ہو گا کہ میں آپ کے غور کے لیے ایک ایسے نوجوان کو پیش کروں جو پرانے خلفائے نبی امیہ کے خاندان سے ہو اور خاص اس قبیلے کی یادگار ہو جس میں ہمارے رسول محمد (صلعم) تھے یہ نوجوان فی الحال افریقہ میں ہو اور قبائل جریر میں سرگردان پھرتا ہو۔ اگرچہ مظلوم ہو اور پناہ ڈھونڈ رہا ہو مگر تمام خیر اندیش لوگ اُسکی عزت و اعانت کرتے ہیں اس لیے کہ اس کے اخلاق اور اُس کی شریف النفسی کا لوگوں پر ایسا ہی اثر پڑتا ہو۔ میری مراد تنویر کے بیٹے عبدالرحمن سے ہے جس کا باپ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا بیٹا تھا۔

تمام حاضرین نے ان الفاظ کو بیحدیگی کے ساتھ سنا اور بالاتفاق اس کی تائید کی تمام بنی علقمہ اور واہب بن زہیر اسی صحبت میں اس خدمت پر مامور ہوئے کہ افریقہ میں جائیں۔ اور ان تمام شیوخ اسپین کی جانب سے جنھوں نے فلاح عام کے لیے جمع ہوئے کے باہم مشورہ کیا عبدالرحمن مذکور سے درخواست کریں کہ ہمارے ساتھ اسپین میں چلیے۔ تاکہ ہم آپ کو اس سرزمین کا امیر اور حاکم قرار دیں۔ جو اٹلی اس خدمت کے لیے منتخب ہوئے تھے اُن کو یہ بھی ہدایت کی گئی کہ اُس نوعمر شاہزادہ کو بخوبی یقین دلایں کہ وہ تمام لوگ جو اس کا نفرین میں جمع ہوئے آخر تک آپ کے وفادار دوست رہیں گے اور ہمیشہ آپ کی اطاعت کریں گے۔ یہ بھی ان سے کہہ دیا گیا کہ عبدالرحمن کو بتا دینا کہ ہم لوگ آپ سے یہ چاہتے ہیں کہ خلفائے شرق اور اُن کے نائبوں یا والیوں سے عام ازمین کہ وہ مصر کے ہوں یا افریقہ کے بالکل آزاد ہو کر آپ پوری آزادی سے ہم پر حکومت کریں۔ اور انہیں یہ کہنے کا بھی حکم دیا گیا کہ اسپین کے

تمام نیک مسلمان آپ کی آزاد سلطنت کی بقا کے لیے اور اس سلطنت کے استقلال کے واسطے جو آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہو اپنی جانیں دیئے کو تیار ہیں۔

تیسرا باب

عبدالرحمن کی خدمت میں عربی نژاد شیوخ اسپین کی سفارت جو شریف مسلمان اس سفارت پر مامور ہوئے تھے انھوں نے نہایت مخفی طریقہ سے افریقہ کی راہ لی۔ اور بظاہر اپنے سفر کے ایسے اسباب مشہور کیے کہ یوسف النہری کو کسی قسم کا اندیشہ نہ نظر آیا۔ تاہر تین پونچھ تو قبیلہ زمانہ کے شیوخ نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور جب وہ عبدالرحمن بن ملوہ سے ملائے گئے تو انھوں نے اپنے آنے کا سبب ظاہر کیا۔ اور تمام بن علقمہ نے اس کے روبرو یہ تقریر کی ”مسلمانان اسپین اور ان کی جانب سے ان قبائل کے خاص خاص شیوخ نے جو عرب شام۔ اور مصر سے تعلق رکھتے ہیں ہمیں آپ کی خدمت میں اس لیے بھیجا ہے کہ آپ کو اپنا بادشاہ بنائیں تاہی نہیں کہ ہم آپ کو اپنی پناہ میں لیں۔ کیونکہ یہ چیز تو آپ کو ان شرفائے زمانہ کی حمایت میں بھی حاصل ہو نہیں سکتی آپ کو اسپین کی شہنشاہی و جہان پناہی دینا چاہتے ہیں۔ اور آپ کی خواہش سے ہمیں بلکہ ہمارے ہم وطن خود اپنے شوق اور اپنی مرضی سے آپ کو اپنا فرمان روا منتخب کرتے ہیں۔ اگرچہ آپ نے بہت سے دلوں کو اپنا گرویدہ کر لیا ہے۔ مگر ہماری وفادارانہ اطاعت کیشی آپ کے عزم و استقلال کو اس قدر مضبوط کر دے گی کہ ان کی استواری پہاڑوں کی سی ہوگی۔ اس میں آپ کو خطرہ نہ اور بڑی بڑی مزاحمتوں کا بے شک سامنا کرنا پڑے گا مگر آپ اکیلے نہ ہونگے آپ اپنے ہلو میں مستقل مزاج فاتحین مغرب اور ایسے ایسے پہ سالاروں کو پائیں گے جو عرصہ جنگ آزمودہ کا بہادر ہیں

ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جو لوگ آپ کو چاہتے اور اُس ملک میں فرمان فرمائی کے لیے آپ کو بلا سکتے ہیں وہ آپ کے آبا و اجداد کے وابستہ دامن تھے اور مرتے دم تک وفاداری کریں گے۔ اور ضرورت پیش آئی تو آپ کو تخت نشین کرنے اور آپ کی سلطنت کے باقی رکھنے کے لیے وہ دشمنوں سے مقابلہ کریں گے۔ یہ سن کے عبد الرحمن کچھ دیر تو چپ رہا تو یا منتظر تھا کہ تمام ابھی اور کچھ کہے گا۔ مگر جب دیکھا کہ اب سب میرے جواب کا انتظار کر رہے ہیں تو یہ تقریر کی:-

نامور سردار و اور مسلمانان اسپین کے سفیر و اتھاری خواہش کے مطابق اور اس امید میں کہ تم کو مجھ سے فائدہ پہونچے۔ میں تمہارے ساتھ چلون گا۔ تمہارے حقوق کے واسطے لڑنے کو تیار رہوں گا۔ اور اگر خدا نے میری مدد کی اور جو ذمے داریاں تم مجھ پر عاید کرتے ہو ان کی حفاظت کر سکا۔ تو تم مجھے ایک سچا بھائی۔ اور رنج و راحت میں یکساں طور پر اپنا شریک حال پاؤ گے۔ محنت و مصیبت سے میرا حوصلہ نہیں پست ہوتا۔ اور لڑائی اور موت کے دھڑکے مجھے دہشت زدہ نہیں کرتے۔ کیونکہ گو میری عمر ابھی تھوڑی ہو مگر ناسازگاری بخت نے موت کی مختلف صورتوں سے آشنا کر دیا ہے۔ اور میرے دل میں جا رہی ہے کہ اپنی زندگی کو ہمیشہ غیر محفوظ و غیر مطمئن حالت میں خیال کروں۔ اس لیے اگر تم مجھے یقین دلاتے ہو کہ اسپین کے معزز مسلمانوں کی ہی خواہش ہے تو میں بھی بخوشی راضی ہوں اور اگر خدا کی مشیت میں ہے تو میں اُن کا سردار اور حامی ثابت ہوں گا۔

یہ جواب پا کے اسپین کے سفیر بالکل مطمئن ہو گئے۔ اور اُس اُموی شاہزادے سے کہا جو کارروائی ہم نے شروع کی ہو اُس کی کامیابی ایک حد تک اس بات پر منحصر ہے کہ یہ معاملہ ابھی بالکل راز میں رکھا جائے۔ مگر عبد الرحمن نے کہا۔ یہ نہ ہوگا میرا یہ فرض ہے کہ اِس معاملے کو شیوعِ زنا سے صاف صاف کہہ دوں۔ اس لیے کہ

وہ میرے مربی ہیں۔ اور بغیر ان کو اطلاع کیے میں بیان سے نہیں روانہ ہو سکتا۔
اس کے ساتھ اس نے یہ اطمینان بھی دلایا کہ ان سے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ بھی
نہیں ہے۔ سفرون نے کہا تو اس کا فیصلہ ہم آپ ہی کی دانائی و مصلحت پر چھوڑتے
ہیں۔ یوں انھیں راضی کر کے عبدالرحمن بن معاویہ نے شیوخ زناتہ کو بلایا۔ اور ان
سے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ سرداران اسپین کس غرض سے آئے ہیں۔ اور کس
بات کی درخواست کرتے ہیں۔

یہ سن کے وہ شیخ زناتہ جو اپنے قبیلے میں سب سے زیادہ معزز تھا اور جس سے عبدالرحمن
کو خاص تعلق تھا نہایت ہی مسرت کے ساتھ بولا۔ میرے فرزند خدا نے اس کام
کے لیے تجھے بلایا ہے تو بہادری کے ساتھ بغیر کسی قسم کی پس و پیش کے اسے قبول کر۔
اور یقین جان کر جس قدر لشکر ہم سے بن پڑے گا اس کے روانہ کرنے میں کوتاہی
نہ کریں گے۔ کیونکہ اپنے گھر اور خاندان کی عزت کو کوئی شخص بغیر نیزے اور سواروں کی
قوت کے نہیں قائم رکھ سکتا۔

اس کے بعد جتنے شیوخ زناتہ اس وقت موجود تھے سب نے عبدالرحمن کو مبارکباد
دی اور یقین دلایا کہ ہم تمھاری مدد کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ چنانچہ شیوخ زناتہ نے
اسے پانچ سو سوار دیے۔ متناسہ کے شیوخ نے دو سو نو ہزار آدمی دیے اور تباہرت کے
شیوخ نے اپنے گروہ میں سے پچاس سوار اور سو نیزے باز اس کے ہمراہ کیے۔

چند روز ضروری تیاریوں میں صرف ہوئے۔ اور اس کے بعد
عبدالرحمن ان سفرون کے ساتھ چل کھڑا ہوا چلتے وقت معزز شیوخ زناتہ
نے آمید یہ ہو کے عبدالرحمن کو دعا سے غیر دی۔ ان قبائل کے تمام لوہو جان
آکے ساتھ جاتے کو تیار تھے۔ اور سب کو آرزو تھی کہ آخر کنگل سے وہ معاون رہیں
اور عبدالرحمن چونکہ شیخ زناتہ کے گروہ میں عربزادوں اور فرزندان کی طرح رہا تھا اس لیے

اس گھر سے اُس کا رخصت ہونا بغیر افسوس اور اشکباری کے نہ تھا۔ جیسا کہ
پرانے دوستوں سے چھوٹے وقت ہوا کرتا ہے خصوصاً اس لیے کہ اس نوعمر
بناد گزین کے تنویدہ صفات نے اُسے سارے قبیلے میں ہر دلعزیز اور
ہر شخص کو اس کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

بچو تھا باب

عبدالیون کے خلاف لڑائی کا فیصلہ

اسی زمانے میں ایمر یوسف الفہری نے عامر بن عمرو کے بیٹے کو شکست دی
تھی اور سرقسطہ تک اُس کا تعاقب کرتا چلا گیا تھا۔ اور سرقسطہ میں اُس کا اور اُس کے
باپ عبدالری کا نہایت ہی سختی سے محاصرہ کر لیا تھا۔ یوسف نے غیر معمولی زور و شور
دکھا کے شہر پر دباؤ ڈالا اور گو کہ عبدالری نے محاصرہ کرنے والوں پر تواتر حملے کیے مگر
اُن سے بہت ہی کم فائدہ حاصل کر سکا۔ دونوں سرداروں کی فوج اور پھر اُس کے
ساتھ بہت سے اہل شہر چند ہی روز میں رسد کا خاتمہ ہو گیا۔ اور محاصرہ کرنے والوں
نے روز بروز زیادہ تعداد سے اس بات کی روک کی کہ کسی قسم کی رسد شہر کے پھاٹکوں
میں نہ داخل ہو سکے۔ ان وجہ سے عبدالیون کے حملے روز بروز کم ہوتے گئے اور
بدحواس کرتے جاتے تھے۔ اور عامر بن عمرو عبدالری کے بعض طرفدار جس میں بن
امتل تھے اُس سے عاجز آ کے پوشیدہ ہی ہوئے۔ یہ یوسف الفہری سے صلح کے معاہدہ
کرنے لگے۔ ان معاہدہ کا انجام یہ ہوا کہ چند ہی روز کے اندر یعنی ماہِ ذی الحجہ
۱۳ھ کے آخر میں سرقسطہ پر یوسف الفہری کا قبضہ ہو گیا اور عامر بن عمرو بھی
اُس کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ یوسف الفہری نے عامر بن عمرو عبدالری اور اس کے
بیٹے و ہب بن عمرو اور اُس کے نائب و شیرازہ باز الزہری کو زنجیروں سے

جکر کے رکھا اور شہر کے انتظامات میں مصروف ہوا۔ اپنی حکومت کا کافی تدارک کیا۔ اور
 اس سے فراغت ہوتے ہی تینوں اسیروں کو ساتھ لے کے طلیطلہ کی راہ لی۔ قیدی
 غیروں میں جاکرے ہوئے تھے اور اونٹوں کی پیٹھ پر جو کس کے ہاندہ دبے جاتے تھے۔
 علاقے طلیطلہ میں داخل ہو کے یوسف انقری نے اپنی فوج کو جو اسی صوبے سے
 جمع کی گئی تھی آزاد کر دیا اور خود اس طرح شہر کی طرف چلا کہ فقط معزز سرداران فوج بھی
 ساتھ تھے۔ چند روز یہاں رہ کے قرطبہ کی راہ لی۔ اس سفر میں وہ ایک دن اپنے ہمراہیوں
 کے ساتھ ایک وادی کو وہاں تھا جو وادی الرملہ کہلاتی تھی اور طلیطلہ سے تقریباً پچاس
 میل کی مسافت پر تھی۔ نہراہی دوپہر کے کھانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ قیدیوں نے
 بھی سخت پرہیز میں کھانا کھایا تھا کہ ناگمان اُس کا دوست یسئل بن حاتم نہایت جلد
 قدم بڑھاتا اور بہت ہی تھکا ہوا اُس کے نیچے میں آیا۔ اُس کی صورت سے معلوم ہوتا
 تھا کہ بہت دور سے اور بڑی تیزی کے ساتھ گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا ہے۔ اُس نے آتے ہی
 امیر یوسف کے ہاتھ میں ایک خط دیا اور کہا اسے پڑھیے گا تو آپ مجھ جائیں گے کہ میرا
 اس وقت آنا کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔ یہ خط ایک ایسے شخص نے بھیجا ہے جس پر مجھے پورا
 بھروسہ ہے۔ یوسف نے اُس خط کو پڑھا اور خاموش تھا کہ یسئل نے یہ الفاظ کہے حضرت
 آپ کی شہنشاہی ختم ہو چاہتی ہے۔ کیونکہ جو شخص آپ کی شوکت کو مٹائے گا اور آپ کی
 حکومت کو غارت کرے گا وہ چل چکا اور راستے میں ہے معلوم ہوتا ہے خدا نے ہماری
 قسمت میں دیسی ہی موت لکھی ہے جیسی سلیمان بن شہاب کو بہت سے شریف مسلمانوں
 کے ساتھ نصیب ہوئی تھی۔ آپ عبد رین یعنی عامر اور اس کے بیٹے کا غاتمہ کیوں
 نہیں کر دیتے؟ اور اُن دعا باز شیوخ کو کیوں نہیں سزا دیتے جنہوں نے حکومت
 کرنے کے لیے مجھے آپ کے ایک نئے شخص کو ڈھونڈ نکالا ہے اور جس کا واسطہ
 غرقیب عالم افکار ہو جائے گا۔ ان سب لوگوں کو ایک قلم قتل کیجیے مع اُن کے

جوہن تو ہمارے گروہ میں گران کی حالت خوب روشن ہے۔

یوسف اور آسماعیل اس خط کے مضامین پر بحث ہی کر رہے تھے کہ قرطبہ کا ایک قاصد آپہنچا۔ یہ بھی نہایت دوڑا دوڑا تھا اور ایسی خبر لایا جس نے یوسف کے لوگوں کو زیادہ متروک کر کے گھبرا دیا۔ اسے عبد الرحمن بن یوسف نے بھیجا تھا جس کا خط اُس نے امیر یوسف کے سامنے پیش کر دیا۔ اُس خط کو پڑھا تو یہ لکھا تھا کہ خلیفہ ہاشم بن عبد الملک کی اولاد میں سے ایک قریشی بیٹا نو عمر شہزادہ جس کا نام عبد الرحمن بن معاویہ ہے، اسپین میں آنے کے لیے سمندر سے اتر رہا ہے۔ اور حقیقی خبر میں ملی ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شہزادہ کے قریب ساحل پر اترے گا اُسے بنی امیہ کی ایک بڑی زبردست جماعت نے اس سرزمین میں بلایا ہے جس میں عبی۔ شامی اور مصری قبائلی عرب کے معزز شیوخ شریک ہیں۔ اور ان بربر کی فوج سے اُن کو زیادہ قوت مل گئی ہے۔

اس خط کو پڑھ کے یوسف چند لمحوں تک پریشان رہا۔ پھر غصے سے کانپا ہوا اٹھا اور ایک کپے ہوئے سانپ کی طرح اٹھنے اور بربر نے لگا۔ اور جوش غضب میں وہ گرگزر ا جو اُس کے اختیار میں تھا ایسی حکم دیا کہ تینوں قیدیوں عامر بن عمرو اس کے بیٹے واپس اور اس کے انب زہری کے کٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے جائیں۔ چنانچہ اُسی وقت اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ لیکن بہتر ہوتا کہ یہ موت خود یوسف کے نصیب میں لکھی ہوتی اور خود اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہوتا۔ کیونکہ اب اس گھڑی سے اقبال نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اور اس کے علم کو چھوڑ کے وہ اس کے اقبال دشمن کے جھنڈے سے وابستہ ہو گیا تھا جو خوشی کے ساتھ سمندر سے اتر رہا تھا۔ یہ عامر العبدری کے قتل کا واقعہ ۳۵۸ھ کے آغاز میں ہوا۔

دوسرے دن ایک سوار امیر یوسف کے پاس قرطبہ سے اس کی مان کا خط لایا۔ مان نے اُسے اطلاع دی تھی کہ میرے ایک نہایت ہی وفادار خادم ابو عثمان نے

مجھے قریہ طوارث سے اطلاع دی ہو کہ جہان وہ رہتا ہو وہاں خلیفہ ہنگام کی اولاد میں سے ایک شاہزادہ جس کا نام عبدالرحمن بن معاویہ ہو سمندر سے اس پار آ رہا ہو اور اس حصہ ساحل پر جو حدود اکوبرہ میں ہو اور بحر دشتی کہلاتا ہو اترنے والا ہو۔ اب عثمان یہ بھی بتاتا ہو کہ ان علاقوں کے لوگوں میں ایک بڑی بھاری تحریک پیدا ہو گئی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کی امیدیں ہیں۔ اور سب تسلیم کرتے ہیں کہ دولت مغرب کا جائز حاکم و مالک اس غرض سے آ رہا ہو کہ اپنی موروثی سلطنت پر قبضہ کرے۔ اس خطائے یوسف اور اس کے دوست یعقوب بن حاتم کے لیے سے جو اس غائب کر دیے۔ دونوں فوراً یہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ اور کل اطراف اندلس میں خطوط بھیج کے اس مضمون کے احکام جاری کیے کہ ”فی الفور لشکر جمع ہو تاکہ ضرورت کے وقت انتظار نہ کرنا پڑے۔ اور یوسف نے نہایت ہی استقلال کے ساتھ دل میں ٹھان لی کہ میں لوگوں کی اس وگردانی کا جو رہی طرح مقابلہ کروں گا۔

پانچواں باب

اسپین میں عبدالرحمن کا داخلہ

۱۰۔ ربیع الاول ۳۱۸ھ کو عبدالرحمن بن معاویہ نے جہاز سے اتر کے حسن المقاب میں قدم رکھا اور قبیلہ زناتہ کے ایک ہزار سوار اُس کے ہمراہ رکاب تھے۔ معزز شیوخ اندلس وہاں اُس کے انتظار میں موجود تھے۔ اور جیسے ہی اُس نے ساحل پر قدم رکھا سب نے اُس کی اطاعت و فرمان برداری کی حلف اٹھائی اور اُس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کے بیعت کی۔ اور ساتھ ہی عام لوگوں نے

عہدہ وکالتی عہدہ حسن المقاب یعنی ہاٹھویں کا قلعہ۔ فی الحال اس مقام کو ہم

المونقا دیکھتے ہیں (کا نئی)

جو کثرت سے جمع تھے نوعر بادشاہ کی صورت دیکھ کے نعرہ ہا سے سر ت بلند کیے۔ اور
 سب سے زور و شور سے چلا کے کہا "خدا شاہ اسپین عبدالرحمن بن معاویہ کا اقبال بلند کرے"
 اب سارے اسپین میں اس کی شہرت ہو گئی اور چند ہی روز کے اندر
 مسلمان قبائل اسپین کے لوگ شاہزادے کے استقبال کے لیے جمع ہو گئے۔ اور
 ان میں جو قبائل زیادہ کسن تھے اسی قدر زیادہ اُس کا ساتھ دینے کے لیے تیار تھے۔
 سب نے اُس کی وفادار رہ عایا ہونے کا اقرار کر لیا۔ اور بتوں نے حاضر ہو کے
 درخواست کی کہ ہمیں اپنی لازمت میں داخل فرمائیے۔

خود عبدالرحمن کا ان دنوں غفوان شباب تھا۔ خوبصورت تھا۔ چہرہ شریفانہ
 اور دلکش تھا۔ رنگت گوری تھی جس میں سفیدی و سرخی کی نہایت ہی مناسب نیش
 تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور خوبصورت تھیں۔ اور ان کی پکڑ ارنیلگوئی پر نہایت ہی
 استقلال برس رہا تھا۔ چہرہ ہمت بھرا اور بشاش تھا اور ساتھ ہی اس میں ہلا کا
 رعب و داب تھا۔ قد نہایت مناسب تھا اور جسم کی بناوٹ میں نزاکت پائی جاتی
 تھی۔ خلاصہ یہ کہ حسن اور خوبی نے لوگوں کے دلوں میں اُس اطمینان کو اور بڑھا
 دیا جو عبدالرحمن کے پونچھے ہی علی العموم ظاہر کیا گیا تھا۔ عام لوگ اُس کے مدح و ثنا
 خوان تھے۔ اور اس قدر اظہار مسرت ہو رہا تھا کہ اپنے نئے بادشاہ کی لازمت میں
 داخل ہونے کے شوق میں ہر ایک دوسرے پر بہت لے جانے کی کوشش
 کر رہا تھا۔ اُسے آئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ جن شیوخ نے اس کی فرمان برداری و
 اطاعت قبول کی تھی ان کے ساتھ علاقہ قماے اتویرہ التیرہ ملائہ شیرس
 عرقوس اور سد دنیا سے بیس ہزار سے زیادہ فوج جمع ہو گئی۔ جب وہ شہر
 اقبیلیہ کے سامنے پہنچا تو اُس کے استقبال کے لیے سارا شہر باہر نکل پڑا۔ اور
 بڑے جوش مسرت کے ساتھ اُس کی پادشاہی کا اعلان کیا گیا۔ اور دیگر شہروں کے

اپنیون نے حاضر ہو کے یقین دلایا کہ وہاں کے لوگ بھی اُس کی خدمت بجالانے اور وفاداری کے ساتھ حق فرمان برداری ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔

ان سب چیزوں کی اطلاع یوسف الفہری کو پہنچی۔ اور اُس کا غصہ روز بروز بڑھتا ہی گیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس کے دل میں ناامیدی پیدا ہوئی۔ اپنی حکومت سے لوگوں کی عام ناراضی اور اُس سے زیادہ شامی قبائل عرب کے شیوخ کی بدعہدی پر (کیونکہ اُن کے اس فعل کو وہ بدعہدی ہی کہتا تھا) اُسے حیرت تھی۔ ساحلی شہرجن سے سرکشی کی امید تھی ان سے بھی اپنے آپ کو الگ پاتا تھا وہاں کے لوگوں اور مصری سرداروں کی بے وفائی کا اُسے ایسا خیال تھا کہ اپنی ناراضی کو ضبط نہ کر سکا۔ اور اپنے بیٹے عبد الرحمن کو حکم دیا کہ شہر قرطبہ اور اس کے علاقے کی حفاظت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ خود صہیل بن حاتم کے ساتھ جا کے طلیطلہ۔ مریدہ اور دیگر فوجی اضلاع سے سپاہی جمع کیے۔ ساتھ ہی اُس نے اپنے دو بیٹوں محمد اور قاسم کو بلنسیہ اور تدیرین بھیجا تاکہ وہاں لشکر جمع کریں۔ اور اُن سرزمینوں میں اس کے گروہ کو قائم رکھیں۔

پچھٹا باب

یوسف الفہری اور صہیل بن حاتم سے لڑائی

شاہ عبد الرحمن بن معاویہ کو یقین تھا کہ نئی رعایا کے دل پر اپنا رعب اور اپنی وقعت بٹھانے کے لیے بہت ضروری ہے کہ مین بہادری اور فن جنگ میں اپنی قابلیت کا کچھ ثبوت دیدوں۔ ساتھ ہی اُسے نظر آیا کہ مجھے دو تجربہ کار اور زبردست و بہادر سپہ سالاروں کا مقابلہ کرنا جو میری اس نئی سلطنت کی عمارت کے ڈھانے اور مہوار کرنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھیں گے۔

اس لیے اُس نے قبائل زناتہ اور آندلس کے فیوچ سے مشورہ کر کے طرکیا کہ ہم سب کو فوراً قرطبہ کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیے جس پر یوسف الفہری کا بیٹا متصرف تھا۔ فہری کے بیٹے نے بھی مقابلے میں تامل نہیں کیا۔ بلکہ سواروں کے ایک زبردست لشکر کے ساتھ بڑھ کے آیا۔ اور عبدالرحمن کے لشکر طلیحہ سے خونریز لڑائی چھیڑ دی۔ تھوڑی دیر میں وہ لڑائی سارے لشکر میں پھیل گئی۔ مگر انجام یہ ہوا کہ الفہری کا لشکر سواران افریقہ کے حملوں کی تاب نہ لا سکا۔ اور سب نے بدحواسی و بد نظمی کے ساتھ بھاگ کے شہر کے اندر پناہ لی۔

عبدالرحمن بن معاویہ نے بڑھ کے شہر پناہ کے مقابل پڑاؤ ڈالا۔ اور قطعی اربادہ کر لیا کہ جب تک شہر فتح نہ ہو گا محاصرہ قائم رکھوں گا۔ اسی زمانے میں تمام لوگوں میں اعلان کر دیا گیا اور سب لوگوں کو خبر ہو گئی کہ شاہ عبدالرحمن نسل خلفائے بنی امیہ سے ہونے کے باعث ان کا اصلی پادشاہ ہے۔ اور اسی غرض سے آیا ہے کہ اس سرزمین کو ان فسادوں سے نجات دلائے جو ظالم اور خود سر و ایمن نے پیدا کر رکھے ہیں اور سب سے پہلے ایسے یوسف الفہری کا زور توڑے جو بغیر کسی استحقاق کے عنان فرمان روائی اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہے۔ اس واسطے کہ اہل قرطبہ کو یقین دلایا گیا کہ دیگر باد کے لوگوں کی طرح اگر وہ بھی اس اصلی فرمان روا کی اطاعت قبول کر لیں گے اور سرکش ایسے کو مدد دینے سے باز آئیں گے جو کہ درغیب سے حکومت کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا ہے جس کا وہ مطلق استحقاق نہیں رکھتا تو چند ہی روز میں وہ امن و امان کی بے اندازہ برکتوں سے فائدہ اٹھائیں گے اور اپنے اصلی بادشاہ کی پدرانہ حکومت میں خاموشی اور مسرت کی زندگی بسر کر سکیں گے۔ یہ پہلی فتح جو عبدالرحمن نے حاصل کی تو یوسف الفہری کی روح پر ناگوار سی و غم کا بڑا بھاری بوجھ پڑ گیا۔ فوراً اس نے صہیل بن حاتم سے مشورہ کیا اور قرار پایا کہ نہایت ہی پھرتی کے ساتھ کوچ کر کے انہیں قرطبہ میں پہنچنا چاہیے۔ وہاں پہونچ کے

یوسف اپنے بیٹے کی کمک کرے گا۔ اور ہم سب مل کے شاہ انداغل کو (جس لقب سے کہ عبد الرحمن کو لوگ یاد کیا کرتے تھے) محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دیں گے۔ اسی خیال سے دونوں نے مشرقی اور وسط اسپین سے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا اور علاقہ اندلسیم کی طرف کوچ کرتے ہوئے چلے۔

عبد الرحمن بن معاویہ نے ان کے اس نقل و حرکت لشکروں کے جمع ہونے اور ان کے منصوبوں سے مطلع ہو کے آدمی فوج اپنے ساتھ لی یعنی دس ہزار آدمی محاصرہ قرطبہ پر چھوڑے جن کا سردار تمام بن علقمہ کو مقرر کیا۔ اور دس ہزار فوج لے کے خود نو عمر پادشاہ بذات خود دشمنوں کے مقابلے پر چل کھڑا ہوا۔ اُس کا یہ ارادہ کہ تھوڑے سے لشکر کو لے کے ایک ایسے زبردست حریف کا مقابلہ کرے جس کی فوج میں پیدل بھی تھے اور سوار بھی تھے بظاہر اُس کی حیثیت سے زیادہ اور فضول معوی نظر آتا تھا۔ خصوصاً اس لیے کہ دشمن کی کثیر تعداد فوج کی سرداری بھی ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو عرصہ کارزار کے تجربہ کار و نامور سپہ سالار تھے۔ یکایک اُس کی فوج طلیم نے اطلاع دی کہ دشمن آپہنچا۔ عبد الرحمن سے اُس وقت کسی حد تک خطر ناک ویران ظاہر ہوئیں۔ اور چند طے باہم زناتہ والوں اور الفہری کے لشکر میں ہوئے۔ لیکن ان ہی حملوں سے اُسے یقینی طور پر میدان جنگ کی حالت اور حریف کے لشکر کی تعداد معلوم ہو گئی جس کے اگلے حصے کا سردار خود یوسف تھا۔

اس موقع پر جو واقعات پیش آئے۔ ان کی حالت دیکھ کے عبد الرحمن کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ یہ یوم عرفہ یعنی قربانی کا دن تھا اور ضرور تھا کہ اُس کے حق میں مبارک ہو۔ اور بغیر اس کے کہ اس مبارک فانی میں اُسے ذرا بھی شک و شبہ ہو اُس نے نہایت ہی وثوق کے بچے میں نعرہ لگایا۔ "آج عید الفتح کا دن ہے۔ اور آج ہی جہ بھی ہے۔ اور ممکن نہیں کہ الفہری کے حق میں یہ ہشگونی کا دن نہ ہو۔"

ابریقیاس ؟ دوستو میں تمہیں خوش خبری سنا تا ہوں کہ آج کا دن ہمارے لیے ایسا دن ہو گا جو فتح مرث راہط کا بھائی کہا جاسکے۔

خدا نے عبد الرحمن کی یہ پیشینگوئی پوری کی۔ اُسے اُس کے تمام سرداروں اور کل سپاہیوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ اس وقت اور اس موقع پر کیا کرنا چاہیے۔ ساتھ ہی اُن کے جوان دوست پادشاہ کی روشن امیدوں اور اس کے اطمینان نے تمام لوگوں کے دلوں میں ایک مسرت کا اثر پیدا کر دیا۔

یوسف الفہری کا پڑاؤ مقام مسعرہ میں تھا اور مورخ رازی بیان کرتا ہے کہ یوسف نے اُس تھوڑی فوج کو دیکھ کے جسے عبد الرحمن اپنے ساتھ لایا تھا اپنے سرداروں کی طرف مخاطب ہو کر ہر قد بخت نعمان کے چند پُر اسے شعر پڑھے جن کا مضمون یہ ہے ہم ایک پیاسی جماعت کی طرح یہاں آئے ہیں۔

مگر پانی کا جزو خزانہ ہاتھ آیا وہ بہت ہی جلد ختم ہو جائے گا۔

کیونکہ ہمیں نقطہ اتنا ہی کرنا ہے کہ یہ ذرا سا چھ بھربانی جو ملا ہے

اُسے بانٹ لیں۔ اور فراغت ہو جائے۔

عہ ابریقیاس یعنی مجھے خوش خبری ملنے کا انعام دو۔ اسپین والوں کے غورہ مسرت ابریقیاس کا صحیح مفہوم مذکور بالا الفاظ ہی سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ یہ ایسا لفظ ہے جس کے معنی کوئی لفظ جاری ادبی زبان میں نہیں ہے جو ٹیک ٹیک اُس کے معنی ادا کر سکے (کاڈی)

عہ غالباً یہ بخت نعمان جو انگریزی زبان تک پہنچے ہوئے ہر قد بگلی (مترجم اردو)

عہ اصل عربی شعر میں نہیں مل سکا (مترجم اردو)

لحہ کا ڈی بیان کرتا ہے کہ کوہستانوں میں بعض قدرتی گڑھے اور شیب ہیں جن میں کابانی اکثر جمع ہو جاتا ہے ان کو چرواہے اور فلاح ”کھوز“ کہتے ہیں اور اسی لفظ کا یہ الفاظ بھی کہتا ہے کہ صحرا سے عرب کے عربوں کو پانی کا جو پتھر کہیں مل جائے اس کی بڑی قدر ہوتی ہے یہاں تک کہ ان کی نظیں بھی ان بددی باق کی چیزوں کو سختارت کی نظر سے نہیں دیکھتیں۔ لیکن جو امر ہمارے پیش نظر ہے اس کو خیالات کے ادنیٰ جوئے سے تعلق نہیں۔ اس لیے اگر کوئی شخص کسی بددی چیز کو کام میں لائے تو کسی حد نہ رہے گی ضرورت نہیں (مترجم انگریزی)

جب دونوں حربیوں کا سامنا ہوا تو ابن جابر العقیلی جو فہری کی فوج میں تھا۔ اپنے لشکر کے دوسرے گروہ کے پاس سے ہو کے گزرا جس کا پسہ سالار صمیل بن حاتم تھا اور اس کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا اے ابو جیش ہمیں خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ مگر آسان کی قسم آج کا دن بھی ویسا ہی ہوگا جیسا مرج راہط کا دن تھا۔ ہر طرف سے ہمیں بدشگونیاں نظر آرہی ہیں۔ خدا اور قسمت دونوں ہمارے خلاف ہیں۔ قسم ہے اُس رب العزت کے جلال کی کاش یہ میرا دم ہی ہوتا۔ لیکن کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ کیسے سپاہی اور کیسے سپہ سالار ہیں؟ فوج میں نبی اتیہ فہری۔ بنی قیس۔ اور اہل یمن سب ہی طرح کے لوگ ہیں۔ ہمارا سپہ سالار فہری ہے۔ اس کا وزیر یا نائب فہر بن حارث ہے۔ اور تم جو آج کے دن وزیر ہو بنی قیس میں سے ہو۔ آج عید الضعی یعنی قربانی کا دن ہے اور اسی دن مرج راہط کا میدان گرم ہوا تھا اور یاد ہے کہ اُس دن الحارث کے بیٹے مارے گئے تھے۔ یوں ہی آج بھی مجھے ہر چیز اپنے خلاف نظر آرہی ہے۔ تاہم میں دعا کرتا ہوں کہ خدا کرے ایسا انجام اُسکی ازلی شیت نے ہماری قسمت میں نہ لکھ دیا ہو۔

صمیل یہ الفاظ سن کے بولا خیر اب لڑائی کے لیے قدم بڑھاؤ۔ اور چاہے جو ہو مگر ہم اپنے آپ کو نہاد و نبرد آزمائیت کریں گے۔ یہ طلوع سور سے کچھ پیشتر کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد سفید صبح جیسے ہی نمودار ہوا رسالے کے اگلے حصے نے اہل زمانہ اور قریب والوں پر نہایت ہی جوش و خروش سے حاکم کر دیا۔ حمد الرحمن اور اس کے لشکر نے ویسی ہی شجاعت و ہامردی سے ان کو روکا۔ یوسف کے سواروں نے خود اپنی پیدل فوج کو روند ڈالا اور دوپہر ہونے سے پہلے ان فہری نے دیکھا کہ اُس کا لشکر ہر طرف بھاگ رہا ہے۔ سب لوگ بے ترتیبی سے میدان چھوڑ چھوڑ کے جا رہے ہیں۔ اور رسالے میدان کو اپنے سپاہیوں کا شونہ ان کے اسلحہ اور مال قیمتی سے نپا ہوا چھوڑ چھوڑ رہے ہیں آخر یوسف اور صمیل نے بھی بھاگنے والوں کا ساتھ دیا۔ اور ہوا سی میں ہر ایک

ایک دوسرا راستہ اختیار کیا۔ مسعرہ کے اس میدان جنگ کا یہ انجام ہوا جو خاص عید الاطیس کے دن ۳۱۷ھ میں گرم ہوا تھا۔

ساتوان باب

قرطبہ کی فتح اور اہل قرطبہ کا اطاعت قبول کرنا

مسعرہ کی لڑائی میں عبدالرحمن نے اعلیٰ درجے کی ناموری حاصل کر لی۔ اور اپنے نوجوان فرمان روا کے استقلال۔ خوش تدبیری۔ اور سب سے زیادہ اس کی لیری و شجاعت کا ثبوت پاتے ہی اس کے گردہ کے تمام شیوخ کے دلون میں اس کی ذات سے نہایت ہی اچھی امیدیں پیدا ہو گئیں۔ یہ خلاف اس کے طرفداران یوسف پریشان تھے اور ان کے دلون میں دہشت مائی ہوئی تھی۔ مگر انھوں نے اپنی غلط قائم رکھنے کے لیے لوگون میں بھوٹی خبر اڑادی اور دعوے کے ساتھ بیان کیا کہ ہمارے سردار دن سے فتح پائی ہو۔ اور اپنی اس خیالی فتح پر اظہار مسرت کرنے لگے۔ تاکہ جن لوگون سے انھوں نے یہ بے بنیاد خبر بیان کی ان کو یقین بھی آجائے۔

لیکن حقیقت میں جو واقعہ پیش آیا تھا اس کی خبر قرطبہ میں پہونچ ہی گئی۔ اور لوگون نے جو ہمت ہار چکے تھے جی کڑا کر کے عبدالرحمن بن یوسف الغری کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اب مناسب شرطون پر شہر حوالے کر دیا جائے۔ اس لیے کہ جو خوش اقبال بادشاہ جویسا بہادر ہو کہ کوئی فوج اس کی مزاحمت نہ کر سکتی ہو اور تمام بلاد اسپین اسے اپنا حاکم تسلیم کر چکے ہوں اس کے مقابلے میں اپنے شہر بچانے کی کوشش کنا نہایت ہی سخت جان بازی کا کام ہو۔ یوسف کے بیٹے نے جب یہ دیکھا کہ اہل شہر سی کارروائی پر آمادہ ہیں تو انہیں یقین دلایا کہ ایک مہینہ زمانے تک اگر ہمارے پاس کوئی ملک نہ پہونچے اور اس محاصرے کو ہم نہ اٹھا سکیں تو تمہیں اختیار ہے کہ جن شرطون پر

چاہتا شہر کو حوالے کر دینا۔ یوسف ان دنوں اپنی بقیۃ السیف شکستہ حال فوج کے ساتھ مغربی اسپین میں چلا گیا۔ صمیل نے تدبیر کی راہ لی۔ اور اُس کا لشکر علاقہ الوبیرہ اور حوالی القناب میں جا کے منتشر ہو گیا۔

شاہ عبدالرحمن اپنے بڑاؤ میں جو قریبہ کے سامنے تھا واپس گیا اور اہل شہر نے جنہیں کسی مدد کے پہنچنے کی امید نہیں باقی رہی تھی شہر حوالے کرنے کے تعلق مرسلت شروع کر دی۔ انھوں نے خواہش کی کہ ابن یوسف کے لشکر کو شہر کے باب الشرقیہ سے نکل جانے کی اجازت دی جائے اور پادشاہ کا لشکر باب القنطرہ سے شہر میں داخل ہو اسی کے مطابق طے ہو گیا۔ اور یہ کارروائی نہایت خاموشی کے ساتھ عمل میں آئی۔ عجمی لوگ مع اپنے رفقاء کے جن کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی شہر سے نکلے اور مریدہ کی سڑک پر چلے گئے۔ شاہ عبدالرحمن نے اندر داخل ہوتے ہی خسام بن عبدالملک کو والی قریبہ مقرر کیا۔ شہر کے لوگوں سے بیعت اطاعت لی۔ اور چند روز بعد یہ خیال کر کے کہ دشمنوں کا تعاقب نہایت ضروری ہو وہ قریبہ سے چلا گیا۔ اس لیے کہ دشمن مریدہ میں نیا لشکر جمع کر رہے تھے۔

دوسرے شہروں نے بھی اہل قریبہ کی پیروی کی۔ اور جب انھوں نے اطاعت و فرمان برداری کی درخواستیں بادشاہ کی خدمت میں بھیجیں تو وہ ان سے بڑی مہربانی کے ساتھ ملا۔ اور ہر ہر مقام کے شیوخ نے جب انھار اطاعت کی درخواست کے ساتھ اُسے اپنے وہاں بلایا تو اُس نے اُن کی طرف خاص توجہ کی اور وعدہ کیا کہ جیسے ہی تمام شہروں میں امن و امان قائم ہو جائے گا اور سارے انتظامات درست ہو جائیں گے میں تمھارے شہر میں آؤں گا۔ اسی زمانے میں اُس نے مختلف پسہ سالاروں کو خدمات پر مقرر کیا۔ اور سرحد کے دایوں کو جہان جہان وہ نامور تھے اُن کی خدمت و بہن بحال کی۔ غرض جو آیا اُس سے بہت ہی خوش واپس گیا

اور واپس جا کے لوگوں سے اپنے نوجوان بادشاہ کی بے انتہا تعریف کی جس کی خندہ بینی اور اُس کے اعلیٰ صفات کی وہ پوری پوری تعریف بھی نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں اُس کی نسبت یقین تھا کہ انسان نہیں پری یا فرشتہ بلکہ اس مبارک سلامت اور بے اندازہ خوشیوں کو یکایک ایک عظیم الشان مصیبت نے منشوش کروا جو لشکر اسلام کو سرحد فرانس پر پیش آئی۔ شامی سپہ سالار حاتم بن عجم العقیلی کے مشورے سے فوج کو حکم دیا گیا کہ آگے بڑھ کے پہاڑوں کے عیسائیوں کو روکیں جو بڑی کثرت سے سپاہیوں کو جمع کر رہے تھے اور جن کی کارروائیوں سے اندیشہ تھا کہ شہر تریبونہ کے تعلقات منقطع نہ ہو جائیں جو مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ حاتم نے اس مہم کا سردار اپنے وزیر یا نائب سلیمان بن شہاب کو مقرر کیا تھا۔ سلیمان پہاڑوں کی تنگ گھاٹیوں کے اندر عیسائیوں کے ایک بڑے لشکر میں گھر گیا اور سخت شکست کھائی۔ وہاں اُس نے عیسائیوں کے ہاتھوں سے ایسی پوری زک پائی کہ اُس کے لشکر کا غالب حصہ قتل ہو گیا اور انجام میں وہ خود بھی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ مسلمانوں نے یہ شکست دوسری ربیع الثانی ۱۳۹ھ کو کھائی تھی۔

آٹھواں باب

سلسلہ جنگ کا جاری رہنا اور یوسف الفہری سے معاہدہ اب یوسف الفہری کے لوگوں نے آ کے اُسے خبر دی کہ بادشاہ قرطبہ سے چل کھڑا ہوا۔ اور اس کے بعد شاہ عبد الرحمن کو جو جو واقعات پیش آئے تھے اور اُس نے جو جو کارروائیاں کی تھیں سب اُسے مطلع کیا۔ معز و لایمر نے یہ سوچ کے کہ اب شہر میں تھوڑی سی فوج باقی رہ گئی ہے ہمیں ہزار آدمی جمع کیے اور انہیں دو حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصے کو اپنے ساتھ لے کے قرطبہ کی طرف

روانہ ہوا۔ اور دوسرے حصے کو ایک دوسرے راستے سے روانہ کیا اور اُسے بھی حکم دیا کہ وہین قرطبہ میں آ کے مجھ سے ملنا۔ یوسف بجاے دن کے راتوں کو سفر کر کے اس بات میں کامیاب ہو گیا کہ بغیر اس کے کہ کسی کو اُس کے آنے کا شان و گمان بھی ہونا گمان قرطبہ کے پھاٹکوں پر آپہنچا۔ والی شہر حسام بن عبد الملک بجز اس کے کوئی بات نہ بن پڑی کہ اپنے ساتھ کے تھوڑے سے لشکر کو لے کے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور حوالی غرناطہ کے قلعے حصن مدور میں پناہ لی۔

بادشاہ عبد الرحمن کو ان واقعات کی اطلاع ملی تو اس بات کا بڑا صدمہ ہوا کہ دشمنوں نے ایسی پھرتی اور چالاکی سے اُسے دھوکا دیا۔ لیکن اُسے یقین تھا کہ ایسی جرات فقط تھوڑے ہی لشکر کے ساتھ کی جاسکتی ہو بلاتامل اُن چند لوگوں کو ساتھ لے کے جو موجود تھے قرطبہ واپس گیا۔ اور کوشش کی کہ یوسف کو اتنی ہمت نہ دے کہ شہر کے اندر ٹھہر کے اپنی حفاظت کے لیے ضروری قلعہ بندی کرے۔ مگر وہ ان پونچ کے دیکھا تو الفہری غائب تھا۔ اس کے لشکر کا پہلا حصہ والی حسام کے تعاقب میں روانہ ہوا تھا۔ اور اُسے حکم دیا گیا تھا کہ کلیتہً اس کا اتیصال کر دے۔ خود یوسف قرطبہ میں فقط اس غرض کے لیے آیا تھا کہ اُن شیوخ کو اپنے قبضے میں کرے جو عبد الرحمن بن معاویہ کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے جن سے وہ خاص طور پر انتقام لینا چاہتا تھا۔ مگر وہ ان پونچنے کے بعد فوراً چلا گیا اس لیے کہ وہ ان کے معزز شیوخ میں سے کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا۔

عبد الرحمن کو قرطبہ میں پونچ کے الفہری کی اس کارروائی کا حال معلوم ہوا تو خود بھی فوراً اس کے پیچھے چلا اور حوالی المنقاب میں اُسے

جائے جہان قسطل اور یوسف دونوں سپہ سالاروں کے لشکر آ کے مل گئے تھے
عبد الرحمن نے محلے میں کچھ بھی تائخر نہ کی۔ اور اپنے لشکر والوں کو فقط اتنی دیر
ستائے کا موقع دیا۔ جتنی دیر بین سپاہیوں کو کھانا تقسیم ہو سکے۔ اور اس کے
بعد فوراً صف جنگ مرتب کی اور اپنے سپاہیوں کو لڑائی پر آمادہ کر دیا۔ خود
اُس نے اپنے سواروں کی سرداری اختیار کی اور حیرت انگیز مستعدی اور
استقلال سے جا کے سامنے کھڑا ہوا۔ اپنی ہی طرف سے حملے کی ابتدا کی۔ اور بے مثل
جو انفرادی و تحمل سے لڑائی جاری رکھی۔ یوسف اور قسطل بھی آج ایسی بہادری
سے لڑے کہ ایسی بہادری اُن سے فقط ایک ہی دفعہ پہلے ظاہر ہوئی تھی۔ بس
یہ کہنا چاہیے کہ انھوں نے تلواریں ہاتھ میں لے لیں۔ اور جان دینے کو تیار
ہو گئے۔ یہ لڑائی نہایت سخت اور بہت ہی خونریز تھی لیکن عصر کا وقت آتے
ہی یعنی سہ پہر کے درمیانی حصے میں عبد الرحمن کے جھنڈوں کی جانب منسح
نمایاں ہوئی۔ اور یوسف و قسطل میدان کو دشمنوں کے ہاتھ میں چھوڑ کے بھاگے
جو لشکر اس وقت تک اُن کے ہمراہ تھا بے ترتیبی سے بھاگ کے منتشر ہو گیا۔
اور خود انھوں نے جا کے کوہستان الویرہ میں پناہ لی۔

اب قسطل بن حاتم نے اپنے دوست یوسف الفہری کو مشورہ دیا کہ تم
عبد الرحمن الداخل سے عفو اور لطف و کرم کی درخواست کرو۔ اس لیے کہ
اب معلوم ہوتا ہے قسمت ہی اُس کے ساتھ مساعدت کر رہی ہے۔ اور اب
ہم سوا اس کے کہ خاموش بیٹھ کے اُس کے عروج کا تماشا دیکھیں اور کچھ نہیں
کر سکتے۔ یہ بات اگرچہ اُس نامراد امیر کی مرضی کے خلاف تھی مگر اس
مشورہ کے قبول کرنے پر مجبور تھا۔ جس سے اُس سے زیادہ اُس کے بیٹوں کو

عہدِ ایشارہ (کاٹھی)

نفرت تھی۔ ہر حال اُس نے شرائط صلح تجویز کیے۔ اور حاتم العقیلی کی توسط سے اُن شرطوں کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حاتم العقیلی صیقل بن حاتم کا چچا زاد بھائی تھا اگرچہ ان جھگڑوں میں وہ ابن حاتم کے دشمنوں کا شریک رہا تھا۔ حاتم کو عبد الرحمن بن معاویہ کی خدمت میں ایسا درخور حاصل تھا اور اُس پر اس قدر اثر رکھتا تھا کہ فوراً اُسے اس بات پر آمادہ کر دیا کہ یوسف الفری اور اس کے ہمراہیوں کا قصور معاف کر دے۔ اور اُس کی تمام خطاؤں سے درگزر کر کے اُسے سند معافی عطا کر دے۔ اور از روئے معاہدہ یوسف کے نوے لازم تھا کہ تمام قلعہ اور شہر جو اُس کے قبضے میں تھے مقررہ مدت کے اندر مع اسلحہ اور سامان جنگ کے کل ذخائر کے بادشاہ کے حوالے کر دیے۔ ہر استثناء خاص اسلحہ وغیرہ کے جو خاص اس کی ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ ان شرائط کو جانہین نے قبول کیا اور چار شنبہ کے دن جو ربیع الثانی ۳۱۵ھ کی دوسری تاریخ پڑا تھا معاہدے پر دستخط ہو گئے۔

شہر التویرہ اور نئی قلعہ بندیان جو غرناطہ میں تعمیر کی گئی تھیں اس معاہدہ کے پہلے نتیجے کی حیثیت سے بادشاہ عبد الرحمن کے قبضے میں دے دی گئیں۔ اور جو لوگ ان شہروں کے والی تھے چھوڑ کے چلے گئے۔ یوسف کا بیٹا محمد ابوالاسود بیان سے روانہ ہو کے ارض تدیسرا اور باقی ماندہ علاقہ طلیطلہ میں پہنچا۔ وہاں پہونچ کے جب اُسے نظر آیا کہ یہاں کے لوگ اب تک ہمارا جتھا قائم کیے ہوئے ہیں۔ اور دیکھا کہ سب اُس کی اطاعت و فرمان برداری کر رہے ہیں تو اپنے اُس معاہدے پر پچھتایا۔ اور آخر بد عہدی پر آمادہ ہو کے کوشش کرنے لگا کہ لوگوں کو بادشاہ عبد الرحمن کی مخالفت پر ابھارے۔ اور دل میں ٹھان لی کہ چاہے کچھ ہو جائے اور کیسے ہی خطرے پیش آئیں

میں اپنے گروہ کو ضرور قائم رکھوں گا۔

نوان باب

بادشاہ عبدالرحمن کا شہر مریدہ میں داخلہ اور اسکے بیٹے ہشام کی ولادت
 سرور ان فوج مذکورہ بالا مشاغل میں مصروف تھے کہ شاہ عبدالرحمن
 اسن و امان کے ساتھ مدینہ منورہ کی سیر کے لیے روانہ ہوا جہاں نہایت ہی
 مسرت اور بڑے بھاری جوش و خروش کے ساتھ اُس کا استقبال کیا گیا۔
 اُس کے داخلے کے دن باشندگان شہر نے عید منائی۔ اور شاہ عبدالرحمن
 لکھوڑے پر سوار ہو کے تزک و احتشام کے ساتھ اُس عظیم الشان شہر میں
 گزرا۔ لوگ ہر طرف سے دلی عقیدت کے ساتھ مسرت کے نعرے بلند کر رہے تھے۔
 شہر کی خوبصورتی دیکھ کے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور شہنشاہان روم کے
 عہد کی تعمیر شدہ عالیشان عمارتیں جو یہاں موجود تھیں انہیں حیرت کی نگاہوں
 سے دیکھا۔ چند روز تک وہاں قیام کیا۔ اور مغربی ہسپانیہ کے علاقہ
 توسیٹانیہ کے بہت سے شہروں سے بڑے بڑے وفود اس کی خدمت میں
 اظہار فرمان برداری کے لیے حاضر ہوئے۔ سفر کا سلسلہ چند روز جاری رکھ
 کے عبدالرحمن نے سارے علاقے کی سیر کر لی۔ اور ہر جگہ اُس کی رونق
 افزوی پر بڑی مسرت ظاہر کی گئی۔ اور ایک ایسے بادشاہ کی صورت
 دیکھ کے جو خلیق و فیاض تھا۔ جو ان نبتی کے ساتھ جو ان سال بھی تھا۔ اور
 دانائی و فراست میں ضرب المثل تھا لوگ بہت ہی خوش ہوئے۔ اسی
 زمانے میں اُس کی بی بی سلطانہ حوراء کے حاملہ ہونے کی خبر آئی۔ اور عبدالرحمن
 جو اپنی اس انیس زندگی سے بے انتہا محبت رکھتا تھا اس کی ناسازی طبع

کی خبر سن کے فوراً قرطبہ میں واپس گیا جہاں وہ محترم سلطانہ مقیم تھی۔ تورا
قبائل بربر کی ایک افریقہ خاتون تھی۔ پادشاہ کو قرطبہ پہنچے چن ہی روز
ہوئے تبھے کہ سوال ۱۳۹ھ کی چوتھی تاریخ عبد الرحمن کے شکوے معلیٰ میں
وارث تاج و وہیم شاہزادہ ہشام پیدا ہوا۔ عبد الرحمن نے اس شاہزادے کے لیے
یہی نام تجویز کیا۔ اس مبارک تقریب میں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ بادشاہ
نے بڑی فیاضی سے خیرات تقسیم کی۔ اور کثرت کے ساتھ غریبوں کو کھانا کھلایا۔
اسی سال عبد الرحمن بن معاویہ نے رخصانہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ علی بن التیام
اُس پرانی سڑک یعنی سنگی راستے کی مرمت کرائی۔ اور اسے از سر نو درست کرایا۔
ایک بہت ہی خوبصورت باغ نصب کیا جس میں اُس نے ایک بنگلہ تعمیر کرایا۔
اس میں بیٹھتا تو سارا گرد و کاغذ سامنے ہو جاتا اور ملک کا دل چسپ منظر دیکھ
لو کھائی دیتا۔ اس باغ میں بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک کھجور کا درخت
لگایا تھا جو ان دنوں ارض اسپین میں بالکل نئی چیز تھا۔ کیونکہ سارے ملک میں
ایسی ہی ایک کھجور کا درخت تھا۔ اسی درخت سے وہ تمام کھجور کے درخت
پیدا ہوئے ہیں جو فی الحال ہسپانیہ میں نظر آتے ہیں۔

جو لوگ اس پادشاہ کی حالت سے واقف تھے بیان کرتے ہیں کہ اکثر
اوقات وہ اپنے اُس برج پر بیٹھ کے اس کھجور کے درخت کے نشو و نما کا
اندازہ کرتا۔ اور ایک خاص موقع پر جب کہ اُسے اپنا وطن یاد آیا۔ اور
دل کو صدمہ ہوا تو اُسی کھجور کے درخت کی طرف متوجہ ہو کے اُس نے یہ

ع پرانی سڑک کے مقام پر مصنف نے اصل ہسپانی زبان میں کلزادہ کا لفظ استعمال کیا جو عمومی طور پر
ایک سڑک کے مقام پر استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس موقع پر یقین کیا جاتا ہے کہ اس کے معنی ایک بندے کے ہیں جس نے پانی رکھا جاتا ہے
اور جو لایمان بیان کیا گیا جو اس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ ایسی زمین لگایا گیا تھا جو اس نیکو قائم کر کے دریائے جدا
کرن لگی تھی۔ (ترجمہ انگریزی)

اشعار موزون کیسے۔ جواب تمام لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔
 تو اے خوبصورت اور اچھے کچھور کے درخت تو بھی
 یہاں غریب الوطن ہو۔ مغربی ہوا میں
 ہر چار طرف سے آکے آہستہ آہستہ تجھے محبت کے جھونکے دیتی ہیں
 تیرے نازک حسن کو چومتی ہیں۔ خوش نصیب دولت مند ہر وہ زمین
 جس میں تیری جڑیں پھیلتی ہیں اور جس پر تو آسمان کی طرف
 اپنا سر اٹھائے کھڑا ہو۔ اے خوبصورت درخت کیا تو
 اپنے چھوٹے ٹھوٹے وطن کو یاد کر کے ملول نہیں ہوتا؟
 یہ صدمہ فقط میرے لیے ہو۔ اکیلا میں ہی پرانی حسرت دلی کے آنسو
 اُن خوبصورت نخلماے خرمائی کی یاد میں بناتا ہوں جو تیرے چھوٹے بھائی ہیں
 جن کو دریائے فرات کی لہریں شاداب شگفتہ بناتی رہتی ہیں۔
 تو بھی کیا اُس دریا (فرات) اور وہاں کے کچھور کے درختوں کو
 وہ یکہ و تنہا رونے والا یاد نہ آتا ہو گا جو اس غربت کی زمین میں
 اب تک اُن کی یاد نہیں بھولتا؟ پیارے وطن!
 جب بے رحم قسمت۔ اور اُس سے بھی بڑھ کے بے رحم
 ظالم بنی عباس نے مجھے نکال باہر کیا۔
 میری روح تیرے گرد اگر دیکھی پھرتی تھی؟ اور آج بھی
 میرا دل تیری پیاری خاک سے کس قدر وابستہ ہو؟
 اے خوبصورت اور پیارے نخل خرمائی اُس وطن کا
 کچھ خیال نہ کر! آہ تو اچھا ہو۔ مگر میں۔
 حسرت نصیب رونے والا سو اکوفت اٹھانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ اور

اس طریقے سے امپائر کجور کے درخت
میں تیرے اور اپنے دونوں کی طرف سے رو لیتا ہوں
کیونکہ ہم دونوں خاندان برباد ہیں۔

اس زمانے میں بادشاہ عبد الرحمن نے چاہا کہ سپہ سالار صمیل بن حاتم
کی عزت افزائی کرے۔ اس لیے کہ یوسف الفہری کے فرمان بردار بنانے کا
باعث وہی ہوا تھا۔ اور اس خیال سے بھی کہ ابن حاتم کی قابلیت و تجربہ کاری
کی جو قدر اس کے دل میں تھی اس کا ثبوت دے۔ قطع نظر اس کے وہ یہ
بھی چاہتا تھا کہ صمیل کو اپنا دوست اور متحد علیہ بنالے۔ اس لیے ایک بڑا
متم بالشان کام اس کے سپرد کیا۔ اُسے مشرقی اسپین کے شہرون میں بھیجا
کہ وہاں جیسی حکومت تھیں مناسب معلوم ہو اُسے عمل میں لاؤ۔ خصوصاً یہ
خدمت اس کے سپرد کی کہ سرحد فرانس پر سپہ سالارون میں جھگڑے پڑے
ہوئے ہیں انہیں دور کر کے اتحاد پیدا کرے۔ اُسے سمجھایا کہ جان تک ممکن ہو
اور جس طرح بن پڑے ملک میں خاموشی اور امن و امان پیدا کرادے۔ اور اس
امان اور خوش انتظامی کو از سر نو قائم کر دے جو ملک کی سرسبزی کے لیے
لازمی ہے۔

اس حکم کے مطابق صمیل اپنے چچا زاد بھائی علاء بن جابر العقیلی کو جو سرحد
کے بعض قلعوں کا حاکم مقرر کیا گیا تھا اپنے ساتھ لے کے روانہ ہو گیا۔

ساحر کے آغاز میں معاویہ بن صلیح الحضرمی متوطن حمص شام کا سفر
کر کے واپس آیا اس نے یہ سفر خاص بادشاہ کے حکم سے کیا تھا۔ یہ معاویہ اُن
چند لوگوں میں سے تھا جو مقررہ افریقہ میں عبد الرحمن بن معاویہ کی قسمت کے شریک

۵۔ اصل عربی اشعار کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی جن سے یہ سوجہ اہل الکتاب ہو گیا ہو ترجمہ عربی

رہے تھے۔ فی الحال وہ شام میں اس غرض سے گیا تھا کہ اکثر خیر خواہان بنی امیہ کو جرمان پڑے ہوئے تھے اسپین پہلے آنے کا شوق دلائے۔ ان میں سے اکثر بزرگ خاص عثمان و وقعت کے لوگ تھے اُس کے ساتھ چلے آئے۔ جن میں جیت بن عبد الملک اور عبد الملک بن بشر بن مردان اور مروان اور قنبر بن نیر کے دس بھائی جو دولت بنی امیہ کے نہایت قابل قدر و ابندگان داسن میں سے تھے۔ ابوسلمان فطیس بن سلیمان بن عبد الملک اور چند اور لوگ جو خاندان پر بادشاہ زورہ ارض عراق مصر اور برقیان مارے مارے پھرتے تھے اور ان کی ہر گھڑی خطروں میں بسر کرتے تھے اور بجز اس نے کہ وہ اگلے دنوں کسی سردار اور بنی امیہ کے سرور و عنایت رہے تھے اُن کا اور کوئی جرم نہ تھا ان کو بھی ہسپانیہ بادشاہ عبد الرحمن نے بلوایا۔ ان لوگوں کے آجانے سے وہ بہت خوش ہوا اور معاویہ بن صالح کو قاضی القضاۃ یعنی سارے اسپین کی جانشین کا قاضی اعلیٰ مقرر کر دیا۔ عبد الملک بن عمر بن مروان کو عبد الرحمن نے ایشیلیہ کی جانشین مقرر کیا۔ اور سلیمان بن فطیس بن سلیمان کو قبرہ کا حاکم مقرر کیا جس شہر کو یہ لوگ عراق کے شہر واسطہ کی یادگار میں عموماً واسطہ کہا کرتے۔

اسی زمانے میں حمص کے چند اور سردار بھی یہاں آئے۔ مگر وہ اس غرض سے یہاں آئے تھے کہ عبد اللہ بن عبد الملک بن مروان سے اس بات کا انتظام لیں کہ اُس نے چند بہت ہی خفیف باتوں پر براگینتہ ہو کے ابو الصباح امیہ نام اُن کے ایک عزیز کو قتل کر ڈالا تھا۔ عبد الرحمن بن معاویہ کو جب یہی حکمہ قالونی عدالتین عہد اپنے وطنی شہروں کی یاد دہن عربوں کو اس جانب راغب کیا تھا کہ اسپین کے شہروں کو شرقی شہروں کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ایشیلیہ کو حمص کہتے تھے۔ انورہ اور غرناطہ کو دمشق۔ اور جیان کو کنسرین وغیرہ وغیرہ (کانڈی)

اس عداوت کی خبر ہوئی تو اُس نے فوراً اُن لوگوں کو اپنے سامنے بلوایا اور دونوں خاندانوں کے درمیان جو نزاع تھی اُسے دور کر کے دونوں کو ایسا اطمینان دلادیا کہ پھر کبھی جھگڑا نہ ہوا۔

اب بادشاہ نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ میں چاہتا ہوں اسپین کی اس اسلامی شہنشاہی کا دار السلطنت قرطبہ کو قرار دوں اور حکم دیا کہ اسکے رہنے کے لیے وہاں ایک قصر یا ایوان شہر یاری تعمیر ہو۔ جس کے آس پاس بہت خوبصورت باغ ہوں اور وہ دریا کے کنارے تعمیر کیا جائے۔

وسوان باب

یوسف الفہری کی مرتابی اور اس کی موت

تقریباً اسی زمانے میں والی اشبیلیہ عبد الملک بن عمرو بن مروان نے بادشاہ عبد الرحمن کو فوج کشی کی راہ دی۔ اور مطلع کیا کہ طرفداران یوسف الفہری پھر سپاہیوں کو جمع کر رہے ہیں اس نے یہ بھی خبر دی کہ مذکورہ والی ہمارے سے تو معاہدہ اطاعت کر کے گیا مگر وہاں ہونے کے بعد اُن قلعوں کے حوالے کرنے میں لیت و لعل کر رہا ہو جن کو اُسے فوراً چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ اس قدر نہیں اس نے علانیہ علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔ اور اپنے جانیزائرا سپین ہونے کا مدعی ہونے کے ساتھ شاہ عبد الرحمن کو "الد اخل" کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خواہ مخواہ ہمارے ملک میں بغیر کسی حق کے گھس آیا اور آپ کی نسبت لوگوں سے کہتا ہے کہ وہ تو ایک مجہول الحال فتنہ انگیز شخص ہے۔ یہ سنتے ہی عبد الرحمن نے عبد الملک کو حکم دیا کہ تم فوراً شیرس آرتوس - سدونیہ اور اشبیلیہ کے رسالوں کو اپنے ہمراہ لے کے روانہ

ہو جاؤ۔ اور باغیوں کا استیصال کرو۔

یوسف نے پہلا کام یہ کیا تھا کہ حصن مدور پر قبضہ کر لیا۔ اسلئے کے آخر میں وہ اُس قلعہ پر چانگ جا پہنچا اور اُس پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اسکے قریب وجوار کے کل مقامات پر حملے کیے اور ہر جگہ ایک بل چل ڈال دی۔ عبد الملک بادشاہ کا حکم ہوتے ہی بلاتامل اُس کے مقابلے کو روانہ ہوا اور اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ اپنی پیدل فوج کے ایک حصے کو ساتھ لے کے پیچھے پیچھے آئیں تاکہ قلعہ مدور کا محاصرہ کر لیا جائے۔ اس کے پہنچنے کے بعد یوسف اور عبد الملک کے سواروں نے متواتر حملے کیے جن کا انجام کبھی اُس کے موافق ہوا کبھی اُس کے نافی لیکن مجموعی طور پر غلبہ عبد الملک ہی کو حاصل رہا۔ چنانچہ اُس نے کئی گاؤں پر قبضہ کر لیا جن کے باشندے یوسف کو اپنا حاکم تسلیم کر چکے تھے۔ ان لوگوں کو زیر کر لینا بڑا اہم معاملہ تھا کیونکہ ان میں سے اکثر نے یہ کیا کہ الفہمی نے جو اسلئے اور سامان جنگ اُن کے پاس جمع کر دیا تھا وہ سب انھوں نے بلاتامل عبد الملک کے حوالے کر دیا۔ اور بغاوت کے الزام پر یہ عذر پیش کیا کہ اُس باغی والی کی اطاعت ہم نے فقط اس وجہ سے قبول کی کہ اُس کے لشکر کو دیکھ کے ہم مجبور ہو گئے۔ اور یہ باغی بھی کوئی معمولی اور غیر شخص نہ تھا۔ بادشاہ کے آنے سے پہلے وہی حقدار امیر تھا۔ اور چند ہی روز پہلے ہم اس کی فرمان برداری کر رہے تھے اب عبد الملک نہایت عجلت کے ساتھ قلعہ مدور کا محاصرہ کرنے کو روانہ ہوا۔ اور چند ہی روز میں اُسے فتح کر لیا۔ ثر وہ فتح اُس نے بادشاہ کی خدمت میں لکھا اور درخواست کی کہ قرطبہ سے اور فوج روانہ فرمائی جائے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ یہ لشکر و جہاز گانہ حصوں پر تقسیم ہو کے روانہ ہو اور ہر حصہ

عہ یہ قلعہ فی الحال "المسدور" کہتا ہے (کانڈی)

جداگانہ راستے سے کوچ کرتا ہوا یہاں آئے۔ ایک حوالی بقیہ کی طرف روانہ ہوا اور دوسرا علاقہ تدمیر کی طرف جہاں باغیوں کی قوت بہ لحاظ تعداد اور باقتدار اعلیٰ درجہ کا لشکر ہونے کے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ ماسرا اس کے اُس نے تاکید کر دی کہ یہ ملک جہاں تک پہنچنا بہت محنت کے ساتھ روانہ کی جائے۔

اپنے لشکر کی اس تقسیم سے عبد الملک کو یہ بڑی کامیابی ہوئی کہ یوسف الفہری کی توجہ اور قوت دو جانب بٹ گئی۔ اور گوشہ کے میدان میں اُسے موقع مل گیا کہ الفہری کے سواروں کو محصور کر لے۔ جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور خود یوسف کی سرداری میں تھے۔ اس میدان میں یوسف الفہری اور اس کا غالب حصہ فوج جس میں نہایت ہی جنگ آزمودہ لوگ تھے حیرت انگیز بہادری سے لڑے۔ بہت بڑی خونریزی ہوئی۔ اور چند ہی آدمی اس لڑائی میں اپنے لیے اتنا راستہ نکال سکے کہ یکہ و تہا اپنی جان بچا کے بھاگ جائیں۔ خود یوسف الفہری سر سے پاؤں تک زخموں سے چور میدان میں پڑا ہوا ملا اور جیسے ہی پہچانا گیا ویسے ہی اس کی روح پرواز کر گئی۔ جبکہ یوسف الفہری کے سر کے ساتھ اس عظیم الشان فتح کی خبر قرطبہ میں بھی۔ گوشہ کی یہ لڑائی اور یوسف کا میدان جنگ میں مارا جانا مسلمانوں میں واقع ہوا۔ اُس نے نو سال اور نو مہینے تک اسپین میں حکومت کی تھی۔

گیارہواں باب

خارج حوالی قسطہ پر جانے لگا اور بادشاہ عبد الرحمن کے لشکر کا فخر طلیطلہ میں داخلہ اس پر دست فتح اور ایسے خوفناک دشمن و باغی کے مارے جانے کا روح افزا

اور اطمینان بخش فروہ سن کے عبدالرحمن بہت خوش ہوا۔ اس لیے کہ اُسے امید تھی کہ یوسف الفہری کے مارے جانے کے بعد اُس کے طرفداروں کی باغیانہ کوششوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اسی زمانے کے قریب بادشاہ نے قسطلہ کے عیسائیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس میں اُن کے لیے رقم خراج شخص کی جس رقم کا ادا کرنا اُن کے ذمے لازمی تھا۔ یہ ضمانت و کفالت کا عہد نامہ مکمل کر کے عیسائیوں کے حوالے کر دیا گیا اور اُس کی عبارت حسب ذیل تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از جانب عالی مرتبہ بادشاہ عبدالرحمن بنام اساقف و مقتدایان و راہبان و دیگر مسیحیین اسپین اہل قسطلہ اور اُن سب لوگوں کے لیے جو اُن کے جانشین ہوں یہ ایک عہد نامہ اور ضمانت ہو۔

بادشاہ اپنی جان کی قسم کھا کے وعدہ فرماتے ہیں کہ اُن کی جانب سے اس معاہدے کی پوری پوری پابندی کی جائے گی۔ اور مسیحیوں کے ذمے واجب ہوگا کہ ہر پانچ سال کی مدت میں دس ہزار اونس سوٹا۔ دس ہزار پونڈ چاندی دس ہزار عمدہ گھوڑے۔ اتنے ہی بخر۔ ایک ہزار چار آئینے۔ ایک ہزار تمباکین اور اتنے ہی نیزے ہر پانچ سال کی مدت کی بابت سالانہ پیش کرتے رہیں گے۔

”مرقوم بہ شہر قرطبہ تیسری ماہ صفر ۸۴۲ھ“

تاریخون میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اسی سال شہر قرطبہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ اُس شہر کی حفاظت فقط عیسائیوں کے ذمے چھوڑ دی گئی تھی۔

ع مورخین غرناطہ جو اس عہد نامے کو نقل کرتے ہیں بتاتے ہیں کہ مورخ رازی نے اس کی روایت کی جو گرین خیال کرتا ہوں کہ یہ نقل مطابق اصل کے نہیں ہے۔ اس لیے کہ مورخ داؤدی الرامی کے اُس طرف کے موجدات اُن دنوں قسطلہ نہیں کہلاتے تھے بلکہ جلیقہ کے نام سے مشہور تھے (کاٹی)

اب سپہ سالار صہیل بن حاتم نے یوسف کے بارے جاننے کا حال سنا تو اُسے نظر آگیا کہ انسان کے معاملات کس قدر بے بنیاد ہیں یا شاید یہ بات اُس کے ذہن میں آئی ہو کہ میرے معاملات میں قسمت کا کھیل اس قدر بگڑ گیا کہ سدھرنے کی کوئی امید نہیں۔ اس لیے اُس نے پادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کے خطوط بھیجے کہ اب مشرقی اسپین میں میرے موجود رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اجازت ہو تو میں اپنی خدمت سے بسکد و ش ہو کے شہر سگوٹرا میں خانہ نشین ہو جاؤں۔ لیکن اس علاقے کے قلعجات کی مضبوطی و حفاظت کا جو فرض اُس کے دے عاید کیا گیا تھا اُسے اُس نے پوری طرح انجام دے دیا تھا مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس فرض کے انجام دینے کی محنت و رضامندی نہیں بلکہ اس کی دانائی و قابلیت تھی۔ یہ درخواست اس نے اس انداز سے کی تھی کہ گویا ایک شخص جس کی نسبت اتفاقاً کوئی اچھی رائے قائم ہو گئی ہو اور وہ اُس کی تکذیب نہیں کرنا چاہتا۔ عبد الرحمن نے اُس کی درخواست قبول کی اور صہیل سگوٹرا میں چلا گیا۔ انہیں دنوں والی طلیطلہ تمامین علقمہ اُس شہر کے حوالی میں یوسف الفہری کے بیٹوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ سب سے بڑا بھائی عبد الرحمن بن یوسف جو ایک بہادر اور اچھا شہسوار تھا اس کے مقابل ایک خونریز لڑائی میں بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ دوسرے بھائی محمد ابو الاسود نے اپنے سواروں کے ساتھ بھاگ کے طلیطلہ میں پناہ لی اور قلعہ بند ہی کر کے انتظار کرنے لگا کہ دیکھے قسمت کیا فیصلہ کرتی ہے۔

تمامہ نے اس فتح کی خبر پادشاہ کو بھیجی اور اسی نامہ بر کے ہاتھ عبد الرحمن بن یوسف کا سر بھی روانہ کیا جو اُس کے باپ کے سر کے برابر قرطبہ کی شہر پناہ کے اوپر ایک کھونٹی میں لٹکا دیا گیا۔ تمامہ کی اس فتح پر عید منائی گئی۔ یوسف کے

اس بد قسمت بیٹے نے اپنی دانائی شجاعت اور اعلیٰ سپہ سالاری کے لحاظ سے ایسی ناموری حاصل کر لی تھی کہ اُس کے مارے جانے کو بڑی اہمیت دی گئی۔
 اُدھر علقمہ طلیطلہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ طلیطلہ بڑا آباد شہر تھا۔ اُس کے رہنے والے مختلف مزاج اور مختلف راہیں رکھتے تھے۔ شہر والوں کو کسی خاص جماعت سے نہ کوئی دلچسپی تھی اور نہ کسی مخصوص سردار سے اُن کو اُنس تھا۔
 اس لیے اُن کو سب سے زیادہ یہ فکر تھی کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ محاصرے کی آفت سے بہت جلد نجات ملے۔ چنانچہ شہر والوں کا غالب حصہ شہر کی حمایت میں جو کارروائی کرتا اُس میں اُن لوگوں کی رضامندی کو بہت ہی کم دخل ہوتا۔ اُن کی کوششیں نہ بلوغ خاطر تھیں اور نہ ایسی زبردست تھیں کہ نتیجہ خیز ہوں۔ اُن میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے اندر ہی اندر کوشش کی کہ تمامہ کے لیے شہر کے اندر داخل ہو جائے۔ نین آسانیاں پیدا ہو جائیں۔ غرض اُن لوگوں نے ایسے اسباب پیدا کر دیے کہ تمامہ اچانک شہر میں گھس پڑا۔ اور یوسف کے طرفداروں نے حریف کو سر پر دیکھ کے خیال کیا کہ اب ہمیں مستعدی سے بھاگ کے اپنی بانیں بچانی چاہیے ہیں۔ غرض ایک بھی نہ تھا جس نے اپنے گزشتہ حاکم کے نو عمر بیٹے محمد ابوالاسود کے نظروں کا کچھ خیال کیا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بدر نام ایک سردار نے جو شاہ عبد الرحمن کا ایک آزاد شدہ غلام تھا اُس سے زندہ گرفتار کر لیا۔ لیکن یوسف کا تیسرا بیٹا قاسم بھیس بدل کے اپنی جان بچالے گیا۔ محمد بن یوسف کو تمامہ نے زبردست حراست میں قلعہ روانہ کیا۔ تاکہ بادشاہ اپنی مرضی کے مطابق اس کی قسمت کا فیصلہ کریں۔ عبد الرحمن کے سپہ سالار تمامہ کا شہر طلیطلہ میں داخلہ لوین ذیقعد ۱۲۲ھ میں ہوا۔
 عبد الرحمن بن معاویہ نے جب ان واقعات کی خبر سنی تو چونکہ وہ

یالطبع رحمدل واقع ہوا تھا۔ اور اندون کا میانی کی خوشی مین نیکی اور خیرات کی جانب مائل تھا اس لیے نو عمر محمد بن یوسف کے حال پر ترس کھایا اور اسے قتل سے آزاد کر کے حکم دیا کہ تمہایت زبردست ہر سین فیصل قریبہ کے ایک زبردست برج کے اندر قید رکھا جائے۔

بارہواں باب

برقرہ بن نمان اور قاسم بن یوسف کا ہنگامہ
یوسف کا بیٹا قاسم علیہ السلام سے بھاگا تو شیخ برقرہ بن نمان انسانی نے اُسے
جزیرۃ الغضار میں اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ اور ایسی بہادر سی و شجاعت کے
ساتھ اُسے اپنی حالت میں لیا کہ اُس نوجوان کے دل میں پھر حوصلہ پیدا ہو گیا
کہ نئی فوج جمع کرے اور از سر نو بادشاہ کی قوت کا مقابلہ شروع کر دے۔
سست اور کامل لوگوں کی جماعتیں جو انکی باہمی خونریزیوں اور بد نظمیوں سے
بتاہ و برباد ہو چکی تھیں تھوڑے ہی زمانے میں اُس کے جھنڈے کے نیچے پھر جمع
ہو گئیں۔ اور برقرہ اور قاسم اس لشکر کو ساتھ لے کے چلے۔ اور اتنی کامیابی
ساصل کر لی کہ شہر سدوینہ پر قابض ہو گئے۔ اس سے اُن کا حوصلہ اور بڑھ گیا
اور اُس گروہ کی پہ سالاری پر اترنے لگے جس میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں
کی تھی جن کی غرض لڑنے سے فقط بٹانا مارنا تھا۔ اب اپنے لشکر کے ساتھ انھوں
نے شہر اقبیلیہ پر حملہ کیا۔ اس شہر پر کسی کے حملے کا اندیشہ نہ تھا اس لیے اُس کی
حفاظت کا بھی کوئی خاص انتہام نہیں کیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ ناگمان اقبیلیہ پر
ہوئے۔ اور ہونچتے ہی اندر گھس پڑے۔
شاہ عبدالرحمن کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو جیشی سواروں کا ایک سالہ

جو شہرین موجود تھا اور ایسے ہی چند اور سواروں کو جو فوراً جمع ہو سکے ہمراہ کباب لے کے قریب سے چل کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی والی طلیطلہ تمامہ بن علقمہ کو حکم بھیجا کہ بلا تامل افوج لے کے اُس کے پاس آجائے۔ عہد الرحمن جیسے ہی ایشیلیہ کے قریب پہنچا برقرہ نے شہر سے نکل کے مقابلہ کیا۔ سخت لڑائی ہوئی بس مین باغیوں کا سردار برقرہ مارا گیا۔ اور اُس کے ہمراہی بے ترتیبی سے بھاگے فتح حاصل کر کے عہد الرحمن ایشیلیہ میں داخل ہوا۔ اور لوگوں نے بڑی مسرت اور نہایت ہی جوش و خروش سے اُس کا استقبال کیا۔ اب حبشی رسالے کو حکم ہوا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب کرے ساتھ ہی یہ بھی تاکید کر دی گئی کہ مفرورین مین سے جو کوئی شاہی لشکر مین بھرتی ہونا چاہئے اور ہتھیار رکھ دینا منظور کرے اُس کی جان بخشی کی جائے۔

اس معرکے کے چند روز بعد تمامہ بن علقمہ ایشیلیہ میں پہنچا۔ پادشاہ نے اُس کی بڑی قدر منزلت کی۔ اور نہایت عزت کے ساتھ خود اپنا ہمان کیا۔ اور اس سے کہا چند روز تک میرے پاس رہ کے تم آرام لے لو۔ مگر تمامہ نے عرض کیا حضور مین آرام لینے کے لیے نہیں ہوں بلکہ اس لیے ہوں کہ اُن تمام باغیوں کو جن سے ملک کو اذیت پہنچ رہی ہے نیست و نابود کر دوں۔ چنانچہ وہ اجازت لے کے سند و نیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جس میں بلا مزاحمت داخل ہوا اس لیے کہ قاسم اور اس کے ہمراہیوں کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ فہیل شہر کے اندر ٹھہر کے اُس کے پہنچنے کا انتظار کریں۔ تمامہ نے وہاں پہنچ کے جیسے ہی سنا کہ یوسف کے بیٹے نے جزیرۃ الخضر میں جا کے پناہ لی ہو تو ایسی پھرتی اور مستعدی سے اس کے سر پر جا پہنچا کہ سب کو حیرت ہو گئی اور قاسم کو خود اس کے ہمراہیوں نے کپڑے کے حوالے کر دیا۔ اور وہ نامور سپہ سالار اپنے اُس قیدی کو لے کے ایشیلیہ میں واپس آیا تاکہ اُس کے حق میں بادشاہ کو جو کارروائی مناسب معلوم ہو عمل میں لائے۔

ان مہمون کے انجام میں جلد جلد ایسی ایسی مقصد دریاں دیکھ کے شاہ
عبدالرحمن بہت خوش ہوا۔ اور والی تمام بن علقمہ کی عدوت افزائی کے لیے
اسے اپنا حاجب یعنی میرڈ و موسیر مقرر کیا۔ اس عہد پر جو مامور ہوتا وہ ہمیشہ سلطنت کا
وزیر اعظم سمجھا جاتا۔ اور درباری اشیہ کے تمام مہتمم با نشان معاملات میں عام ازین
کہ وہ صلح کے متعلق ہوں یا جنگ کے اس سے مشورہ لیا جاتا۔ قاسم بن یوسف کو
بادشاہ نے زبردست حراست میں ظلیلہ بھیج دیا۔ اور اپنے وزیر اور مہند علیہ بدر کو
حکم دیا کہ اس نوجوان کو وہاں لے جائے۔ اور وہاں کے کسی برج میں نہایت
زبردست حراست میں مقید رکھے۔

اس کے بعد شاہ عبدالرحمن نے ظلیلہ کی حکومت جیب بن عبدالملک کو
دی۔ جب عبداللہ بن عبدالملک بن مروان کو مریدہ کا والی مقرر کیا۔ اور اس کا
باپ عبدالملک اشبیلیہ کا حاکم قرار پایا تاکہ اپنے فرزند سے ملنے کے لیے اسے زیادہ
دور نہ جانا پڑے۔ ابراہیم بن عبدالملک کے ہاتھ میں عبدالرحمن نے ایقان کی
حکومت دی۔ محمد بن عبدالسلام بن بسل کو سند وینا کا حاکم بنایا۔ اور اسد بن عبدالرحمن
اشبہانی کو حاکم اتوریہ مقرر کیا۔

وزیر بدر اپنے قیدی کو لیے ہوئے مدینہ ظلیلہ میں پہنچا۔ مگر وہاں اسے
زیادہ ٹھہرنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حکم پہنچا کہ عیسیٰ بن حاتم جو سکونترا میں
عدوت گزین تھا اسے بھی اپنی حراست میں لا کے مدینہ ظلیلہ میں رکھے۔

تیرھواں باب

عیسیٰ بن حاتم الیقسی کی گرفتاری اور موت
اب شاہی حکم کی تعمیل ضروری تھی۔ اگرچہ کسی کو اس حکم کا اصلی باعث نہیں معلوم

تھیں۔ مذکورہ بالا نامور سپہ سالار صمیل سگونیٹرا میں اپنے مکان کے اندر بٹا ہر تو بالکل خاموشی کے ساتھ بسر کرتا تھا اور تقدیر کے آگے سر جھکائے ہوئے تھا۔ مگر اس خاموشی میں بھی وہ اپنے اُن پرانے دوستوں سے لطف صحبت اٹھایا کرتا جو اگلے دنوں میں اس کے شریک زندگی رہے تھے۔ اس کے سوا وہ اور کوئی کام نہ کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن اس خاموش سپہ سالار نے دھوم و دھام کے ساتھ چند مہمانوں کی دعوت کی۔ اور دعوت کے لیے بہت زیادہ اہتمام کیا۔ اس صحبت میں اس نے دوستوں کو اپنی ایک نظم سنائی جس میں اس نے بعض ایسے واقعات کی پیشین گوئی کی تھی جو غریب پیش آنے والے تھے۔ یہ نظم سنا کے بیٹھا ہی تھا کہ ناگهان وزیر ہجر نے اپنے سواروں کے ساتھ آگے اس کا مکان گھیر لیا۔ اور صمیل کو اسیر کر کے قلعہ میں لے گیا۔ وہاں چند روز تک تو وہ قید رہا۔ اور اُس کے بعد قید خانے ہی میں قتل کر ڈالا گیا۔ مگر یہ امر کبھی صاف طور پر نہیں کھلا کہ اس کے ساتھ یہ ساوک کیوں کیا گیا۔ بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ فقط اپنی شہر و مسلم چالاکی و کیا دی کے اندیشوں سے یہ کارروائی عمل میں آئی۔ بعض کا خیال ہے کہ دشمنوں نے اُس کو تمسکین لگائیں۔ اور محض اُسے ضرر پہنچانے کی غرض سے بادشاہ کو اُس کی جانب سے بظن کروایا۔ مگر غالباً یہ الزام اُسے بے وجہ نہیں دیے گئے تھے بلکہ زیادہ تر قرین قیاس معلوم ہوتے تھے۔ اس لیے کہ صمیل کے قتل کے بعد بہت سی باغیانہ سازشوں کا حال کھلا جن کو فقط وہ مفسدین تہا نہیں عمل میں لاسکتے تھے جو ان کے مرتکب پائے گئے۔ اور وہ سازشیں بھی ایسی تھیں کہ اگر اندر ہی اندر نشو و نما پا جاتیں تو بہت ہی جلد سلطنت میں سخت بد نظمیان پیدا ہوتیں۔ صمیل بن حاتم کے قتل کا واقعہ ۱۲۱ھ میں پیش آیا۔

اب انبیلیہ میں بادشاہ عبد الرحمن کا حیوۃ بن طیمث الحضرمی نے نہایت ہی

شان و شکوہ سے استقبال کیا۔ حیوۃ قشام کے ایک معزز ترین خاندان کی یادگار تھا اور اشبیلیہ کا معزز ترین شیخ تھا۔ اس نے بڑی الوالعزمی و کروفر سے بادشاہ کی دعوت کی اور اسی دعوت میں اپنا ایک قصر اور اُس کا تمام ساز و سامان بادشاہ کی نذر کر دیا جسے عبدالرحمن نے محض اس خیال سے کہ اس عمر و محترم شیخ کی دلشکنی نہ ہو قبول کر لیا۔ حیوۃ اس کے بعد چند ہی روز زندہ رہا۔ اور اُس کے مرثیے میں خود بادشاہ عبدالرحمن نے بہت ہی لطیف اشعار موزون کیے جن میں اس کی مہمان نوازی فیاضی اور دیگر صفات کا تذکرہ تھا۔ ان اشعار میں مذکور تھا کہ حیوۃ بن لیث و دنیا سے گیس گیا تو اس کے ساتھ خوبی۔ نیکی۔ مہمان نوازی اور شجاعت بھی دینا سے چلی گئیں۔ ^{۱۲۱} بادشاہ کا یہ ہواہ حصہ عبدالرحمن نے اشبیلیہ ہی میں بسر کیا۔ اور اُسی زمانے میں وہاں ایک بہت ہی خوبصورت المیۃ یعنی باغ بنوایا جو رقیع نابلس کہلاتا تھا۔ یہاں اُس نے ایک نفیس برج بھی تعمیر کرایا اور قریبہ کی طرح یہاں بھی ایک کھجور کا درخت نصب کرایا۔ اسی سے کھجور کے وہ تمام درخت پیدا ہوئے ہیں جن کا اشبیلیہ کے علاقے میں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اسکے بعد سے وہ شہر ہی ”مقام نخلہ“ کے نام سے مشہور ہو گیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ عبدالرحمن نے کھجور کے درخت کی نسبت جو اشعار موزون کیے ہیں وہ قریبہ والے درخت کے بارے میں نہیں بلکہ اسی درخت کی شان میں ہیں۔ والہ اعلم بالصواب

چودھواں باب

مدینہ طلیطلہ میں ابن عذراء کی بغاوت

بادشاہ مشرقی اسپین میں جانے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ خبر آئی طلیطلہ کے ایک بزرگ و صاحب اثر خاندان نے اس کے وزیر کے خلاف جو شہر کا والی ہو

بغاوت کردی۔ اور سرتابی پر آمادہ ہو گیا۔ یہ سرکش لوگ حمص سے آئے تھے۔ اور
 اُن کا سردار ہشام بن عذراء الفری تھا جو یوسف الفری سے قرابت رکھتا تھا جبکہ الرحمن
 کو یہ بھی خبر پہنچی کہ ان باغیوں نے القصر یعنی ایوان شہریاری پر قبضہ کر لیا جو وزیر
 ساز شیون کے خوف سے جان بچا کے جھٹ پٹ بھاگ کھڑا ہوا اور شہر کو ان لوگوں
 کے ہاتھ میں چھوڑ گیا۔ بہت سے معزز مسلمان جو باغیوں کے مزاحم ہوئے بے رحمی سے
 کاٹ ڈالے گئے۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی سنا کہ قاسم بن یوسف قید خانے سے نکل
 کے چھوٹ گیا۔ اور اس صوبے کے ہر شہر میں باغی جماعتوں کو پیام بھیجا گیا جو کہ ہمارے
 ساتھ آ کے شریک ہو۔

تمام آوارہ و فکستہ حال گروہ جو ملک میں مارے مارے پھرتے تھے۔ سب آمادہ
 ہو گئے کہ باغیوں کے گروہ سے آملین۔ اور ہشام بن عذراء نے ناعاقبت اندیشی
 کی فضول خرچی سے اپنی ساری دولت ان لوگوں میں بانٹ دی۔

تھوڑے ہی دنوں کے اندر اس کے گرد دس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ گران
 میں کمزرت سے مجرم تھے یا لیڈرے جو اس سے پیشتر شاہی سطوت اندیشے سے کسی شہر کی
 سڑکوں پر علانیہ اپنی صورت دکھانے کی بھی جرأت نہ کر سکتے تھے۔

یہ حالات سن کے بادشاہ عبد الرحمن کو بڑا صدمہ ہوا۔ ان واقعات پر اس نے
 بہت افسوس کیا اور جو لشکر قرطبہ میں موجود تھا اُسے فوراً جمع کیا۔ اپنے حبشی سواروں
 کو بھی مرتب کیا۔ یہ بھی حکم جاری کیا کہ اس کے عہدہ دار شہر مریدہ اور اُس کے
 حوالی سے بھی لشکر جمع کر کے ملک کے لیے روانہ کریں اور سب لوگ فوراً مدینہ
 طیبہ کا رخ کریں۔ جس کی طرف وہ خود بھی چل کھڑا ہوا۔ جب قرطبہ کے سوار
 طلیطلہ کے قرب و جوار میں پہنچے تو تمام باغی گروہ جو قلعہ مرادہ اور وادی العشرہ
 کے میدانوں میں لوٹ مار کر رہے تھے سب کے سب جلدی جلدی بھاگ کے

شہر کے اندر چھپ رہے۔ اور وجہ یہ کہ وہ لوگ نہ باضابطہ سپاہی تھے اور نہ معزز قسم کی ہندو آزمانی کے عاوی تھے۔ لہذا ان کو جرأت نہ ہوئی کہ عساکر شاہی سے مقابلہ کریں یا کسی کھلمیہ ان میں سامنا کر کے لڑیں۔ تاہم شہر کے پھاٹکوں کی حفاظت اور فیصل شہر کی آڑ میں بامند برجوں کے نیچے شہر کے لڑنے کا کچھ نہ کچھ انتظام انھوں نے کر ہی لیا۔ مدینہ طلیطلہ کی وضع ایسی واقع ہوئی کہ نہایت ہی بلند مقام میں ہے اور بہت ہی مضبوط ہے۔ سارے شہر کے گرد بہت ہی چوڑے آثار کی شہر پناہ ہے۔ اور ایسے زبردست برج بنے ہوئے ہیں کہ شہر کی حفاظت کر لینا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے۔

یہ دیکھ کے اور نیز اس خیال سے کہ غالباً محاصرہ کو طول ہوگا۔ محض اس بنا پر نہیں کہ یہ بڑا زبردست شہر ہے بلکہ اس خیال سے بھی کہ باغیوں کو کامیابی کی امیدیں ہیں جس کے باعث وہ ایسی لڑائی لڑنا چاہتے ہیں جیسی کہ کوئی مایوس اور جان سے ہاتھ دھوئے والا لڑتا ہے۔ بادشاہ اس بات پر راضی ہو گیا کہ جو سردار شہر پر تصرف ہو گئے ہیں ان سے صلح کی سلسلہ جنبانی کرے۔ گو کہ یہ امر بالکل اس کی مرضی کے خلاف تھا مگر اس کو کیا کرتا کہ طلیطلہ کے باشندوں پر ان لوگوں کے ہاتھ سے جو فیصل کے اندر جمع تھے سخت مظالم ہو رہے تھے۔ بادشاہ کے حاجب تمام بن علقمہ نے بھی اس موقع پر صلح ہی کا مشورہ دیا جسے اطلاع ملی تھی کہ ایسا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک طوفان عنقریب سواحل الغرب یعنی مغربی اسپین میں بپا ہونیوالا ہے۔ جس کی وجہ سے سخت ضرورت تھی کہ اس محاصرہ کا جلدی خاتمہ کیا جائے تاکہ بادشاہ کو ان نئے ہنگاموں کی طرف متوجہ ہونے کا موقع مل جائے۔

اسی خیال سے حاجب مذکور نے جو والی طلیطلہ بھی تھا باغیوں کو اطلاع دی کہ اگر تین دن کے اندر تم لوگ اپنے آپ کو بادشاہ کے رحم پر چھوڑ کے ہتھیار رکھ دو گے تو میں یقین دلا سکتا ہوں کہ تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ ہوگا۔ تمہارے

قصور سے ورگزر کیا جائے گا اور تمھاری یہ سرکشی معاف کر دی جائے گی ہشام بن
عذراء کے خاندان والوں اور باشندگان شہر کے ایک بڑے گروہ نے جو محاصرے
سے پہلے ہی ناراض تھا اور اب اُن لوگوں کو باغی گروہوں کی بنطیان اور زیادہ
نا قابل برداشت ہو گئی تھیں ہشام بن عذراء کے پاس جا کے التجا کی کہ اب آپ
اطاعت قبول کر لیں۔ چنانچہ اُس نے اپنے بیٹے محمد کو پادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ پادشاہ
نے اس شرط پر معافی دی کہ ہشام اسی وقت شہر کے پھانک کھول دے اور شاہی
لشکر گاہ میں حاضر ہو جائے۔ اس حکم کے مطابق ہشام بہت ہی ڈرتے ڈرتے اور
حد سے گزرے ہوئے ہر اس کے ساتھ شاہی خیمے کے سامنے حاضر ہوا۔ مگر اس کی
جرات بھی اسے فقط اپنے بیٹے اور دیگر معززین شہر کو دیکھ کے ہوئی جو یہاں تک
اُس کے ساتھ آئے۔ آخر کار اس کی بزوری گئی اور اُس کے دل کا دھڑکا کم ہوا۔
اُسی دن شہر مفتوح ہو گیا۔ اور جیسے ہی شہر کا پھانک کھلا ہشام بن عذراء اپنے
ساتھیوں کے ساتھ شہر سے نکل کے پادشاہ کی حضوری میں حاضر ہوا۔

شاہ عبدالرحمن نہایت سنجیدگی کے ساتھ اور بشاش چہرے سے ملا۔ لیکن چند
لحے خاموش رہنے کے بعد ان لوگوں سے کہنا اگرچہ یہ بغاوت اور فتنہ انگیزیاں
جن کے تم لوگ بانی ہوئے ہو نہایت ہی سخت سزا کی مستوجب ہیں مگر سروسد میں
تمھارا قصور معاف کرتا ہوں۔ اور تم لوگ اطمینان کے ساتھ اپنے شہر میں جا سکتے ہو۔
لیکن اس نے اتنی خواہش البتہ کی کہ قاسم بن یوسف پھر اپنے اسی قید خانے میں
رکھا جائے اور ہشام بن عذراء کا بیٹا کفیل کی حیثیت سے میرے پاس رہے۔ بعض
پہ سالار اور سرداران فوج و دونوں طرف صف باندھے کھڑے تھے انھوں نے
ادب سے عرض کیا کہ ہشام اور تمھیں کے سردار جو بغاوت میں اس کے ہر جوش
شریک تھے ان کے سر کاٹنے کا حکم دیا جائے تاکہ دوسروں کے لیے عبرت اور

ذریعہ تہہ ہو مگر شاہ عبد الرحمن نے کہا "اگر ساری دنیا مل جائے تو بھی اپنے قول سے نہ پھروں گا" اور پھر اُن کی جان بخشی کا حکم جاری کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے سپہ سالار سعید بن السیب کو حاکم طلیطلہ مقرر کیا اور قرطبہ کی راہ لی۔ اور قرطبہ کے لوگ جو محاصرہ طلیطلہ کے لیے آئے ہوئے تھے اپنے صوبے کو واپس روانہ ہوئے۔ بادشاہ کی یہ واپسی قرطبہ کے آخر میں ہوئی۔

پندرھواں باب

حکومت عبد الرحمن کی مخالفت میں والی قیرزان کا آنا

بادشاہ کو طلیطلہ کی مہم میں جو محنت کرنا پڑی تھی اُس سے ابھی اچھی طرح ستانے بھی نہیں پایا تھا کہ تمامہ بن علقمہ نے اُس کی خدمت میں چند خطوط لاکے پیش کیے جو قبیلہ زناتہ کے مرکز مدینہ تاہرت کے فوجی نے بھیجے تھے۔ اور اُن کے ذریعے سے اطلاع دی گئی تھی کہ والی قیرزان علی بن مغیث اس بات کی تیاریاں کر رہا ہے کہ سواحل اسپین پر اترے اور اس مرز میں مشرق کے عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور کی حکومت قائم کرے۔ اس کے علاوہ انھوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ تمام والیان مصر و افریقہ کے نام اس مضمون کے احکام آئے ہیں کہ عبد الرحمن بن معاویہ کو ارض اسپین سے جہاں اس نے پناہ لی ہے نکال باہر کرنے میں وہ سب علی بن مغیث کو مدد دیں۔ چنانچہ ان امور کی بنا پر حبیب نے اپنے بادشاہ عبد الرحمن کو مشورہ دیا تھا کہ آپ باغیان طلیطلہ سے صلح کی سلسلہ جنبا فی کریں۔

چند ہی روز بعد والی قرطبہ نے اطلاع دی کہ ایک بڑا بھاری لشکر جس میں پیدل بھی ہیں اور سوار بھی ساحل الغرب یعنی مغربی اسپین میں اتر رہا

اور مختلف شہروں میں پھیل گیا ہے۔ یہ لوگ خلیفہ مشرق کی حکومت کا اعلان کرتے ہیں اور شاہ عبدالرحمن بن معاویہ کو اجازت غاصب بتاتے ہیں۔ یہ خبریں سن کے نو عمر بادشاہ بڑی فکر میں پڑ گیا۔ لیکن اپنی ذاتی تشویش سے زیادہ اسے اس بات کی فکر ہوئی کہ جن اضلاع پر حملہ کیا گیا ہے وہ ان کے لوگ اس آفت ناگہانی کی وجہ سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ لہذا اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ اطراف و جوانب سے فوراً لشکر جمع کریں اور خود بھی نہایت ہی سرعت کے ساتھ مغرب کی طرف روانہ ہو گیا۔

طلیطلہ میں جیسے ہی خبر پہنچی کہ ساحل اسپین پر دشمنوں نے یورش کی ہے وہ ان کے غیر خاموش جوش نے بغاوت کی آگ بھڑکانا شروع کر دی۔ اس لیے کہ یہ آگ ابھی پوری طرح بجھنے نہیں پائی تھی۔ ہشام بن عذرار الفہری اور اس کے ساتھیوں نے پھر لغتصر (دارالامارت) پر قبضہ کر لیا۔ اور جو سامنے آیا اسے قتل کر ڈالا۔ جن میں والی طلیطلہ یحییٰ بن المہلب بھی تھا۔ ساتھی اُن لوگوں نے قلعوں کے پھانکوں پر قبضہ کر لیا اور دعویٰ کیا کہ اسپین کا بادشاہ خلیفہ مشرق ہے۔

شہرت کی رفتار اتنی تیز بھی نہیں ہوتی جتنی جلدی کہ کسی گروہ کی مصیبتوں کے شائع کرنے کا کام اپنے ذمے لے کے وہ کسی ہنگامے کا صور پھونکتی ہے۔ چنانچہ جو انقلابات طلیطلہ میں ہو رہے تھے تمام اہل قرطبہ میں مشہور ہو گئے۔ بادشاہ نے اپنے سپہ سالار بدر کو حکم دیا کہ قلعہ اودہ طلیطلہ اور دیگر مقامات میں جا کے لشکر جمع کرے جبکہ ساتھ لیکے شہر مذکور تختہ ہی اندھ کیا جائے۔ اور یہ بھی ہدایت کی کہ وہ ہشام بن عذرار کے بیٹے محمد کو اپنے ساتھ لیتا جا اور اعلان کرے کہ اس کی جان کا بچنا فقط شہر کی اطاعت قبول کرنے پر منحصر ہے۔ اس کے بعد قرطبہ و اس کے گرد و پیش کے داروں کو جمع کر کے خود بادشاہ قسطلہ کے راستے سے تنگہ اورم توالہ کی طرف روانہ ہوا جہاں مریدہ کا لشکر جمع ہو رہا تھا۔ اسی اثنا میں افریقہ کے سپاہیوں نے جو دوالی قیروان کے زیر علم تھے

ملک کوتاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ ہر طرف لوٹ مچادی اور چورہ تک لوٹتے
 مارتے چلے آئے۔ اور ان شہروں کے لوگوں کو ابھارنا شروع کیا کہ عجب الرحمن کے مقابلے
 کے لیے ہتھیار اٹھاؤ جو غاصب ہے۔ ایک ایسے خاندان کا مصیبت زدہ یقینہ السیف
 ہے جس پر مشرق کی ہر جامع مسجد کے ممبر پر لعنت کی جا رہی ہے۔ اور اس کا نام نیٹے سے
 نکال ڈالا گیا ہے۔ اس آخری دلیل کو سن کے بہت سے بزدل اور ضعیف الاستعداد
 لوگ رانی قیروان کی جانب مایل ہوئے اور اس کے گرد مین جا ملے۔ وہاں ان لوگوں
 نے عوام بے ہلکا پرزادہ اثر ڈالنے کے لیے ایک جھنڈا بنایا جو اس کے آگے آگے
 چلتا اور بیان کرتا کہ یہ علم خود خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے دیا ہے۔ اور عام طور پر
 وعدہ کیا کہ جتنے نیک مسلمان اس کے سایے میں کوچ کریں گے ان کو اعلیٰ درجے
 کی جزا سے نیرٹے گی۔ اور ان کے بڑے بڑے حقوق ہوں گے۔ ایسے کابل اور
 شلمون مزاج لوگوں کی کمین کی نہیں ہوتی جو ہر تغیر پر خوش ہوتے اور انقلاب
 کے شایان رہا کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے بخوبی تیار ہوتے ہیں کہ جو کوئی فیاضی
 وزیر کی کے ساتھ ان سے بڑے بڑے وعدے کرے اس کا اثر فوراً قبول کر لیں
 علی بن یغیثہ کے ان فضول وعدوں نے آٹا فائین بڑا اثر پیدا کیا۔ اور اس کے
 افریقی لشکرین ان فضول لوگوں کے مل جانے سے وہ ایک بہت بڑے لشکر کا
 سردار بن گیا جو بظاہر نہایت خطرناک معلوم ہوتا تھا۔

اور عجب الرحمن نے قرطبہ اور مریدہ کے لشکروں کو جمع کر کے تین حصوں پر
 تقسیم کیا۔ قدامت اگلا حصہ فوج۔ قلب جس میں اصلی لشکر رہا کرتا۔ اور خلف یعنی کچلا
 حصہ۔ اس فوج کا بہترین حصہ قرطبہ۔ آقبیلیہ اور شیرس کے سوا رہے۔ عجب الرحمن
 کے لشکر کی گرداوری کرنے والی جماعتیں برابر بڑھتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ علی
 بن یغیثہ کی لشکر گاہ کے سامنے جا پہنچیں۔ علی کے لشکر کی تعداد زیادہ تھی

اور اُس کے سپاہی مارے جوش کے اپنی صفوں سے آگے نکل پڑتے تھے۔ ابتداءً دونوں فوجوں میں چند چھپائیں ہوئیں جن کو کوئی زیادہ اہمیت نہ تھی۔ علی بن ابی سفیان کی لشکرگاہ میں ہشام بن عذراء آپسوںچٹا تھا۔ اور اُس کو مشورہ دے رہا تھا کہ دیر نہ لگائے بلکہ تیزی کے ساتھ یغار کر کے دارالسلطنت اسپین یعنی شہر طلیطلہ میں پہنچ جائے جسے میں نے اپنے قبضے میں کر لیا ہے کہ عظیم الشان شہنشاہ مشرق و مغرب اور مسلمانوں کے حقیقی فرمان روا خلیفہ ابو جعفر المنصور کے حوالے کر دوں۔ اس شیخ کے پہنچ جانے اور اُس کے بڑے بڑے وعدوں کی وجہ سے والی قیران کا حوصلہ بت بڑھ گیا اور اُسے یقین آ گیا کہ ایک ہی میدان جیت لینے سے میں سارے اسپین کا مالک ہو جاؤں گا۔ اس بھروسے پر اُس نے دیر سے لڑائی کی تیاریاں کر دیں۔ اور دوسرے دن پورے پچھتے ہی دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے۔ لڑائی کی ابتدا افریقہ والوں کی طرف سے ہوئی۔ اور بڑی خونریز جنگ دونوں لشکروں میں ہوتی رہی۔ دوپہر تک دونوں جانب یکساں حالت رہی مگر تیسرا پہر شروع ہوا۔ سترہویں صدی کے لوگوں نے اس طرح جان توڑ کے حملہ کیا کہ بیرونی حملہ آور پہ سالار کے رسالے بدحواس ہو گئے۔ ساتھ ہی افریقہ کے پیدل اور وہ بے قاعدہ گروہ جو ان کے پیچھے لگے تھے حملہ ہی بھاری بھاگ کے اپنی لشکرگاہ کی طرف چلے۔ اور سر نہیں و طعنہ لوگوں نے اُسے خود ہی ٹوٹنا شروع کر دیا۔ وہ افریقی سپاہی جو لشکرگاہ کی حفاظت کے لیے پھوڑے دیے گئے تھے انھوں نے بڑے جوش و خروش سے ان پر حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوجیں بے در دونوں طرف سے مار پڑنے لگی۔ اور ان کی لاشوں سے سارا میدان ہلکا ہوا۔

خود علی بن ابی سفیان بھاری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ لیکن اُس کی فوج کا غالبہ حصہ نہایت ہی بد نظمی سے بھاگا۔ جن لوگوں کو ساحل کا راستہ مل سکا وہ توراوھر کو بھاگے اور افریقہ کا راستہ لیا۔ اُس پر بھی افریقہ کی فوج کے سات ہزار آدمیوں کی

لاشین میدان جنگ میں بڑی رہ گئیں پھر ان کے سپہ سالار علی بن میث کا سرو مشر سے کاٹا گیا۔ اُس کا ہیچ نکال ڈالا گیا۔ اُس کی جگہ کھوپری میں کا نور بھریا گیا۔ اور اس سر کو عبد الرحمن نے بڑی رازداری و ہوشیاری سے قیروان میں بھیج دیا۔ قرطبہ کا ایک شخص جو بڑا دلیر و جری تھا اُسے بادشاہ نے اس خدمت پر مامور کیا وہ اس سر کو لے کے نہایت ہی مخفی طور پر قیروان میں پہنچا اور ایک اندھیری رات میں شہر کے سب سے بڑے بازار میں اس سر کو ایک ستون میں باندھ کے لٹکا دیا۔ دوسری صبح کو جب اہل قیروان دین دین کے لیے بازار میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے والی کا سر سر بازار لٹک رہا ہے اور اس کے نیچے ایک کاغذ چپکا ہوا ہے جس میں یہ الفاظ لکھے ہیں: "عبد الرحمن بن معاویہ بن اسید گستاخ لوگوں کو جو اُس کی قلمرو میں گھسنے کی جرأت کریں جیسے کہ والی قیروان علی بن میث نے کی تھی ایسی سزا دیتا ہے" شاہ عبد الرحمن کو یہ فتح مسرت میں حاصل ہوئی۔ اور بعض اومی اُس سے ایسا سال پیشتر بتاتے ہیں۔ لیکن پہلی روایت زیادہ معتبر ہے۔

فتح کے بعد بادشاہ نے فوج والون کو حکم دیا کہ بھاگنے والون کا تعاقب کریں مگر اس کا خیال رکھیں کہ جو کوئی ہتھیار رکھ دے اُس کی جان نہ لی جائے۔ اس کے بعد وہ قرطبہ میں واپس آیا کہ مرینہ طلیطلہ کے پھر مغلوب کرنے کی تیاریاں کرے۔

سوطھوان باب

سرونیہ کے القاء کا ہنگامہ

اب ہشام بن عمار اور اُس کے رفقا کو طلیطلہ جانا آسان نہ نظر آیا۔ جس کا شاہی سرداران فوج نہایت سختی سے محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ مگر سرونیہ بیتان اور دیگر بلاد اندلس کے سرداروں اور قائدوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے لگا۔ اور

اس کے بعد اس نے یہ حماقت کی کہ سدوئیہ میں قلعہ بند ہو کے بیٹھ رہا۔ اس لیے کہ وہ ان کے امیر انجیش سید بن حسین الجبسی کی بہادری پر اسے بڑا ناز تھا۔ یہ سید عبدی لوگوں میں سے تھا اور مسطری کے لقب سے مشہور تھا۔ اسی طرح ان سرکش لوگوں کے ساتھ سدوئیہ کا پہلا قائد سکفان بن عکبہ اور عبد اللہ بن حارث الاسدی بھی شریک ہو گئے۔ یہ سب اسے کسی زمانے میں حیان کا اثناء تھا۔ یہ دونوں شخص اپنی موجودہ سمت پر قانع نہ تھے اور انقلاب کے آرزو مند تھے۔ باجہ کی شکست خوردہ فوج کے بقیہ السیت، لوگوں اور ہر قسم کے ذلیل لیروں کو انھوں نے اپنے گرد و میں شریک کر لیا۔ ایسے ایسے لوگوں سے میل کے ایک گردہ بنا جسے ساتھ لے کے ان لوگوں نے فصل کو لوٹ لیا۔ جن شہروں کے گرد تفصیل نہ تھی ان کو کمال بے رحمی سے لوٹا۔ مکانوں میں آگ لگائی۔ دختوں کو کاٹ ڈالا۔ اور اسی طرح اور بہت سی بے اعتدالیان کیں جو باقاعدگی کی سرکہ آرائی میں بالکل کبھی دیکھی نہ تھیں۔ ان لیروں کی جرات یہاں تک بڑھی کہ لوٹ مار کرتے ہوئے اٹبیلیہ کے چھانکوں تک جا پہنچے۔ اور ایک پھاٹک پر چانک پہنچ جانے سے شہر کے اندر گھس پڑنے کا بھی موقع مل گیا۔ والی اٹبیلیہ سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنی اس لیے کہ مقابلے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ شہر چھوڑ کے چلا گیا اور باغیوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ لیکن وہ جانے کے بعد فوراً ہی سواروں کے چند رسالوں اور ایک چھوٹی سی پیرل سپاہ ساتھ لے کے واپس آیا تاکہ ان لوگوں کے شہر سے نکالنے کی کوشش کرے۔ اس کے دہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کے پہنچتے ہی وہ لوگ بھاگ جائیں گے۔ مگر ان سرکش لوگوں نے شہر میں گھستے ہی لوٹ مار شروع کر دی تھی۔ پہلے بادشاہ کے محل کو لوٹا پھر اسلحہ خانے پر ہاتھ صاف کیا۔ اور والی کے واپس آتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان ہنگاموں کی اطلاع

عبدالرحمن کو بھی ہو گئی۔ یہ خبر سنتے ہی وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے حاجب کو یہ حکم دے کے کہ اُس صوبے کے سواروں کو جمع کر کے فوراً آئے۔ خود اپنے افریقی اور زانات کے سپاہیوں کے ساتھ چل کھڑا ہوا اور قبرہ۔ ایقجا اور قرمونہ کے قانڈون کو بھی حکم بھیج دیا کہ اپنے اپنے شہروں کے رسالوں کو ساتھ لے کے آئبیلیہ میں حاضر ہوں اور اُس سے آئین۔

ہم جیسا کہ بیان کر چکے والی آئبیلیہ عبدالملک بن عمرو بن مروان کے واپس آتے ہی وہ شہر بڑے اصول لوگ سر پر پاؤں رکھ کے بھاگے۔ اور جب خود بادشاہ کے آپہنچنے کی خبر سنی تو بھاگنے میں اور زیادہ تیزی دکھائی۔ مگر سہ سالار عبدالملک اُن کے سر پر پہنچ گیا۔ انھیں شکست دے کے منتشر کر دیا۔ اور بھاگنے والوں کا تعاقب کرتا ہوا سندونیہ تک چلا گیا جس میں گھس کے انھوں نے پھاٹک بند کر لیے۔ عبدالملک نے اس شہر کے محاصرے کا پورا بندوبست کیا۔ اور اپنے سرداروں کو محاصرے پر چھوڑ کے تھوڑی سی تعجب فوج کے ساتھ آئبیلیہ میں واپس آیا تاکہ بادشاہ کے حضور میں خیر مقدم ادا کرے اور اپنی اس غفلت کی بابت معذرت خواہ ہو جس کی وجہ سے اُن لوگوں کو شہر میں گھس آنے کا موقع مل گیا۔

ان شہرہ پشت لوگوں میں سے جو گذشتہ جنگاۓ میں مارے گئے سندونیہ کا القانہ سعید بن حسین ایسی بھی تھا۔ اُس کی لاش میدان میں پڑی ملی تو اُس کا سر کاٹ کے نیزے کی نوک پر بند کیا گیا اور اُن باغیوں کو جنھوں نے سندونیہ میں پناہ لی تھی لے جا کے دکھایا گیا۔ یہ کارروائی قرمونہ کے القانہ نے کی جو اپنی فوج کے ساتھ اس شہر کے محاصرے میں شریک تھا۔ اس لیے کہ والی آئبیلیہ عبدالملک بن مروان مع ایقجہ۔ قبرہ۔ اور قرمونہ کے قانڈون کے وہاں جا پہنچا تھا۔ ان سہ سالاروں کے پے درپے آنے کا حال سُن کے اور اُن کے

لشکروں کو دیکھ کے سد دینہ کے پناہ گزین باغیوں پر بہت چھا گئی۔ شہر کے باشندوں پر
 ان شورہ پشت باغیوں کو بہت ہی کم اعتبار تھا۔ اور بخوبی جانتے تھے کہ شہر کی
 حفاظت کا سارا بار اکیلے ہمارے ہی سر ہے گا۔ اس اندیشے سے ان کو بھی مناسب
 معلوم ہوا کہ بجائے اندر پڑے پڑے مرنے کی تکلیف دہ قضا اور محاصرے کی
 بے نتیجہ محنت برداشت کرنے اور اس کے بعد یقینی موت کا انتظار کرنے کے کھلے
 میدان میں نکل کے مقابلہ کریں۔ ان لوگوں نے اپنے بہت سے رفیقوں کو بھی
 اپنا ہم خیال بنایا۔ اگرچہ ہشام بن عذرہ الغری جو نصیبی سے ان لوگوں کے ساتھ
 یہاں محصور ہو گیا تھا نہایت جوش کے ساتھ اس رائے کی مخالفت کر رہا تھا۔ اب
 وہ بوڑھا ہوئے کو آیا تھا۔ نہ اپنے جسم میں لڑائی کی مشقت برداشت کرنے کی
 طاقت پاتا تھا نہ اپنے دل میں اس کا شوق۔ مگر بہت لوگ بُرے شورے سے
 آپ ہی اپنے کو ہلاک کر لیا کرتے ہیں اگرچہ جب قسمت پیٹھ پھرتی اور رفاقت سے
 نفع موڑتی ہو تو اچھی سے اچھی نصیحت یا نہایت ہی دانائی کی پیشندی بھی نہیں کام
 آتی۔ اس دوران میں محاصرہ کرنے والوں کے کیمپ میں بہت کم گہمانی ہوتی تھی۔
 اور جیسی احتیاط کی ضرورت تھی اس کے لحاظ سے بہت بے پروائی سے کام لیا
 جاتا تھا۔ گو کہ دشمن بہت ہی نزدیک تھا مگر سرداران فوج کے وہم و گمان میں بھی
 نہ تھا کہ حضورین کے سے بے دست و پا لوگ جن کے پاس سامان جنگ بہت
 ناقص قسم کا ہو کبھی ہمارے زبردست اور کثیر التعداد لشکر کے مقابلے میں نکل کے
 حملہ کرنے کی جرات کریں گے۔ لیکن باغی سرداروں نے قسمت آزمائی کا مصمم ارادہ
 کر لیا تھا۔ وہ نہایت ہی مخفی طور پر روانہ ہوئے۔ اس طرح کہ شہر والوں کو مطلع
 خبر نہ ہونے پائی۔ اور وہ آخر شب میں دو مقابل پھاٹکوں سے نکل کے چلے۔
 شہر سے باہر نکل کے دونوں گروہوں نے ایک ہی طرف کا رخ کیا اور نہایت

خاموشی کے ساتھ آگے بڑھے۔ دل میں ٹھان لی تھی کہ یا مر جائیں گے۔ یا نکل جائیں گے۔
اُن کی بس یہ تمنا تھی کہ اپنا راستہ نکال کے روزِ بڑا کے کوہِ ستانی علاقے میں چلے
جائیں اور وہاں کے پہاڑوں میں پناہ لیں۔

بہت سے باغی خوش قسمتی سے نکل جانے میں بخوبی کامیاب ہو گئے۔ اور
محاصرہ میں کے لشکرِ گادہ میں سے لڑتے ہوئے گزر کے پہاڑیوں میں بھاگ گئے۔
انھیں نکل جانے والوں میں سکفان بن عکہ۔ حقیلہ اور دوسرے سردار اُن سرکش
لیڈروں کے تھے۔ لیکن خود ہشام بن عذرہ الفہری اپنے گھوڑے کے زخمی ہو جانے
سے نیچے گرا اور مع بہت سے دیگر باغیوں کے دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا۔

روزِ روشن ہوا تو اہلِ سد و نیمہ کورات کے واقعے کی خبر ہوئی۔ وہ نہایت خوشی
کے ساتھ باہر نکلے اور ظاہر کیا کہ ہم بادشاہ کے دامن سے ویسے ہی وابستہ ہیں
جیسے کوئی دوسری وفادار رعایا ہوگی۔ والی اُسیلیہ عبد الملک نے ان واقعات کی
اطلاع ایجبہ اور قزموئہ کے قائد کے ذریعے سے بادشاہ عبد الرحمن کو کی اور یہی قاصد
باغی ہشام کا سر بھی لے گیا۔ جو اُس کے گرفتار ہوتے ہی بلا تامل کٹوا لیا گیا تھا
کیونکہ عبد الملک کو اندیشہ تھا کہ اگر بادشاہ عبد الرحمن کا سامنا ہو گیا تو وہ اپنی غیر متزلزل
رحمدی کے باعث اُس کی جان بخشی کر دے گا۔ یہ واقعات ~~مسئلہ~~ میں پیش آئے۔

سترھواں باب

شاہ عبد الرحمن بن معاویہ کے مقابلے میں والی کنبہ کا آنا
سکفان۔ الحقیلہ۔ عبد اسد بن سارثہ اور اُن کے رفیق جنفون نے روزِ بڑا کے پہاڑوں
اور اتویرہ کے نواح میں پناہ لی تھی بجائے اُس کے کہ اپنی اس خوش نصیبی پر
سکھن ہوں کہ ایسے سخت خطرہ میں سے جان بچا کے بھاگ آئے گا موقع مل گیا۔

اُتبیس سے روانہ ہو کے افریقہ میں پہنچے۔ اور ارض المغرب (مغربی افریقہ) کے وایون سے مدد مانگی۔ وہاں اُنھوں نے جن جن حاکمون سے مدد مانگی اُن میں ایک نوجوان دالی کہیںسہ بھی تھا جس کا نام عبد الغافر المکینسی تھا۔ اُسے اس بات پر ناز تھا کہ میں جناب رسالتاب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی اور آپ کے ابن عم حضرت علیؓ کی بیوی فاطمہ الزہراءؓ کی نسل سے ہوں۔

اُس کے ساتھ مختلف مقامات افریقہ کے بہت سے فتنہ انگیز جمع ہو گئے۔ اور اُن وعدوں پر پھولے نہ ساتے تھے جو روانہ اور اتویرا کے مفرو باغیوں نے اُن سے کیے۔ ان باغیوں نے یہ چالاکی بھی کی کہ وایان افریقہ کی شہرت اور دولت مندی کے متعلق ہرت انگیز افسانے شہور کر دیے جن کی نسبت بیان کیا گیا کہ عنقریب سمندر سے اُتر کے آئیں گے اور اپنے ساتھ بڑا بھاری لشکر بڑا اور بہت سا خزانہ لائیں گے۔ تاکہ اُن اچھے اور اطاعت کیش مسلمانوں کو انعام دیں جو اُن کے ساتھ بادشاہ الداخل سے مقابلہ کریں گے۔ کیونکہ یہ شخص بغیر کسی استحقاق کے تخت اسپین پر قابض ہو گیا ہے۔

ان فتنوں اور شور و شون کی خبر فوراً قرطبہ میں پہونچی تو عبد الرحمن نے حکم دیا کہ اتویرہ کے لوگ ان باغیوں کے مقابلے پر فوراً روانہ کیے جائیں۔ جو پہاڑوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس بہانے سے اُس نے اپنے لوگوں کو لڑائی کے لیے تیار کرنے کی بنیاد ڈالی۔ ایک زبردست لشکر انتقام میں قائم کیا اور احکام جاری کیے کہ سوا حل پر جو جہاز موجود ہیں تمام بندر گاہوں کی نگرانی کرتے رہیں علیٰ ہذا القیاس بادشاہ نے اُن لوگوں کے لیے جو باغی سرداروں کا سر لائیں بڑا بھاری انعام مقرر کر دیا۔ یہ آخری تدبیر ایسی تھی کہ باغیوں میں غلبہ تشویش پیدا ہو گئی۔ اس لیے کہ باغیوں میں چند ہی ایسے تھے جو ایک دو سرے پر

بھروسہ کرنے کی جرات کر سکتے ہوں۔ اور اس کا ثبوت بھی اسی سے لی گیا کہ انعام کا
اقتدار ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ عبداللہ بن حارث الاسدی کو خود اس کے
سپاہیوں نے مدینہ جیان میں قتل کر ڈالا۔ اس کا سر لے کے قرطبہ میں آئے۔ اور اُسے
بادشاہ کے سامنے لاکے پیش کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۲۹ھ کا ہے۔

اسی زمانے کے قریب صوبہ آندلس کے والی اسد بن عبدالرحمن الشیبانی کو جو
پہاڑوں میں باغیوں سے لڑ رہا تھا اور لڑائیوں کا مختلف انجام ہوتا تھا۔ خبر پہنچی
کہ سواروں اور پیدل فوج کا ایک بڑا بھاری گروہ وہاں سے قریب ہی ساحل
اسپین پر فریقہ سے آکے اتر آیا یہ پہلا لشکر تھا جو والی مکنسہ نے بھیجا تھا۔ اور جب یہ
لشکر ان گروہوں سے ملنے میں کامیاب ہو گیا جو پہاڑوں میں پناہ گزین تھے تو باغیوں
کی دیر لمبی بڑبڑ گئی۔ اور انھیں جرات ہوئی کہ میدانوں میں آکے اپنی صورت
دکھائیں ان دنوں بادشاہ عبدالرحمن اپنے والیوں کو اس بات پر آمادہ کر رہا تھا
کہ طلیطلہ کے طولانی محاصرے کا خاتمہ کریں جس کی کارروائی بہت غفلت کے ساتھ
اور کسی قدر بے توجہی سے جاری تھی۔ اس غفلت کا باعث کچھ تو یہ امر تھا کہ محاصرہ
کرنے والوں اور اہل شہر میں باہم تعلقات قائم تھے۔ دونوں فریقوں میں کسی
لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اور خود محاصرہ کرنے والے جو دریائے کے ذریعے
سے اٹھیں رسد پہنچا رہے تھے اس کی کوئی روک نہ تھی۔ علاوہ برین گروہوں و نواح
کے لوگ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے کھیتوں کو بوتے جوتے تھے اور کوئی مزاحم
نہ تھا۔ اسی قدر نہیں اپنی پیداوار بھی وہ تھوڑی سی دشواری اٹھا کے
شہر میں پہنچا دیا کرتے۔ جب تک عبدالرحمن نے تمام بن علقمہ کو نہیں بھیجا اور
اُس نے محاصرہ میں سختی نہیں کی فیصل شہر پر بھی کبھی حملہ نہیں کیا گیا۔ اس کے
پہنچنے کے بعد اس کی تیاریاں ہونے لگیں کہ دیوار شہر پناہ جس مقام پر زیادہ

پنچ اور اس قابل ہو کہ آسانی سے قابل گزر بنائی جا سکے وہاں اس میں
نقب لگائی جائے۔

آخر جب شہر والوں نے یہ دیکھا کہ اب محاصرے کی کارروائی نہایت مستعدی
سے ہو رہی ہے تو ڈرے کہ محاصرہ کرنے والوں نے اگر شہر فتح کر لیا تو ان کے غصے
سے بچنے کی کیا تدبیر ہوگی۔ اور قاسم بن یوسف الفہری اور اس کے طرفداروں کو
صلاح دی کہ وہ لوگ دریا پیر کے طلیطلہ سے بھاگ جائیں اور حوالی شہر کے ایک
مقام میں جو مقرر کر دیا گیا تھا جا کے ٹھہریں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اور جیسے ہی اہل شہر کو
معلوم ہوا کہ قاسم چچا کا انھوں نے بلاتل پھاٹک کھول دیے اور بادشاہ کی
رحمدی کے بھروسے پر عفو تقصیر کے لیے التجا کرنے لگے اور یہ حذر پیش کیا کہ ہم سے جو کچھ
ہوا اس مجبوری سے ہوا کہ ہم الفہری کے لشکر اور اس کے لوگوں کے ہاتھ میں
تھے۔ ماسوا اس کے انھوں نے یہ بھی ظاہر کیا کہ وزیر سعید بن المصعب کے قتل میں ہم
بالکل نہیں غریک تھے۔ یہ سارا کام قاسم کے طرفداروں اور اہل محصل کا تھا۔
تمام بن علقمہ نے شہر والوں سے وعدہ کیا کہ میں تمہارے خدایات کو بادشاہ کے
ملاحظہ میں پیش کر دوں گا۔ مگر اتنی احتیاط سے کام لیا کہ ان کے ہتھیار لے لیے۔ اور
انھیں اس قابل نہ رکھا کہ اور کسی قسم کی شرارت کر سکیں۔ مدینہ طلیطلہ کی اطاعت
قبول کرنے کا واقعہ ۱۱۱ھ کے آخرین پیش آیا۔

اٹھارہواں باب

جلیقہ کی ہم اور الکلیسی اور صقلی سے لڑائی
اسی سال بادشاہ عبدالرحمن نے سرحد کے سرداران
فوج نصر بن عبداللہ الافعی کو جلیقہ کے پہاڑوں اور کوہستان

باسک کی طرف روانہ کیا جو کہ اسپین کے شمال میں چین حسب الحکم شاہی وہ
کوہستان حلیقیہ میں جا پہونچے اور کئی سیکی باغی گردہوں کو مغلوب کیا جنھوں نے اس
ملک کی دشوار گزاری پر بھروسہ کر کے بادشاہ کی اطاعت قبول کرنے سے انکار
کیا تھا۔ ان لوگوں میں سے اکثر سرکش اور بے دین مغرورین تھے جو مختلف
صوبہ جات سے بھاگ کے یہاں آ گئے تھے۔ اس ہم سے فارغ ہو کے لشکر
پر قسم کی دولت سے لدا پھنداس بہت سے ایسرون اور مویشیوں کے گلوں کے
قرطبہ میں داخل ہوا۔

اہل حلیقیہ کی نسبت جو علی العموم سی ہین بیان کیا جاتا ہے کہ فرنگستان کے تمام
لوگوں سے زیادہ بہادر ہیں مگر بالکل جنگی اور بہائم صفت وحشی وہ کبھی نہ نہایت
نہ کبھی کپڑے دھوئے ہیں۔ اور کپڑوں کو جب تک چھوڑے ہو کے بدن سے گر
نہ جائیں نہیں ہر لٹے۔ اُن کے جسم سے کپڑے چھوڑے اور گودر بن کے اترتے
ہیں۔ بے اہانت وہ ایک دوسرے کے گھر میں چلے جاتے ہیں۔ اور بھتے
بھی اس طرح ہیں کہ گویا سب باہم مشترک ہیں۔

اسی سال بادشاہ عبدالرحمن نے مدینہ قرطبہ کی فیصل کی مرمت کروائی اور
اُس کی چار دیواری کے اندر ایک قلعہ تعمیر کرایا۔

اسی زمانے کے قریب والی الویرہ اسعد بن عبدالرحمن التیبانی اپنے
لشکر کو لے کے اُن سرکش باغیوں اور گڈروں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا۔
جن کی بے اعتدالیوں سے سوا حل الثغاب اور التیرہ میں شور و شعی ہونی
تھی اور ان کے ہاتھوں سے اطراف میں اندوہناک برہمی پیدا ہو گئی تھی اسعد
اس فوج کشی میں اُن گردہوں پر فحباب ہوا۔ اور انہیں مار کے بھگادیا۔ مگر

عہ غالباً آج کل مشہور علی بے آن بکے کو یہ نام اسی کوہستان سے ملایا (تجزہ ۱ ردو)

خود اُس پر ایک ایسا کاری نيزہ پڑ گیا کہ مجبوراً التورہ میں واپس آیا۔ اور اُس زخم سے جان برباد ہو سکا۔

یہ واقعہ آغازِ شہسوارانہ میں پیش آیا اور بادشاہ کو اُس اعلیٰ افسر کے ضائع ہونے کا نہایت صدمہ ہوا کیونکہ احمد بن عبد الرحمن کی وہ اس کی شجاعت و دانائی کی وجہ سے بڑی عزت کرتا تھا۔ یہی والی غرناطہ کے نئے قلعے کی تعمیر کا مہتمم تھا۔ اور اب بادشاہ نے اُس کی جگہ ایک شامی شخص عبد السلام بن ابراہیم کو مقرر کیا جو قابل اور تجربہ کار تھا۔ یہ عبد السلام اور اس کے دو فرزند عبد الرحمن بن معاویہ کی خدمت بڑی جان بازی سے بجالاتے تھے۔

اس اثنا میں کوہستان کے باغیوں کو اتنی کامیابی حاصل ہو گئی کہ ایک دوسرا لشکر ساحل اسپین پر آ کے اترا۔ اس میں بالخصوص اہل فریقہ تھے جو عبد الغافر الملکینسی کی ملک کے لیے بھیجے گئے تھے۔ اس ملک کے پونچنے سے اُن سرکش لوگوں کا حوصلہ جو کوہستانی علاقے میں ہنگامے چائے ہوئے تھے اس قدر بڑھ گیا کہ پھر کھلے میدانوں میں آ آ کے مقابلہ کرنے لگے اور اُن کے بکسیر سوار یہاں تک بڑھ آئے کہ نواح ارتوس اور آوسونا پر بھی حملہ کر دیا۔ والی اقبیلیہ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو بغیر اس کے کہ کوئی اور لشکر جمع کرے فقط اپنے غم اور علاقہ قرطونا کی فوجوں کو جمع کر کے اُن سرکشوں کی سرکوبی کو روانہ ہو گیا۔ لیکن اُس کی فوج اور بہاڑی لوگوں میں جو چند چھٹین ہوئیں وہ کچھ زیادہ اہمیت نہ رکھتی تھیں۔ اب اُس نے بادشاہ کی خدمت میں لکھا اور اُس سے سواران علاقہ قرطبہ کی ایک فوج اپنی ملک پر طلب کی۔ اُسے امید تھی کہ اُن سواروں کی مدد سے وہ باغیوں کا حوصلہ پست کر دے گا۔ چنانچہ ایجو اور باننا کے قائدوں کو حکم ہوا کہ اپنی فوج کے ساتھ ہما کے والی اقبیلیہ کے لشکر سے

مل جائیں۔ اب ان سرداروں نے ایشیلیہ اور قرمونہ کے سپاہیوں کے ساتھ شریک ہو کے عبدالغافر اور اُس کی فوجوں سے مقابلہ شروع کر دیا مگر ان لڑائیوں کا انجام مختلف قسم کا ہوتا رہا۔ اور متعدد گمراہیوں میں زیادہ وقت صرف ہو گیا۔ افریقہ والے بڑی قابلیت کے ساتھ اپنا موقع تلاش کر لیتے تھے۔ اور کسی مستقل لڑائی کے تمام موقعوں سے بڑی ہنرمندی کے ساتھ بچ جاتے تھے۔ تاہم لڑا چانک چلے کر کر کے انھوں نے حریفوں کو پریشان و بدحواس بھی کر دیا اُن کے یہ حملے اکثر اوقات رات کے وقت ٹخنوں کی وضع میں ہوا کرتے۔ گویا اُن کی غرض اتنی ہی تھی کہ شاہی لشکروں کو برابر پریشان کرتے رہیں۔ اور ایک لمحے کے لیے بھی اُن کو آرام نہ لینے دیں۔ اور جب اُن کا تعاقب کیا جاتا تو فوراً وہ لوگ اپنی پہاڑیوں میں جا کے پناہ گزین ہو جاتے اور وہاں سے نکلنے صرف اُس وقت تھے جب اُن کے آنے کا وہم و گمان بھی نہ ہوتا۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ تھا کہ اندلوس کے سوا اپنی اُن کامیابیوں سے جو باغیوں پر حاصل ہوئی تھیں فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور شاہی لشکر کا یہ ہتم بالشان حصہ بالکل بے کار ثابت ہوا۔

سال۶۸۷ کے آغاز میں لشکروں سے لہے ہوئے دس بڑے بڑے جہاز شہر طرطوس کے قریب آئے جہاں اُن کے افسروں کو ساحل پر لشکر اتارنے کا موقع مل گیا۔ ان کا سپہ سالار عبد اللہ بن حبیب الصقلی تھا۔ باغیوں کی فوجوں اور اُن کی پیش قدمی کی بے بنیاد جھوٹ سن سن کے وہ اس بات پر آمادہ ہوا تھا کہ لشکر جمع کر کے اُن کی کمک کرے۔ اس قسم کے غلط واقعات کی شہرت نے فاماں افریقہ کو بڑا لالچ دلایا تھا۔ اور سب کے دلوں میں شوق پیدا ہو گیا تھا کہ مشہور خیالی و وہمی شان و شوکت کے حاصل کرنے میں

باغیوں کے ساتھ شریک ہوں۔ یہ نیا لشکر جیسے ہی ساحل پر اُترا اُس نے لوگوں سے بیان کیا کہ اسلحہ اور فوجوں کی اور بہت بڑی بڑی کلکین پیچھے آ رہی ہیں جو پہونچا ہی چاہتی ہیں۔ اور دعویٰ کیا کہ آبن معاویہ نے جو سلطنت غصباً حاصل کر لی جو عنقریب اُس سے نکال باہر کر دیا جائے گا۔ جو سردار حوالی طرطوسہ کی فوج پر متصرف تھا اُس نے بلاتامل ان واقعات کی خبر اپنے علاقے کے والی کو کی۔ والی نے حکمرانان طرغونہ اور برشلونہ کو اطلاع دی۔ وہاں سے اِس نئے لشکر کے اتارنے کی شہرت سارے اسپین میں پھیل گئی۔ اور اِس فوج کی تعداد اور اُس کے سپاہیوں کے اوصاف بڑے بڑے ہاتفون کے ساتھ بیان کیے جانے لگے۔

شاہ عبد الرحمن کو ان افریقی لوگوں کے پہونچنے کی اطلاع ملی تو اُس نے ہدایت خود ارض تدمیر اور ہنسیہ کی راہ لی۔ سوارانہ کے رسالے کے اور اُن سرداروں کے لشکر کے جو اُس وقت قرطبہ میں موجود تھے اور کسی فوج کو ساتھ نہیں لیا۔ مگر حکم جاری کر دیا کہ ایک بڑا بھاری لشکر جمع ہو اور راستے میں آ کے مجھ سے مل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر قبل اِس کے کہ بادشاہ ہنسیہ میں پہونچنے والی طرطوسہ کے قاصدوں نے آ کے خردہ سنایا کہ کمرہ اور طرغونہ کے لوگوں نے مل کے افریقہ والوں کو شکست دے دی اور تھوڑی ہی زحمت برداشت کر کے بھگا دیا۔ اُس قاصد نے یہ بھی بیان کیا کہ پناہ گزین لوگوں کو اس بار سے میں بھی کامیابی نہیں ہوئی کہ اپنے باقی ماندہ منتشر لوگوں کو جہازوں پر سوار کران میں اِس لیے کہ طرغونہ کے جہازوں نے افریقی فوج کے جہازوں میں یا تو آگ لگا دی یا انہیں وہاں سے نکال دیا۔ جس کی وجہ سے مغرورین مجبور ہوئے کہ پہاڑیوں میں جا کے پھپھیں۔ جہاں آپ کے سرداران فوج اُن کا تعاقب

کر رہے ہیں۔

یہ خبر سن کے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور گو کہ اب اُس کی موجودگی کی ضرورت نہ تھی مگر اُس نے ارادہ کیا کہ اپنے سفر کو ترک نہ کرے۔ اُسے شوق تھا کہ اس موقع پر جو لوگ سلطنت کی ایسی اچھی خدمت بجالائے خاص اُن کے شہروں میں جا کے اُنہیں دیکھے۔ اس خیال سے وہ برٹلو نہ مین گیا۔ اور وہاں کے والی عبد اللہ بن سالمہ کی خود اُس کے سامنے تعریف کی۔ اس لیے کہ اُسی کی شجاعت و دلیری اس کا میا بی کا اصلی باعث ہوئی تھی۔ جلد اُنہیں نے اس بندرگاہ کے جہازوں کو جس حالت میں پایا اُس پر بھی اپنا اطمینان ظاہر کیا اور والی سے کہا ان جہازوں کو ایسی ہی نیمہ بخش حالت میں رکھو۔ اہل طراغونہ نے جو کارروائی کی تھی اُس سے بخوبی آشکارا ہو گیا تھا کہ ساحل کی حفاظت کے لیے ان جہازوں کی کس قدر اہمیت سے ضرورت ہے۔ اس کے بعد عبد الرحمن بلا دہنوسکا اور سرقسطہ میں ہوتا ہوا واپس آیا۔ ہر جگہ بڑے جوش و خروش اور نہایت ہی مسرت کے ساتھ اُس کا خیر مقدم ادا کیا گیا۔ اور صاف طور پر نمایاں ہو گیا کہ لوگوں کو اپنے بادشاہ کی ذات سے کس قدر دل بستگی ہے۔ چند روز ان شہروں کی سیر میں مصروف رہ کے وہ قلیطلہ پہنچا جہاں تھوڑے زمانے تک قیام کیا۔ پھر قلیطراوہ میں ہوتا ہوا قرطبہ میں واپس آیا جس دن وہ اپنے دارالسلطنت میں داخل ہوا ہے عید منائی گئی۔ اور سچ یہ ہے کہ اُس کے نزول اجمالی پر تمام لوگوں کو سچے دل سے بے انتہا خوشی تھی۔

اب نظر آئے کہ صقلیہ کا ساحل پر اترنا کو ہستان کے باغیوں میں اس عنوان سے بیان کیا گیا کہ ان لوگوں نے ایک بڑی بھاری فتح حاصل کر لی یہ جھوٹ واقعہ سن کے المکیسی کے لشکر والوں کا حوصلہ اس قدر بڑھ گیا کہ

جس احتیاط سے وہ اپنے کو بچا بچا کے بڑا کرتے تھے اُس کے خلات اُن لوگوں نے ارادہ کیا کہ پھر ایک دفعہ قسمت آزمائی کریں چنانچہ اسطبع کے یہاں میں وہ اقبیلیہ والوں سے لڑے اور اتنی کامیابی بھی حاصل کر لی کہ بآینا اور قرامونا کے قانہ ون کے لشکر میں بدظمی پیدا کر دی اور اُن کو بھگا دیا۔ یہ ایک ایسی کامیابی تھی جس پر گھمنڈ اور ناز کرنے میں اُنھوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

انقلاب پسند لوگوں کو کمواسن و امان کی موجودہ حالت پسند نہ تھی اُن میں باغیوں کی ان فتنوں کا حال سُن کے پھر بڑا جوش پیدا ہو گیا۔ اور چند بے قرار اور باغیانہ خیالات رکھنے والے جو اب تک مدینہ اقبیلیہ میں دبے پڑے تھے۔ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ عبدالغافر المکنسی سے تعلقات پیدا کر لیں۔ ان نمک حراموں میں سب سے زیادہ فتنہ جو ایک شیخ تھا جو یون بن سالم کہلاتا تھا۔ اُس شخص کے ذریعے سے اُنھوں نے یہ منصوبہ دلوں میں بٹھرایا کہ جیسے ہی المکنسی کا لشکر سامنے نمودار ہو شہر اُس کے حوالے کر دیں۔

اُمیسوان باب

المکنسی کا اقبیلیہ میں داخلہ اور اُس کی موت
اب عبد الغافر المکنسی نے اُن تمام لوگوں کو جو ساتھ دینا چاہتے تھے جمع کیا اور کوہستان روتہ و اورانطی قیرہ سے جس قدر لشکر جمع ہو سکا جمع کر کے پیاروں سے اُترا۔ اور جب سب اکٹھا ہو گئے تو اُس نے اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ علی الصبح پو پھٹے ہی قرطبہ اور اقبیلیہ کے لشکر پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔
اقبیلیہ کے لشکر قدام کی سرداری دہان کے والی عبد الملک بن مردان نے اپنے بیٹے قاسم کو دی تھی مگر وہ ابھی نہایت ہی کم عمر اور لڑائی کی دہشت سے

ناتشا تھا سواروں کی باگ ہاتھ میں لے کے بڑھا کہ دشمن کے لشکر کی حالت کا اندازہ کرے۔ ناگمان حریف کے ایک زبردست حصہ فوج نے اچانک اُس پر حملہ کر دیا۔ اُس نے گھبراہٹ سے لڑنے بھڑے گھوڑے کی باگ پھیر دی۔ اور باپ کی لشکر گاہ میں واپس چلا آیا۔ عبد الملک بیٹے کو یوں واپس آتے دیکھ کے نہایت ہی غصے سے چلا آیا ”مر جا بدوے! تو نہ سپاہ مردانی ہی ہے اور نہ میرا بیٹا!“ یہ کہتے ہی طیش میں آ کے اپنا برہچا نوجوان فرزند کے سینے پر اس زور سے مارا کہ قاسم اُسی جگہ زمین پر گر کے مر گیا۔ گدو پیش کے تمام لوگوں نے اس واقعے کو حیرت کی نظر سے دیکھا مگر باپ نے کمال استقلال سے حکم دیا کہ ”لاش کو میرے سامنے سے ہٹا لے جاؤ اور دھڑ لوگ لاش کو لے گئے اور اُدھر مخزون نے خبر دی کہ دشمن کا لشکر برابر بڑھتا چلا آتا ہے۔“

یہ سنتے ہی عبد الملک نے لوگوں کو حکم دیا کہ فوراً دشمن کو روکو اور دم بھر میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئے۔ چند معمولی گردو آویروں میں آفتاب نکل آیا۔ اور قبل اس کے کہ آفتاب ذرا بھی بلند ہونے پائے لڑائی سارے لشکر میں پھیل گئی۔ اور سخت خوف و ہراس کا بازار گرم ہو گیا جس میں دونوں گروہ پوری فوجات دکھا رہے تھے۔ آخر عبد الملک کی کوششیں غالب آئیں اور اُس نے دشمنوں کی صفوں کو درہم و برہم کر کے شام ہوتے ہوئے اُنھیں پوری شکست دے دی۔ شکست کھانے والے رات ہونے سے پیشتر ہی ہڑت بھاگنے لگے۔ باغی سواروں کے بڑے حصے نے تور در اور بار شینا کا رخ کیا۔ اور اُن کی پیدل فوج نے لیت اور اس علاقے کے کوہستان کی راہ لی۔ مگر لڑائی کی شہقت اور تھکن نے عبد الملک کے لشکر کو اس قابل نہیں رکھا تھا کہ بھاگنے والے لشکر کا تعاقب کرے۔

دوسرے دن المکنسی کے لوگ اس اندیشے سے کہ عبد الملک نہ جائے اور اس دھڑکے سے کہ وہ قریب آپہنچا، اس بات پر آمادہ ہوئے کہ اس کے بعد لڑائی کا خیال ہی چھوڑ دیں۔ اس وجہ سے جو لوگ اقبیلیہ پہنچ سکتے تھے انھوں نے اُس شہر میں پہنچنے کی جلدی کی۔ لیکن زخمیوں اور بہت سے پھیل سپاہیوں نے بھاگ کے پہاڑوں میں پناہ لی۔ اور عبد الغافر المکنسی نے جیون بن سالم کے اس وعدے پر بھروسہ کر کے کہ اُس کی صورت دیکھتے ہی وہ شہر کے پھانگ کھول دے گا۔ اقبیلیہ کا راستہ لیا۔ عبد الملک افریقی سردار کے اس ارادے کو سمجھ گیا اور بغیر اس کے کہ اپنے سپاہیوں کو دم لینے کی زیادہ مہلت دے عبد الغافر کے پیچھے پیچھے چل کھڑا ہوا۔ اور مقام الشرافہ میں جو اقبیلیہ کے متصل ہی تھا جایا۔ یہاں پھر ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں دونوں لشکر یکساں دلیری و جانبازی سے لڑے۔ اور خود عبد الملک مع اپنے بہت سے معزز افسروں کے سخت زخمی ہوا۔

اتنے میں فتنہ جو ہاشمہ گان شہر نے القصر (دار الامارت) پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں کے وزیر کو مع اُس کے بہت سے رفیقوں کے قتل کر ڈالا۔ پہ سالار آہن عبد غوارہ بھی سخت زخمی ہوا اور مردہ بچھ کے ڈال دیا گیا۔ لڑائی کے بعد سازشی لوگوں نے شہر کے پھانگوں پر قبضہ کر لیا اور مکنسی کی صورت دیکھتے ہی جلدی سے اُن کو کھول دیا تاکہ وہ آسانی سے شہر میں داخل ہو جائے۔ اور پھر اُس کے لیے ایسے ذرائع پیدا کر دیے کہ دریا کے پار اتر جائے۔

مگر عبد الغافر کے لشکر کا یہاں فقط ایک ہی رات قبضہ رہا۔ اقبیلیہ اور قوطبہ کے سردار اُن کا تعاقب کرتے ہوئے آئے اور شہر میں گھس پڑے۔ اُس وقت لڑنے والوں کا مارا جانا۔ جو لوگ مشغول جنگ تھے اُن کی ہانگ پکار۔ اور عام

لوگوں کا شور و غل۔ یہ سب چیزیں شہر میں ہنگامہ پیدا کیے ہوئے تھیں۔ یہاں تک کہ رات کے اندھیرے نے اس ہنگامے کو موقوف کر دیا۔ کیونکہ اب دوست دشمن کا امتیاز غیر ممکن ہو گیا تھا۔

عبد الغافر لکینی کو فوراً معلوم ہو گیا کہ اشبیلیہ میں اُس کا ٹھہرنا غیر ممکن ہو۔ اس لیے اُنہوں نے رات اُس نے تسلط خانہ۔ ایوان شہر یاری ماور و آلی شہر کے مکان کو خوب لوٹا جو کچھ دولت شہر میں ہاتھ لگ سکی اُسے لاد پھاند کے ساتھ لیا۔ اور صبح ہونے سے پہلے ہی چل دیا۔ اُس کے ساتھ اُس کے آدمی بلکہ وہ تمام باغی بھی گئے جو اشبیلیہ میں جمع ہو گئے تھے۔ افزلی سردار کے ان طرفداروں کو اب اپنی شرارت اور شورش کا انجام بہت ہی کم قابل اطمینان نظر آتا تھا۔ عبد الغافر نے باوجودیکہ گھوڑے تھک گئے تھے کوچ میں بہت جلدی کی۔ اور بغیر اس کے کہ کوئی اُس کا تعاقب کرے قسطلہ میں پہنچ گیا۔

شاہ عبد الرحمن سیلانون کی ان باہمی لڑائیوں کے مدت تک قائم رہنے سے نہایت پریشان تھا۔ گو کہ یہ لڑائیاں زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھیں مگر جو لوگ مصروف کارزار تھے تھک گئے تھے اور عاجز آ گئے تھے۔ علاوہ برین ملک کے تمام شورش پسندوں اور سلطنت کے کل بدعاشوں کو اس فورش کی بدولت ایک ہماہ ہاتھ آ گیا تھا۔ اور کہیں نہ کہیں پناہ مل جاتی تھی اب بادشاہ نے دانی قریدہ کے نام حکم بھیجا کہ اپنے سواروں کو قرطبہ میں بھیج دو۔ اور اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں نہایت مستعدی کے ساتھ لکینی کے مقابلے میں میدان جنگ گرم کروں گا۔ اور دھوی کیا کہ جب تک باغیوں کو سیدھا نہ کروں گا اور اُن کی ذات سے جو ہنگامے پیدا ہوئے ہیں مٹ نہ جائیں گے ہتھیار نہ رکھوں گا۔ اس حکم کے پونچے ہی

والی مریدہ نے اپنے خبروں کو جمع کیا اور سارے لشکر کو ساتھ لے کے روانہ ہوا کہ پادشاہ کے ہمراہ رکاب میدان میں جائے۔
یہ کارروایاں ہو رہی تھیں کہ قرطبہ میں جہزائی المکنسی اقبیلیہ میں داخل ہو گیا اور شہرت جو ہمیشہ جھوٹی ہوا کرتی ہے یہ بھی کہ اقبیلیہ کے لشکر کو اور اُس کے ساتھ قرطبہ والوں کو بھی شکست ہو گئی۔ ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا گیا کہ شاہی لشکر بڑی بے نظمی سے بھاگا۔

لیکن عبدالرحمن اقبیلیہ کی بھی حالت سے بخوبی واقف تھا۔ جانتا تھا کہ والی عبدالملک سخت زخمی ہو چکا ہے اور گو کہ افریقہ کے سواروں کے سوا اور کوئی لشکر اُس کے جھنڈے کے نیچے موجود نہ تھا مگر چاہتا یہ تھا کہ بذات خود جا کے باغیوں کا تعاقب شروع کر دے۔ اس لیے کہ والی تعاقب کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ مگر حاجب تمامہ بن عامر بن علقمہ نے بادشاہ کو اس جانب مائل کیا کہ مریدہ کے لشکر کے پونچ جانے کا انتظار کیجیے یقین ہے کہ اُن کے آنے میں زیادہ دیر نہ ہوگی دراصل پادشاہ کے اکثر معزز میثروں کی یہ رائے تھی کہ پادشاہ کو بذات خود ان ڈاکوؤں اور جرائم پیشہ لوگوں کے مقابلے پر نہ جانا چاہیے۔ لیکن عبدالرحمن رحایا میں امن و امان برقرار رکھنے کے جوش میں بے صبر ہو رہا تھا۔ اُسے ایک ایک دن ایک ایک برس کے برابر معلوم ہوتا تھا۔ اور کسی طرح اُس کی یہ سب سے بڑی آرزو پوری ہونے کو نہ آتی تھی۔

مریدہ کا لشکر جب قرطبہ میں داخل ہوا تو پادشاہ نے والی اور اُس کے قائدوں کو بڑی عورت سے ہاتھوں ہاتھ لیا اور تین دن تک لوگوں کو سستانے کا موقع دے کے عبدالرحمن نے المکنسی کے مقابل کو چرکونے کی تیاریاں کر دیں المکنسی کو جب ان واقعات کی اطلاع پہنچی اور معلوم ہوا کہ مریدہ کے رسالے

قرطبہ کے رسالوں سے آکے مل گئے تو اُسے صاف نظر آنے لگا کہ مجھ پر ایک طوفان آنے والا ہے۔ فوراً کوچ کر دیا تاکہ دریائے قرطبہ کے اُس پار نکل کے پہاڑوں کے مشہور مابین پہنچ کے پناہ گزین ہو جائے۔ دوسرے باغی سرداروں کی یہ رائے تھی کہ قریب ہی کی پہاڑیوں میں جا کے چھپنا چاہیے۔ مگر عبد الغافر کی رائے پر عمل ہوا اور اُس کا لشکر روانہ ہوا کہ شہر تو اُس کے قریب وادی الکبیر سے اتر جائے۔ عبد الرحمن اُسی دن قرطبہ سے روانہ ہوا تھا جس دن باغی دریائے پار اترنے والے تھے۔ ان لوگوں نے اپنا پورا وقت چلنے میں صرف کیا اور پوری رفتار سے روادار بڑھتے چلے گئے۔ پادشاہ کو چونکہ اُن کے نقل و حرکت کی اطلاع ہو چکی تھی اس لیے اُس نے اپنے سواروں کو آگے بڑھا دیا۔ اور حکم دے دیا کہ حریف جہان ملے اُس پر ہاتھ مال حملہ کرو۔ اتویر اور نزارض تہمتیر کے قائد بھی الیکنسی کے دریا پار اترنے کے ارادے سے واقف ہو گئے تھے۔ وہ اقبیلیہ سے یورش کر کے چلے گئے تھے اور اس بات کے لیے تیار تھے کہ الیکنسی کا پہاڑوں کا راستہ روک دیں شاہ عبد الرحمن کا اقبال ایسا موافق تھا کہ یہ دونوں ایک ہی وقت میں نواح اقبیہ میں نہر نیل کے کنارے عبد الغافر پر جا پہنچے۔ الیکنسی پر جب دونوں جانب سے یورش ہوئی تو اُس کا قدم نہ جم سکا۔ اور نہایت بد نظمی کے ساتھ بھاگے۔ پھر مجبور ہوا۔ لیکن بھاگنے میں بھی اُس نے حفاظت کرنے اور دلیری دکھانے کا پورا اہم دکھا دیا۔ اُس کے فکرنے بھی بڑی بہادری کھائی مگر قریب حریف کے مقابل اپنی قوت کم ہونے کی وجہ سے اس بات پر مجبور ہو کہ گھوڑوں کی باگ چوڑیوں اور حقد تیزی سے بھاگا جا بھاگیں۔ اتویر اُس کے قائد نے الیکنسی کے تعاقب کا خاص طور پر ارادہ کر لیا تھا جو سخت زخمی ہو چکا تھا چنانچہ تھوڑی دیر میں وہ اُس کے برابر جا پہنچا اور بھاگے میں اُس پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے کے نیچے جا رہا۔ قائد مذکور نے فوراً اُس کا سر

کاٹ لیا۔ اور اسی وقت عبدالرحمن کے ملا خطمین پیش کر آیا۔ یہی انجام ابن حارثہ
 شیخ حیون بن سالم اور ان کے اور چاس سواران افریقہ کا ہوا۔ جن کے سرداران
 مزیدہ اور کاؤنانے بادشاہ کے ملا خطمین لاکے پیش کیے۔ اب عبدالرحمن نے حکم دیا
 کہ اس کی فتح کی یہ یادگارین مختلف بلاد میں بھیج دی جائیں تاکہ ان لوگوں کے
 لیے عبرت ہوں جو ان سرکشوں کی روش اختیار کرنا چاہیں۔ مثلاً چاس افریقی
 سواروں کے ساتھ براین روانہ کیے گئے جو المنقاب اور غراطہ کا کیمپ تھا۔
 المکینسی اور ابن حارثہ کے سر قریبہ میں بھیجے گئے اور شیخ حیون کا سراشبیلیہ میں
 پہنچایا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ المکینسی کے لشکر کے بقیہ اسیف
 لوگوں کا فوراً تعاقب کیا جائے۔ مگر اپنے سرداروں کو زبانی فمائش کر دی کہ
 جو لوگ اپنے آپ کو تمھارے رحم پر چھوڑ دیں ان کے ساتھ رعایت کرنا۔
 اور اس بات کا ہر جگہ اعلان کر دینا کہ بادشاہ عبدالرحمن نے ان تمام لوگوں کا
 قصور معاف کر دیا جو آئندہ اطاعت کیشی کا وعدہ کریں۔ مکینسی کی شکست اور
 قتل کا یہ واقعہ ۵۶ھ میں پیش آیا۔

جب ان تمام باتوں کا تصفیہ ہو گیا اور کل امور درست ہو گئے تو بادشاہ
 اتشیلیہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ اپنے والی عبدالملک بن عمر بن مروان کو تسلی دے
 جو نہایت ہی بیمار تھا اور سخت حزن و ملال میں مبتلا تھا۔ فقط اپنے زخموں کی
 وجہ سے نہیں بلکہ زیادہ تر اس لیے کہ اپنے بیٹے قاسم کی موت کا اس کی
 روح پر بڑا بھاری صدمہ تھا جو خود اسی کے ہاتھ مارا گیا تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر
 بیان کر آئے ہیں۔ مگر بادشاہ کے آتے ہی اس کے دل کو بڑی تسلی
 ہوئی۔ اور اس کی جہانی و روحانی تکلیفوں کے حق میں بادشاہ کا آنا

اکسیر کا کام کر گیا۔

اب شاہ عبد الرحمن نے قرطبہ کے لشکروں اور حوالی قرطبہ کے قائم و نوں کو ہمراہ رکاب لے کے قرطبہ کی راہ لی۔ اپنے دار السلطنت پر پہنچ کے بادشاہ نے اُن لوگوں کو جنہوں نے آملکینسی کی مہم میں جس کا ایسی اقبال مندی پر خاتمہ ہوا اپنے آپ کو ممتاز ثابت کیا تھا اعلیٰ درجے کے اسلحہ بھاری خلعت اور خوبصورت گھوڑے بطریق انعام کے عطا کیے۔ اُس نے ابوامیہ عبد الغافر بن ابی عبدہ غوارہ کو حاکم اشبیلیہ مقرر کیا جہاں وہ والی عبد الملک بن عمر بن مروان کے ایک وزیر کی حیثیت سے امور کیا گیا۔ والی عبد الملک مذکور کے عہدے کا نام بادشاہ نے والی مرقطہ و تمام مشرقی اسپین قرار دیا۔ اور اس کو ہدایت کی کہ جیسے ہی تھیں اپنے دشمنوں سے پوری طرح صحت حاصل ہو جائے اپنے صوبے میں چلے جاؤ۔ ابوامیہ جو اس موقع پر عبد الملک کا وزیر مقرر کیا گیا تھا وزیر ملک غوارہ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ اُس نے خود بادشاہ عبد الرحمن کے ساتھ پرورش پائی تھی اور اپنے آقا کا پورا اعتدالیہ تھا۔

اب عبد الرحمن نے خیال کیا کہ دایان افریقہ جو خلیفہ مشرق کے زیر حکومت ہیں مجھے اپنے ان نئے مقبوضات میں کبھی خاموش نہ بیٹھنے دیں گے۔ اس لیے اُس نے اپنے صاحب تمامہ بن عامر بن علقمہ کو حکم دیا کہ بلا مدطرطوسہ اور طراغونہ میں جائے اور حکم دے کہ کافی قوت کے جہازوں کا ایک بیڑا تیار کیا جائے جو سواحل اسپین کی پوری نگہ بانی کر سکے۔ یہی احکام اشبیلیہ میں بھیجے گئے۔ جہاں بادشاہ نے

۷۷ یہی عبد الملک بن عمر جیسے اُس کے زمانے کے عیسائی امارتیں غلبہ کرتے تھے، اُن کے بعد کے روایات میں وہ شاہ مارسیلیوس حاکم مرقطہ بنا دیا گیا۔ جس کا شارلین کی تاریخ اور اُس کے واقعات میں اکثر ذکر آیا ہے۔ (کاٹھی)

جہاز تیار کرنے کے لیے شہر آکسو مونا کے کینسہ نینٹا مار یہ کے قریب ڈاک یارڈ بنوایا۔ اور قرطاجہ میں اُس نے الحلفہ یعنی اسپانیا پر یہ کو جو کہ مر قیا کی پرانی بندرگاہ تھی اس قابل کر دیا کہ اُس سے بھی یہ کام لیا جاسکے۔ ماسوا اس کے اُس نے حکم دیا کہ اسی قسم کی پیش بندیان قرطوسہ - طراغونہ - آلمیرہ - القباب - الجذیرہ - المنفرا - قادس اور ہنوبیا میں بھی عمل میں آئیں۔ امیر البحر کی خدمت شاہ عبدالرحمن نے تمامہ بن عامر بن علقمہ کو دی۔ جس کی صلحت اور استعداد سے وہ بخوبی واقف تھا۔ اور اُس کے مختلف قسم کے قابل قدر صفات کا اُسے برسوں سے تجربہ ہوتا رہا۔ اس لیے کہ ابن عامر ہوسکا اور شرتی اسپین اور طلیطلہ کا والی رہ چکا تھا۔

یسوان باب

سرقسطہ میں حسین البعدری کا ہنگامہ اور جلد الرحمن کے بیٹوں کی تعلیم
 ۱۵۶ء میں حسین البعدری نے جو والی سرقسطہ رہنے کے بعد اس خدمت سے علیحدہ ہو گیا تھا اپنی خاموشی کی زندگی سے تنگ آ کے اور اپنی حالت پر قناعت کر کے لوگوں میں باغیانہ تقریریں شروع کیں اور بہت سے جاہل آدمیوں کو ابھار دیا کہ اپنی پید او اور اپنے گلوں کا خضر (یسوان حصہ) بادشاہ کو نہ دیا کریں کیونکہ شاہ عبدالرحمن اس رقم کو خود مسلمانوں سے لٹنے اور خلفائے مشرق کے مقابلے میں اپنی وقعت برقرار رکھنے میں صرف کرتا ہے حالانکہ اسپین کے اصلی مالک وہی مشرق کے خلفائے ہیں۔ سرقسطہ کے وزیر نے ان باتوں کی اطلاع خفیہ طور پر دایان ہوسکا اور ٹکولہ کو کر دی اور انھیں اشارہ کیا کہ اپنے لشکر کو جمع کر کے اس شہر پر آپڑو۔ اور تاکید کے ساتھ متنبہ کر دیا کہ فقط ان لوگوں کو اپنے ساتھ لائیے گا جن پر آپ کو پورا بھروسہ ہو۔ آپ وہاں کو چ بھی نہایت غفی طور پر کھینچے گا۔

اس لیے کہ اس کام میں اس شہر کے لوگوں کا اعتبار نہیں۔ اُن پر اس بغاوت کی تجویز بنانے والے حاکم کا بڑا اثر پڑا ہوا ہے۔ ایسی ہی انہما کے ساتھ اُس نے صوبے کے دیگر مقامات کے قائدوں کے پاس بھی قاصد بھیجے۔ غرض جو وقت وزیر نے مقرر کر دیا تھا ٹھیک اُسی وقت وہ سب لوگ شہر پہنچ گئے۔ اور حسین العبدی کو پکڑ کے اُس کا سر کاٹ لیا۔ ان کارروائیوں کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو اُس نے اس کارروائی کو بہت پسند کیا اور اپنے والیوں کے جوش و فدا داری اور اُن کے اعلیٰ خدمات پر اُن کا شکریہ ادا کیا۔

ان دنوں عبدالرحمن کے فرزند لومر شاہزادہ ہشام نے اپنے آپ کو ذہانت و طباعی اور دیگر بہت سے اعلیٰ صفات میں ممتاز ثابت کیا۔ اپنی خوش اطواری و سعادت مندی کی وجہ سے وہ اپنے باپ کو نہایت پیارا تھا۔ اور اُس کی تعلیم کے لیے بادشاہ نے وہ علما منتخب کیے جو اُس زمانے میں مشہور اور سرآمد روزگار تھے۔

آئیریا والی احمد وزیر اور اتفاق کے لقب بعض اوقات ہمارے ماخذوں کے صفات پر زیادہ صحت کے ساتھ نہیں دیا کیے جاتے ہیں۔ بلکہ اُن کا امتیاز صاف طور پر اُن مصنفین سے ہوتا ہے جو زیادہ تحقیق سے لکھتے ہیں۔ ایک صوبے کا اعلیٰ حاکم آئیریا والی کہلاتا تھا۔ ان میں سے پہلا لقب یعنی امیر اکثر اوقات خود خلفا کی نسبت بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ بڑے بڑے شہروں کے حاکم بھی وائی کہلاتے تھے اور چھوٹے شہروں کے حاکم اتفاق کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ وزیر وایوں کے نائب و اتفاق دونوں کے مددگار ہوتے تھے۔ قائد شاہزادہ وادری ہی ایک سے زیادہ وزیر رکھتے تھے مگر وایوں کے نائب اکثر اوقات دو اور بعض جگہ اس سے بھی زیادہ اُن کے حلقہ حکومت کے لحاظ سے ہوا کرتے تھے۔ یہ وایوں کے نائب وایوں کی عدم موجودگی میں پورا اختیار رکھتے تھے۔ اُن وزیروں میں سے پہلا زیادہ آخر زمانے میں وزیر اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا حکومت کی اہم ذمہ داریوں کو اُن مقامات پر جہاں کہ دو وزیر ہوتے اپنے ذمے رکھتا۔ (مترجمہ انگریزی)

شاہ عبدالرحمن کو سب سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ اُس کے فرزندوں میں ابتدا ہی سے انصاف پسندی کا مادہ ہو۔ اور سب لوگوں کو وہ ایک ہی نظر سے دیکھیں۔ اس لیے اُس نے حکم دیا کہ ہشام اور اُس کا بھائی سلیمان دونوں اجتماع کے قاضیوں کے اجلاس کے وقت اکثر موجود رہا کریں۔ اور صلی بن ابی القیاس اس وقت موجود رہا کریں جب سلطنت کے دارالشوریٰ میں مشاور لوگ اپنی رائےیں ظاہر کریں۔ ان شاہزادوں کا معمول تھا کہ اپنے باپ کی سالگرہ کی تقریب بڑی جوش مسرت سے منجالاتے۔ اُن موقعوں پر بڑی پر تکلف دعوتیں ہوتیں جن میں اہل علم جو اکثر اُن شاہزادوں کے مہمان رہا کرتے بٹھلائے جاتے۔ اور نیز وہ لوگ مدعو ہوتے جو اُن عالمانہ محفلوں میں بالالزام شریک ہوا کرتے جو شاہزادوں کے محفلوں میں اکثر جمع ہوتی رہتیں۔ سالگرہ کے جلسوں میں شاہزادے اُن شعر کو بہت کچھ انعام دیتے جو نہایت ہی عمدہ قصائد بادشاہ کی مدح میں سناتے خود بھی عمدہ نظمیں اور پاکیزہ قصیدے موزون کرتے جن کو اُن کے استاد عالمانہ مجمعوں یا دارالعلوم میں پڑھ کے سناتے۔

شاہ میں آپسین کے جامع مسجد کے قاضی القضاۃ معاویہ بن صالح نے قرطبہ میں انتقال کیا۔ وہ شہر حمص کے قریب نخیلہ نام ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ اور آغاز عمر ہی سے انھوں نے علم و فضل میں شہرت و ناموری حاصل کر لی تھی۔ بادشاہ عبدالرحمن کو اُن سے بڑی محبت تھی۔ کیونکہ اُن کی قسمت کے تمام انقلابات میں وہ وفاداری کے ساتھ اُس کے شریک حال رہے تھے۔ اُن کے جنازے کے ساتھ تمام اہل شہر کا مجمع تھا۔ اور عبدالرحمن نے خود ہی اُن کے دفن کے وقت نارجنازہ پڑھائی۔ اُن کے بعد بادشاہ نے حسن بن یشار الہندی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا جو ایک بڑے پایے کے اور بہت

یہ زبردست عالم تھے پھر اپنے آزاد شدہ غلام مہراج بن عبد اللہ بن سراج کو جس پر لوگوں کو بڑا بھروسہ تھا مجلس عدالت فوجداری قریطہ کا صدر مقرر کیا۔

اُس زمانے سے جب کہ فرانس کے عیسائی شہر فریوڈ اور اس کے مضافات پر تصرف ہو گئے تھے اس وقت تک ان لوگوں نے اُن سلسل لڑائیوں سے خوب فائدہ اٹھایا جن میں باغیوں کی سربراہی کی وجہ سے شاہ عبد الرحمن اکثر مصروف رہا تھا۔ اب حالت درست ہو جانے کی وجہ سے اُن لوگوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور یہ کافر ایک زبردست لشکر کے ساتھ ملک اسپین میں گھس آئے۔ کھیتوں کو کاٹ ڈالا۔ غلہ کو غارت کر دیا۔ شہر جلا دیے۔ اور باشندوں کو پکڑے گئے۔ اُن کے سواروں کو یہاں تک جرات ہوئی کہ سر قسطہ کے علاقے تک گھستے چلے آئے۔ یہاں تک کہ ہوسکا لڑیہ اور دیگر سرحدی شہروں کے والیوں نے انھیں شکست دی اور پہاڑوں کے اُس طرف بھگا دیا۔ اور اپنا لشکار چھوڑ کے انھیں بھاگنا پڑا۔ یون آسانی سے کامیاب ہو جانا مذکورہ والیان سرحد کی خوش نصیبی تھی ورنہ اُس زمانے کے عیسائیوں کے ہاتھ سے جتنی دشواریاں پیدا ہوئیں سب خود انھیں کی غفلت کا نتیجہ تھیں۔ اہل فرانس کا یہ حملہ ۱۶۲۰ء میں ہوا۔

والیان ہوسکا اور سر قسطہ نے اس واقعے کی اطلاع بادشاہ عبد الرحمن کو کی تو اُس نے حکم دیا کہ عیسائیوں کا اُن کے پہاڑوں تک تعاقب کریں اور مختلف راستوں پر جو اُس کو ہشان کی گھاٹیوں میں واقع ہیں انھیں اپنا مطیع و منقاد بنائیں۔ ہمارا مصنف اس موقع پر ایک عربی شاعر کی عربی شاعری سے کام لیتا ہے (پیشہ پیر کے اپنے لشکار کو چھوڑ دینا) عربی شاعر اس موقع پر استعمال کی جاتی ہے جب کسی گروہ نے کلیتہً نقصان اٹھایا ہو۔

یہ واقعہ جس کا عرب مصنفین نے اس قدر ضعیف حیثیت سے تذکرہ کیا ہے عیسائی مورخین اور ائمہ بخاریہ میں بگڑاؤں کے نام سے نہایت مشہور ہے (ترجمہ انگریزی) ۱۶۲۰ء

لیکن یہ لڑائی طولانی دشوار اور بے نتیجہ تھی اور مسلمانان سرحد کے لیے نہایت خطرناک۔ یہ خطرناک کام اُن کے ذمے کیا گیا تھا کہ وحشت ناک اور بالکل دشوار گزار پہاڑوں میں گھس کے ایک ایسی جری اور دھن کی پکی قوم کا تعاقب کریں جو لوگ ریچھوں کی کھالیں پہنتے تھے اور جن کے پاس سوا موگر یون اور ہنسوون کے جن سے وہ اپنی حفاظت کیا کرتے ایسی کوئی چیز نہ تھی جو مال فیضمت کے طور پر حملہ آور دن کے ہاتھ آتی۔

اب عبد الرحمن نے اس جانب بڑی سرگرمی سے توجہ کی کہ ملک میں نہایت ہی عمدہ حکومت قائم ہو۔ اپنے بڑے بیٹے سلیمان کو جو ملک شام میں پیدا ہوا تھا شہر طلیطلہ میں بھیجا۔ اور وہاں کا والی مقرر کیا۔ اُس کو خیال تھا کہ ایسے زبردست صوبہ کا انتظام ہاتھ میں لینے سے شاہزادے کو عقل و دانائی کے اُن اصول کے برتنے کا موقع ملے گا جن کی وہ اپنے معلموں سے تعلیم پا چکا ہے۔ ساتھ ہی سلطنت کی حفاظت کے خیال سے اور اس بات کا اطمینان کرنے کے لیے کہ حکومت اچھے اصول پر چلائی جائے بادشاہ نے شاہزادے کو ایک ایسا وزیر و مشیر و یا جس پر اُسے پورا بھروسہ تھا۔ یہ قابل شخص موسیٰ بن حذیرہ تھا جو بڑا قابل و تجربہ کار مدبر مانا جاتا تھا۔ دوسرے بیٹے عبد اللہ کو بادشاہ نے اسی غرض سے والی مقرر کیا۔ اور اُس کا وزیر و مشیر وزیر حسن نوارہ کے بیٹے عبد الناصر بن حسن بن مالک کو مقرر کیا۔ عبد الناصر نے بچپن سے بادشاہ کے ساتھ ہی نشوونما پائی تھی اور عبد الرحمن کو اُس کے ساتھ ایسی محبت تھی کہ اُسے اپنا بھائی سمجھتا۔ ان وزراء کے ساتھ بادشاہ نے اپنے فرزندوں کو اس غرض سے روانہ کیا کہ حکمرانی کے فرائض بجالانے کا علم حاصل کریں جس غین کو حاصل کرنا اُن کی شاہزادگی کے حسب حال تھا۔

یہ فکر جن جن میں شاہ عبدالرحمن کی حکومت کا ابتدائی حصہ صرف ہوا تھا اُن سے نجات پانے کے اب وہ اس جانب مائل ہوا کہ مختلف قسم کی دلچسپیوں سے لطف اٹھائے۔ ان مشاغل میں سے ایک باز کا شکار تھا۔ اس شوق میں اُس نے بہت سے قیمتی باز جمع کر لیے۔ چنانچہ اُس کے اس شوق کا ایک یہ واقعہ بین تاریخین میں ملتا ہے کہ ایک مہم میں بادشاہ لشکر کے ساتھ چلا جاتا تھا کہ بجلون کا ایک غول اُس کے سر پر سے گزرا اور ایک وادی میں اترتا نظر آیا جو زیادہ فاصلے پر نہ تھی۔ عبدالرحمن نے فوراً اپنے بازداروں کو آواز دی۔ بہت سے بازوں کو چھوڑا۔ اور اس دلچسپ شکار میں مصروف ہو گیا۔ اُس کا یہ شوق دیکھ کے بہت سے اہل دربار کو اُس پر نازک خیالی کے اشعار سوزوں کرنے کا موقع مل گیا۔ اور بادشاہ بازوں کے شکار اور رہبانوں میں جا جا کے لڑنے کے شوق کی وجہ سے صغر قریشی کہلاتا تھا۔

سلاطین اور ذابحہ کے مینے میں طلوع کے وقت ایک ایسے غیر معمولی طریقے سے سورج نکلا کہ اُسے دیکھ کے لوگوں کے دل نہایت مرعوب ہو گئے۔ آفتاب کی جرم میں بالکل روشنی نہ تھی اور تقریباً دو ہر تک آفتاب اُسی میب طریقے سے بے نور رہا۔ باوجودیکہ نہ گمن تھا نہ کمر تھا نہ خمار۔

الیسواں باب

یوسف کے بیٹے کا قریبہ کے قید خانے سے بھاگ جانا

یوسف الفری کا بیٹا تھا ابو الاسود جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں گرفتار کر کے

بھڑم چڑیا نادر فرس نے بین ان واقعات میں ایسی احتیاط کے ساتھ مصلحتات بتائے ہیں کہ پوری کوئی غلطی کرے تو قابلِ مافی نہیں ہو۔ مگر ترجمہ کو اس کا اندیشہ ہو۔ اسی لیے کہ اُسے اس قابلِ طاہرین کی تصنیف نہیں ملی کہ اس سے فائدہ اٹھاتی۔ (ترجمہ انگریزی)

قرطبہ کے ایک بُرج میں رکھا گیا تھا چنانچہ گرناری کے ابتدائی برسوں میں نہایت سختی سے اس کی حراست کی جاتی تھی۔ مگر زمانہ ہر چیز کو کمزور کر دیا کرتا ہے۔ چنانچہ محمد مذکور کے نگبانوں اور پرے والوں کی مستعدی میں بھی فرق آگیا۔ چند برس گزرنے کے بعد انھیں اپنے قیدی کی طویل صورت پر ترس آیا اور دل میں خیال کیا اس میں کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے کہ اُسے آفتاب کی گرمی اور روشنی سے لطف اٹھانے کا موقع دیا جائے۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ پرفن ابوالاسود نے مکر کی راہ سے یہ ظاہر کیا کہ میں قریب قریب اندھا ہو گیا ہوں۔ اور مکر و فریب سے اُس نے اپنی صورت اس خوبی کے ساتھ اندھوں کی سی بنائی کہ سب کو یقین آگیا اُسے بہت ہی کم سوجھتا ہے۔ اور سب نے اُس کا لقب محمد بنیم کو رکھ دیا۔

اس کو بھی ایک مدت گزر گئی۔ اور محمد اسیر کی حراست کرنے والوں نے اُس کی بیکسی کی حالت پر اطمینان کر کے اجازت دے دی کہ قید خانے سے نکل کے بُرج کے نیچے والے کمرے کے آس پاس ٹہل لیا کرے۔ خصوصاً گرمیوں کے موسم میں اتنا ہی نہیں اس بات کی بھی اجازت دے دی کہ اُن نیچے والے کمرے ہی میں رات بھی بسر کر لیا کرے تاکہ وہ ان کی خنکی سے وہ لطف اُٹھا سکے۔ اور نیچے جو بڑے حوض تھے اُن میں اتر کے پانی لانے سے بھی اُسے نہیں روکا۔ اس طریقے سے اُس پرفن اندھے کو موقع مل گیا کہ بھاگ جانے کی کوئی صورت پیدا کرے جسکی اُسے ہر وقت فکر رہا کرتی تھی۔ آخر بہت جلد اُسے نظر آگیا کہ نیچے کی کھڑکیاں جن سے حوضوں میں روشنی پہنچتی ہے، بھاگ جانے کا ایک آسان ذریعہ ہو سکتی ہیں۔

اس زمانے میں محمد ابوالاسود سے اکثر وہ لوگ بھی ملا کرتے تھے جو جفیہ طور پر اُس کے خاندان کے طرفدار تھے۔ ان لوگوں سے محمد نے اپنی امیدیں ظاہر کیں۔ اپنے مقاصد بیان کیے۔ اور اُن لوگوں نے اُسے ہمت بندھائی کہ

آپ اپنی تدبیر دن پر عمل کریں باہر ہم سے جہاں تک مدد ہو سکے گی وہیں گئے اور اسے یقین دلا دیا کہ ہماری مدد سے آپ کو قطعاً کامیابی حاصل ہو جائے گی۔

غرض گرمیوں کی ایک رات کو جب کہ سب لوگ دریائے دادی البکیر میں نہا رہے تھے اور قید خانے کے خادم تک محمد کو نیچے کے کمرے میں جہاں وہ اب سارے دن رہا کرتا تھا چھوڑ کے چلے گئے تھے۔ جس کے متعلق انہیں اطمینان تھا۔ ابن یوسف نے ارادہ کیا کہ اس مناسب موقع سے فائدہ اٹھائے چپکے سے قید خانے کے پھاٹک کھولے۔ حوضوں کے نیچے کی کھڑکیوں سے اُترا اور پانی میں پیر کے اُس پار کے کنارے پہونچ کے ایک ایسے مقام پر ٹھہرا جہاں دوستوں کا ایک گھنا بھند تھا۔ وہاں اُسے کپڑے اور ایک گھوڑا تیار ملا جو اُس کے متذکرہ بالادوستوں نے فراہم کر رکھا تھا اس گھوڑے پر سوار ہو کے وہ ساری رات اور صبح ہونے کے بعد سارے دن ایسی سڑکوں پر بھاگتا چلا گیا جن پر لوگوں کی بہت ہی کم آمد و رفت تھی۔ اور بغیر اس کے کہ کہیں پہچانا جائے طیلطہ پہونچ گیا۔ وہاں دوستوں نے اُسے اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ اور اس کو ایسے بھیس میں رکھا جو مناسب معلوم ہوا۔ پھر مخفی طور پر اس کے ساتھ راتوں رات سفر کے کوہستان جہاں میں پہونچ گئے۔ جہاں ان لوگوں کو اُن ڈاکوؤں اور باخونہن پناہ لگئی جو اُن وحشت ناک مقاموں میں پناہ گزین تھے۔

پہرے والے جن کی حراست میں محمد تھا۔ انہوں نے مارے خوف کے اور اپنی غفلت کی سزا سے بچنے کے خیال سے اُس کے بھاگ جانے کی خبر ایک مدت تک پوشیدہ رکھی لیکن کب تک؟ آخر ضروری معلوم ہوا کہ جو واقعہ ہرچ سچ بیان کر دیا جائے۔ اور یہ خبر کہ اندھا محمد اپنے قید خانے سے بھاگ گیا بادشاہ تک پہونچی۔ عبدالرحمن کو یمن کے بہت طلال ہوا۔ اور پہرے والوں کی غفلت پر

ناراض ہو کے اُس نے کمائیہ تمام باتیں حکمت الہی سے وابستہ ہیں۔ عین اس
ماجرے سے یہ سبق مل سکتا ہے کہ جب تک شرمیرون کو آزاد نہ پہنچایا جائے نیکون
کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

گلوئی ابدان کردن چنان است کہ بدر کردن بجائے نیک مردان
مجھے زیادہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ اس اندھے کے بھاگ جانے سے ہنگامے نہ
اٹھ کھڑے ہوں اور سخت خونریزی کی نوبت نہ آئے۔“

اس کے بعد بادشاہ نے اس ماجرے کی اطلاع اتویرا۔ ستودیر اور جیان
کے دایمون اور قائمون کو کی اور جیان کے والی کو حکم بھیجا کہ اپنے علاقے کے
پہاڑوں میں تفتیش کرو اور عام حکم جاری کرو کہ تمام لوگ ہوشیاری کے ساتھ اُن
باغیوں کے نقل و حرکت کی نگرانی کرتے رہیں جو وہاں پناہ گزین ہیں۔ اسی زمانے
میں والی طلیطلہ حبیب بن عبد الملک بن المردان نے سفر آخرت کیا۔ وہ بادشاہ
کے نہایت ہی قابل قدر دوستوں میں تھا۔ خود بادشاہ بذات خاص اور اُس کے
چھٹوں فرزند جنازے کو اُس کی آخری خواب گاہ تک لے گئے جعد الرحمن نے اس
موقع پر دیکھا کہ والی مرحوم کا بیٹا ہشام حد سے زیادہ غم جو۔ اور اس قابل بھی
نہیں کہ اٹھ کے اپنے باپ کے جنازے کے ساتھ قبر تک جائے۔ یہ دیکھ کے
بادشاہ اُس کی طرف متوجہ ہوا اور یہ الفاظ کہے ”ابو الولید۔ ایسا صدمہ اور اتنی
دل شکستگی مناسب نہیں۔ اٹھو! اور اپنے گھرانے کے بہترین شخص کے ساتھ دفن تک چلو“

بایسوان باب

محمد ابو الاسود بن یوسف الفہری سے لڑائی۔ اُسکے ہنگامے اور اسکی موت
ابو الاسود کو بھاگے زیادہ زمانہ نہیں ہوا تھا کہ آتش بغاوت نے فہر کے

کو ہستان قزو در لا اور صفویا میں اُس کے موجود ہونے کا ثبوت دے دیا باغی گرد ہون نے تمام صولوں کے فتنہ انگیز اور شورہ پشت لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کے محمد آلا سود یعنی ابراہیم کو اپنا سردار بنایا اور پھر ہمایہ میں الفہری کا بھڑا اڑانے لگا۔ اور جیسے ہی وہ ہوا میں لہرایا چھ ہزار سے زیادہ اچھے مسلح و جنگ آزمودہ سپاہی تیار ہو گئے کہ اس جھنڈے کے ساتھ آگے بڑھیں۔

بادشاہ کو فوراً اس باتوں کی اطلاع کی گئی۔ اور وہ بغیر اس کے کہ ایک لمحہ بھی ضائع کرے جو ایسے موقعوں پر نہایت قیمتی ہوا کرتا ہے قرطبہ کے سواروں کو ساتھ لے کے اُس علاقے کی طرف چل کھڑا ہوا جہاں ہنگامہ پیدا ہوا تھا۔

والیان مدیترہ و جہاں کے نام حکم بھیجا کہ فوراً اپنی اپنی جمیعتوں کو لے کے باغی گرد ہون کے منتشر کرنے کے لیے بڑھیں۔

باغی لوگوں نے جو ان تیاریوں کا حال سنا جو ان کے مقابلے کے لیے ہو رہی تھیں اور اس سے واقف ہوئے کہ خود شاہ عبدالرحمن میدان جنگ میں آ رہا ہے تو کوشش کی کہ مقابلے سے بچیں۔ وہ بجائے مقابلے کے روز اس انتظار میں رہتے کہ اُن کے گردہ کی تعداد بڑھے۔ اس لیے کہ قاسم بن یوسف کو ہستان رونڈ میں لشکر جمع کر رہا تھا۔ اور حافلہ اور دیگر سرغنہ مقامات تو موٹوں اور کو ہستان جہاں میں بڑی جانفشانی سے لشکر جمع کر رہے تھے۔

اور اس مدد میں اس حد تک کامیاب بھی ہو گئے کہ اگرچہ بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں اُن کو شکست بھی ہوئی مگر یہ نہ ہو سکا کہ وہ کسی کھلے میدان میں گھیر کے لائے جا سکیں یا کسی بڑے میدان میں اُن کا سامنا ہو۔ الغرض کو ہستانی لڑائی میں بہت زیادہ صرف ہو گیا جو اگرچہ کئی بار بظاہر ختم ہو گئی مگر بہت پلٹے ہی پھر زیادہ شدت سے قائم ہو جاتی۔

علاوہ برہن جس قدر تکلیفیں عبد الرحمن کے سواروں اور ہراہیوں کو
ہوئیں باغیوں کو نہیں پیش آئیں۔ عبد الرحمن کے ساتھ اویرہ۔ لورتقا۔ اور
جیان کے سوار تھے۔ پہاڑوں کی دشوار گزار راہیں جن میں باغی ہمیشہ بھاگ
کے پناہ لیتے تھے ایسی سخت تھیں کہ بادشاہ کے پیدل لوگ بھی کھوؤں اور
گھائیوں میں بغیر زیادہ نقصان برداشت کئے باغیوں کا تعاقب نہیں کر سکتے تھے۔
اس سست اور تھکانے والی لڑائی سے عاجز آئے شاہ عبد الرحمن
نے اپنے والیوں کو حکم دیا کہ ان پہاڑیوں میں ایک سرے سے گھس کے دوسرے
سرے تک چلے جائیں۔ اور باغیوں کو جن مامنوں میں وہ چھپ کے بیٹھے
ہیں ان کے چھوڑنے پر مجبور کر دیں۔ اپنے کل لشکر کو اس نے تیراندازوں
کی آزمودہ کار جاعتوں سے قوت دی اور حکم دیا کہ جب اجداد جو جن مختلف راستوں
سے پہاڑوں میں ایک ہی وقت گھسین چنانچہ والیوں نے ایسا ہی کیا۔ اب
باغی قسطلونہ یا قسطلانہ کی پہاڑیوں میں بھاگے اور شہر قسطلونہ میں پناہ لی۔ وہاں
کے باشندوں میں سے چند لوگوں نے محمد ابوالاسود کو بکھایا کہ آپ بادشاہ سے
رحم کی التجا کریں۔ اور یقین دلایا کہ اگر آپ معافی مانگیں گے۔ اور اپنے بھاگ
آنے کے متعلق مندرت خواہ ہوں گے تو شاہ عبد الرحمن بالطبع ایسا رحم دل
واقع ہوا کہ معافی سے انکار کرنا اس کے اسکان سے باہر ہو۔ ابوالاسود
نے جواب دیا کہ فقط مصیبتوں میں مبتلا ہونے کی بنا پر مجھے بادشاہ سے معافی
مانگنے کا حق نہیں حاصل ہے۔ اور اگر میں اپنی ذات سے ایسا کرنے پر آمادہ
ہو جاؤں تو بھی مجھے مجبوراً کرنا وہی پڑیگا جو میرے ہراہیوں کی مرضی ہوگی۔
یہ مجھے بخوبی معلوم ہے کہ اس سخت لڑائی کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ لیکن میں
کر دہی سکتا ہوں جو میری جماعت کا کوئی ادنیٰ سپاہی کر سکے گا۔ اس کا یہ جواب

سننے پر بھی میثرون نے اصرار کیا اور کہا "اگرچہ اب آپ اُس لڑائی سے جو سرہر آگئی ہو اور جس سے فی الحقیقت کوئی مفرت نہیں ہو آپ پھپھا نہیں چھوڑ سکتے لیکن یہ آپ اب بھی کر سکتے ہیں کہ جیسے ہی موقع ملے اپنی جان بچا کے بھاگ کھڑے ہوں کیونکہ اس میں ذرا شک نہیں کہ بادشاہ عبدالرحمن آپ کے حال پر مہربانی کرے گا اور آپ سے بڑا سلوک نہ کرے گا۔"

اس گفتگو کے چند ہی روز بعد لڑائی ہوئی جس میں محمد ابو الاسود اپنے سواروں کے ایک بڑے گروہ کو لے کے بھاگا۔ لیکن بھاگا تو کب؟ جبکہ اُس کے پیدل سپاہیوں کا غالب حصہ کلینتہ قتل ہو چکا تھا۔ چند ہی تنفس تھے جنہیں اُس دن تلوار کی باڑھ سے بچنے کا موقع ملا۔ مورخ رازی لکھتا ہے کہ باغیوں پر یہ فتح بادشاہ عبدالرحمن کی فوج نے ۶۷۱ھ میں ربیع الاول کی چوتھی تاریخ حاصل کی اور اُس سے دو ہی روز پیشتر محمد ابو الاسود اور اس کے میثرون میں مذکور ہوا گفتگو ہوئی تھی اور وہ تجویزین پیش ہوئی تھیں۔ اُس کے یہ میثروہ لوگ تھے جو اب تک اس کے باپ کے احسانات کو یاد کرتے تھے اور اگرچہ شاہ عبدالرحمن کے ساتھ وفادار تھے لیکن باوجود اس کے محمد کی بھی سلامتی چاہتے تھے۔ محمد مذکور کی نسبت لکھتے ہیں کہ چار ہزار لاشیں میدان جنگ میں چھوڑ کے بھاگا۔ ماسوائے ان کے جو لوگ دریائے وادی العمار سے اترنے کی کوشش کرتے وقت شاہ عبدالرحمن کے سواروں کے تعاقب سے ڈوب گئے، اُن کی تعداد مقتولین سے بھی زیادہ ہی تھی۔ محمد ابو الاسود میدان جنگ کو چھوڑ کے قسطلانہ میں واپس گیا پھر فوراً اُس شہر کو بھی چھوڑا۔ اور اسپین کے علاقہ الغرب کی جانب بھاگتا چلا گیا۔

لڑائی کے بعد بادشاہ قرطبہ میں واپس گیا۔ لوگوں نے وہاں بڑے

جوش و مسرت کے ساتھ اُس کا استقبال کیا۔ لیکن چونکہ اُس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ باغیوں نے جن فسادوں کی بنیاد ڈالی جو اُن کو جڑ سے کھود کے پھینک دے لہذا گو اُسے آرام لینے کے لیے چند روز قریطہ میں ٹھہرنے کی ضرورت تھی مگر فوراً نواح مزیدہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اگرچہ باجہ بدلیوش اور قنطرۃ السیف کے قائدوں کو تنہا تھی کہ بادشاہ اس لڑائی کے انجام کو اُن کے اعتبار پر چھوڑ دے اور انھوں نے یقین دلایا تھا کہ ہمارے پاس اتنی کافی فوج موجود ہے کہ باغیوں میں سے ایک تنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے چنانچہ شاہ عبد الرحمن نے بدلیوش اور قنطرۃ السیف کے قائدوں کو تو اس خدمت پر مامور کیا کہ برابر فتنہ پردازوں کا تعاقب کرتے رہیں۔ لیکن باجہ کے القائد کو خاص اپنی فوج کی سرداری عطا کی اور حکم دیا کہ بلا تاخیر تعاقب پر روانہ ہو جائے۔ اور جاتے وقت اُس کا پیشگی شکریہ ادا کیا اور واپسی پر اُس کے عمدہ خدمات کے معاوضے میں اُسے بہت سے اعزاز و اکرام سے سرفراز کیا۔ اور اس کی کارگزاری پر اظہار خوشنودی کیا۔

قسطونہ کی لڑائی کے بعد باغیوں کے سرخشا منتشر ہو گئے تھے۔ کوئی اُدھر گیا کوئی اُدھر بھاگا۔ اور اس ناکامی پر اُن میں سے ہر ایک دوسرے کو بڑا بھلا کہتا تھا۔ حافلہ ایک چھوٹے گروہ کے ساتھ جھٹ پٹ بھاگ کے کوہستان صخرہ دین میں ہوتا۔ محمد ابوالاسود الغری اسپنے بقیۃ السیف سواروں کے ساتھ نواح الغرب کی طرف بھاگا۔ لیکن چونکہ بدلیوش اور قنطرۃ السیف کے قائد اُس کا تعاقب کرتے چلے آتے تھے۔ جن سے کئی جگہ اُس نے شکستیں کھائیں۔ اور چونکہ قسمت بالکل برسرِ خلاف تھی اس لیے جو چند سپاہی اور طرفدار اب تک اس کے گرد موجود تھے اب وہ بھی اس نامراد پناہ گزین کو رفتہ رفتہ چھوڑ کے منتشر ہونے لگے۔ اور جسے جہان پناہ ملی چسلا گیا۔

آخر کار یوسف کا بیٹا تن تنہا بیک بینی دو دو گوش رہ گیا۔ حتیٰ کہ ایک خدمتگار بھی ساتھ نہ تھا۔ سب بھاگ گئے اور محمد دنیا میں یکہ و تنہا تھا۔ آخر تھکا مائدہ اور طول و حوزینِ فہر تو رآمین اس ذلیل حالت سے داخل ہوا کہ میلے کچیلے کپڑے بدن میں تھے۔ چند روز وہ ان چھپار ہا اور آخر مجبور ہوا کہ غربت و گنہامی کی حالت میں بغیر کسی انیس ہدم کے وہ ان سے بھی چلا جائے۔ اب وہ قریب کے جنگلون میں گھسٹا اور ایک بھوکے بھیڑیے کی طرح جنگل کے سناٹے میں شکار تلاش کرتا پھرتا تھا۔ آخر اس دھڑے کو پہونچ گیا کہ اپنے غلیلہ کے گنہامی و اسیری کو موجودہ حالت کے مقابلے میں ایک نعمت و مسرت تصور کرتا تھا۔ غرض یونین کچھ دنوں تکلیفون اور مصیبتوں کی زندگی بھیل کے ہلصیب محمد ابو الاسود کی ایسی صورت ہو گئی تھی کہ ان مقاموں میں جہان اس کے شناسا موجود تھے جاتا اور بالکل نہ پہچانا جاتا آخر نہایت ہی تھرو لاغر ہو کے ”وہ العرفون“ نام نواحِ غلیلہ کے ایک شہر اور قلعے میں پہونچا۔ اور وہ ان اسی سال کے خاتمہ پر مر گیا۔

تیسواں باب

لوسیطانہ اور جلیقیہ کی جانب شاہ عبد الرحمن کا سفر

بادشاہ عبد الرحمن نے جب دیکھا کہ جن صوبجات میں باغیوں نے مدت سے ہنگامہ بپا کر رکھا تھا ان میں اب اس دن و آمان قائم ہو گیا تو اسی زمانے کے قریب وہ بلادِ سطرارم۔ لیبین۔ پور تو قالہ۔ (پرتگال) توئمبرا۔ براقا اور دیگر بلادِ لوسیطانہ کی طرف روانہ ہوا جو اسپین کے علاقہ القرب میں واقع تھے۔ ان مقامات میں بادشاہ نے تمام اہل اسلام کے لیے جوامع اور مساجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ ہر علاقے کے محاصل مالگذاری کا ایک حصہ ان کاموں کے لیے مخصوص کر دیا۔ کچھ دنوں تک محمد الرحمن نے شمالی اسپین کے شہروں کی بھی سیر کی۔ اور ہر جگہ اپنی فیاضی

اور رعایا نوازی کے آثار چھوڑے آخر کار اسطورغہ - زمورہ اور اویلا میں ہوتا ہوا
مدینہ طیبہ میں پہنچا۔ جہاں اس کے فرزند عبد اللہ اور تمام باشندگان شہر نے
ہڑے جوش مسرت کے ساتھ اُس کا خیر مقدم ادا کیا۔

یہاں اس بات کی اطلاع پا کر کہ ارض تدیمیر میں اب بھی چند باغی گروہ پھسے
ہوئے ہیں جن کا سرغنہ یوسف الفری کا چھوٹا بیٹا قاسم ہے اور اُن کا افسر حافظہ ہے قاسم
نے اُس علاقے کے تمام ذلیل واکوُن کو جمع کر لیا تھا۔ عبد الرحمن بذات خود اُس
ضلع کی طرف روانہ ہوا لیکن کوہستان اقراض میں پہنچنے کے خبر ملی کہ وایان تدیمیر
نے اس گروہ کو شکست دے دی۔ اور عبد اللہ بن عبد الملک بن عمر بن مردان
نے قاسم بن یوسف کو گرفتار کر لیا ہے جو نہایت زبردست پرے اور شدید حراست
میں رکھا گیا ہے۔ ان دنوں بادشاہ شہر ستورہ کے سرحدی مقامات کا دورہ کر رہا
تھا شہر ستورہ ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر آباد ہے اور اس قدر مضبوط ہے کہ شہر
پناہ کے اندر داخل ہونا غیر ممکن ہے۔ اُس پہاڑ کے دامنوں پر بلندی سے دو دریا
نیچے اترتے آئے ہیں۔ ایک تو وہی جو وادی البکیر کہلاتا ہے اور قرطبہ کے نیچے
بہا ہے اور دوسرا وادی الیاض جو شہر مرقیہ کے نیچے بہتا ہے۔ یہاں پہاڑوں کے
اندر مختلف نالوں اور چشموں کے ملنے سے ایک بڑی جھیل پیدا ہو گئی ہے اُسی سے
چھلک کے پہلوایا یعنی وادی البکیر پہاڑوں کے نیچے اترتا ہے۔ وہاں سے مغرب
کی جانب کوہ نجدہ اور غدیرہ کے پاس سے بتا ہوا مدینہ عتیقہ کے قریب سے
ہو کے گزرتا ہے۔ اُس کے بعد مدینہ یاسہ میں گیا ہے۔ وہاں سے قلعہ الدجارج - القصیر
خطرارہ اور دیگر شہروں کے پاس سے بتا ہوا شہر قرطبہ کے پاس پہنچتا ہے۔ اسی
طرح دریائے وادی الیاض بھی پہاڑوں کے نیچے آ کے مرقیہ اور یولہ اور دوسرے
شہروں سے گذرتا ہوا سمندر تک بتا چلا گیا ہے۔ عبد الرحمن کے سفر کو طول ہوا۔

یہاں تک کہ وہ شہر دتیا میں پہنچا تو وہاں اُس کی خدمت میں وہ قاصد حاضر ہوئے
جنہوں نے بد قسمت حافظہ کا سرا کے پیش کیا جو مدت سے ہر طرح کے خطر و ن
اور بڑے بڑے خونریز میدانوں سے بچ کر نکلتا رہا۔ مگر ایک خفیف سی لڑائی میں
اُس نے جان دی۔ کون شخص ہو جو اس تیر سے بھاگ سکے جسے قسمت نے
اُس کی طرف پھینکا ہو۔

اس کے بعد بادشاہ لورقا اور مرتیا میں پہنچا اور ایک مستد بہ زمانے تک
ان شہروں میں مقیم رہا۔ اور اس سے پہلے قرطبہ میں واپس نہیں آیا۔ سنہ
نہ کو میں جب واپس آیا تو دالی عبد اللہ ابن عبد الملک اُس کے ہمراہ رکاب
تھا۔ قرطبہ میں پہنچے چند ہی روز ہوئے تھے کہ قاسم بن یوسف الفہری پا بڑ بڑ
اس کے سامنے لا کے پیش کیا گیا۔ اس پر نصیب شخص نے بادشاہ سے رحم کی
اتھا کی اور اس کے قدموں پر گر کے زمین بوس ہوا۔ شاد عبد الرحمن یہ خیال
کر کے کہ قسمت انسان کا ساتھ دینے میں کس قدر ناپائدار ہو اپنے دشمن کے بیٹے پر
ترس کھایا اور چونکہ ہمیشہ سے رحم دل واقع ہوا تھا۔ اس لیے حکم دیا کہ بد نصیب
قاسم کی زنجیریں کاٹ دی جائیں۔ اُس کی جان بخشی کی۔ اُس کے گناہوں کو معاف
کر دیا اسکے بعد یوسف الفہری کے بیٹے نے اپنی باقی زندگی ہمیشہ بادشاہ کی فرمان برداری
میں بسر کی۔ اور بادشاہ نے بھی اسکا اعزاز و اکرام زیادہ کیا۔ شیلیہ میں اسے ایک بڑی
جاگیر دی تاکہ اس شان سے بسر کر سکے جو اسکے مرتبے کے شایان تھی۔

چو بیوان باب

قرطبہ کی بڑی جامع مسجد کی تعمیر شام کی محبت اور جلیل الرحمن کی وفات
عبد الرحمن کو سب سے بڑی تمنا و آرزو اس بات کی تھی کہ ملک میں امن و

امان قائم رہے۔ اُس کی یہ منہ آ خر کار پوری ہو گئی۔ اس برکت کے حاصل ہونیکے
 بعد چوبیس سال گزرا وہ سترہ تھا اور اسی سال اُس نے حکم دیا کہ عدالت
 قضا اور سب سے بڑی جامع مسجد اُس کے قعر کے قریب تعمیر کی جائیں۔
 کہتے ہیں کہ عمارتوں کا نقشہ خود بادشاہ نے تیار کیا تھا۔ اُس کا منشا تھا کہ یہ مسجد
 دمشق کی مسجد کے مشابہ ہو۔ بغداد کی مسجد سے بڑی ہو۔ اور شوکت و عظمت میں
 وہ دونوں سے بڑھ جائے۔ اسی قدر زمین اُسے ملتا تھی کہ اُس کی جامع مسجد
 بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کے ہم پایہ ہو اور یہ نہ ہو سکے تو اس کی ٹکری مقرر
 ہو۔ اس مسجد کے اندر اُس نے بہت سے سنگ مرمر کے ستون قائم کرائے۔ اُس
 بلند اور وسیع پھانک تھے جن میں سب کے لوگ آسین جاتے اور ستونوں کے درمیان گزرتے تھے یہ ستر
 سمت القبلیٰ یعنی قبلہ رخ دیوار تک چلے گئے تھے۔ یوں اس مسجد میں انیس
 گیارے سنگ مرمر کے نہایت ہی نفیس نقش ستونوں کے سلسلون کے
 درمیان میں واقع تھے۔ اور دیوار سمت قبلہ سے شمالی پھانکوں تک چلے گئے تھے
 ان گیلاروں کا تقاطع عرضاً اقصیٰ گیلارے کرتے تھے جو مشرقی دیوار سے
 مغربی دیوار تک گئے تھے۔ اور دونوں جانب کی دیوار دن میں نو پھانک تھے۔
 سورخ آبن چون کتاہ کہ اس مسجد کا برج یعنی مینارہ کم و بیش چالیس براؤں
 بلند تھا۔ اس عمارت کی تیاری میں اُس نے جو دولت صرف کی اس کی مقدار
 ایک لاکھ ڈوبلون طلائی سے زیادہ تھی۔ لیکن خدا کو منظور نہ تھا کہ خود
 مسلمان دو مسجدوں یعنی مقدس مکانوں کا احترام کرتے ہیں۔ ایک تو کعبہ کا جو مکہ میں ہے
 اور دوسرے اُس مسجد کا جو بیت المقدس میں ہے۔ اس مسجد کو وہ الاقصیٰ کہتے ہیں جس کے معنی
 دور کے ہیں۔ یہ ہے کہ وہ ارض عرب سے فاصلے پر واقع ہے (کاٹھی)
 ایک نراز و کچھ اوپر چھ فٹ کے قریب ہوتا ہے (مترجم انگریزی)

عبد الرحمن اُسے مکمل دیکھے۔ تاہم اُس نے اس بات کا انتظام کر دیا کہ دارالعلوم۔ مدارس و ادارہ اشفاقین جو اس عمارت سے وابستہ تھیں اور جامع مسجد کی عمارت کی شان و شوکت سے نہایت ہی مناسبت رکھتی تھیں تعمیر ہو گئیں۔ اور اُن کے مصارف کا کافی بندہ و بست کر دیا۔

ان دنوں اسپین میں جو عام تعلیم دی جاتی تھی امام اوزاعی کی فقہ کے مطابق تھی۔ اس فقہ کو قرطبہ اور اہل اندلس میں علامہ ابن سالمہ نے رواج دیا تھا جو ارض مشرق کے امام اوزاعی کے شاگرد تھے۔ یہ فاضل بزرگ دمشق کھلاتے تھے۔ اور اسی بنا پر بعض مصنفین نے انھیں متوطن دمشق بتایا ہے۔ انھوں نے بعد بادشاہ ہشام ^{۱۱۸} میں وفات پائی۔ اور اس وقت تک برابر قرطبہ میں درس دیتے رہے۔ اگرچہ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ وہ ^{۱۱۲} تک زندہ و سلامت موجود تھے۔

عبد الرحمن نے اس خیال سے کہ پہ سالار عبدالمعین بن عبد الملک بن عمر بن المردان کو اُس کے اعلیٰ خدمات کا صلہ عطا کرے اُس سے وعدہ کیا کہ اپنی پوتی کثیرہ کو نکاح میں دے دیگا۔ اب عبد الملک نے اس وعدہ کا ایفا چاہا لہذا بادشاہ نے وہ شاہزادی اُس کے عقد میں دے دی۔ اس موقع پر شہر قرطبہ میں بڑی بڑی خوشیاں منائی گئیں۔

اسی کے آخر میں عبد الرحمن نے ہسپانیہ کے چھ ولایتوں یعنی طلیطلہ۔ مریدہ۔ سرقسطہ۔ بلنسیہ۔ غرناطہ اور مرقیہ کے قائم و ن کو قرطبہ میں جمع کیا۔ والیوں کے ساتھ اُن کے چوبیسوں وزیر بھی آئے اور حاجب

محمد فذالاعلیٰ کا رواج اندلس میں امام مالک بن انس کی فقہ مالکیہ سے پیشتر ہوا تھا۔ مسلمانوں میں چار فرقے تسلیم کیے گئے ہیں مالکی۔ شافعی۔ حنبلی اور حنفی (کابلوی)

قاضی القضاۃ اور خطیب جو معتز اور شیر کی خدمت انجام دیتے تھے وہ بھی دربار میں موجود تھے۔ بادشاہ نے شاہزادہ ہشام کو اپنا ولی عہد یعنی وارث سلطنت مقرر کیا۔ تمام والی اور وزراء جو اُس وقت موجود تھے سب نے عہد کیا کہ خود شاہ عبد الرحمن کے زمانے تک اُس کی وفاداری اور فرمان برداری کریں گے۔ اور اُس کے بعد اسکے بیٹے ہشام کی جو وارث تخت و تاج تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کا ردوائی کے بعد سب لوگوں نے اپنے اپنے جُبتے کے مطابق شاہزادہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کے بیعت کی۔ بادشاہ نے شاہزادہ ہشام کو جو دوسرے بھائیوں سلیمان اور عبد اللہ پر جن سے وہ چھوٹا تھا اس لیے ترجیح دی کہ وہ دل کانیک تھا اور اُس کے مزاج میں استقلال تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہشام کی ماں سلطانہ حوراء عبد الرحمن کے دل پر اس قدر حاوی کہ اُس کی ہر خواہش پوری کرنے کے مقابل وہ کسی باہت کی پروا نہ کرتا تھا۔ اس کے ساتھ وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ مذکورہ سلطانہ ہی کے کہنے سننے کا نتیجہ تھا کہ بادشاہ نے مجبور ہو کے اپنے چھوٹے فرزند ہشام کو دوسرے بھائیوں پر ترجیح دی سلیمان اور عبد اللہ نے بھی ہشام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گو کہ چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے اُن کے دل کو رنج ہوا مگر اُس رنج کو اُنھوں نے ظاہر نہیں کیا اور باپ کے خیال سے خاموش رہے۔ چنانچہ عبد الرحمن کی زندگی بھر اُن شہزادوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے شکایت کا موقع پیدا ہوتا۔

اس معاملے کے طو ہو جانے کے بعد بادشاہ نے والیوں کو واپسی کی اجازت عطا کی۔ اور وہ آغاز اساتہ میں اپنے اپنے صوبوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد عبد الرحمن اپنے بیٹے عبد اللہ کو قرطبہ میں چھوڑ کر مریدین

ایک اور شاہزادہ ہشام کو اپنے ساتھ لے لیا۔ چند ماہ بعد بادشاہ بیمار پڑا اور اُسی بیماری میں بائیسویں ربیع الاول ۱۱۸۱ھ کو آغوش رحمت میں پہنچ گیا جب کہ اُس کی عمر اکتھ سال دو مہینے اور چار دن کی تھی۔

یون بادشاہ عبد الرحمن بن معاویہ نے اس دنیا سے دنی کے فانی مخلوق کو چھوڑ کے زندگی آخری کے امدی مسکنوں کی راہ لی۔ بڑی شان و شوکت سے جنازہ اٹھا۔ شہر اطراف کے تمام لوگ جنازے کے ساتھ تھے۔ انھوں نے فقط جنازے کی شایعت نہیں کی بلکہ اُس کی قبر پر آنسو بھی بہائے دفن کرتے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہو وہ اُس کے بیٹے ہشام نے پڑھی۔ اور یہ کارروائی مورخین کے بیان کے مطابق منگل کے روز ماہ ربیع الثانی کے شروع ہونے سے چھ دن پہلے ہوئی۔

جس سال عبد الرحمن نے انتقال کیا اُسی سال افریقہ میں ادیس بن عبد اللہ نے جو علی بن ابی طالب کی نسل سے تھا شورش پیدا کی۔ پہلے وہ چند روز تک قبائل افریقہ میں پھرتا رہا پھر عروبہ اور بربر کے دیگر قبائل کی امداد سے اس بات میں کامیاب ہو گیا کہ ملک مغرب کو خلفاء مشرق کے ہاتھ سے چھین لیا اور وہ زبردست سلطنت قائم کی جس سے مراد سلطنت فاس، جو بادشاہ عبد الرحمن نے سکھ زنی کے لیے قرطبہ میں اپنی تکیا قائم کی تھی سکھ میں اُس نے کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا بلکہ وہی ٹھہر قائم رکھا جو اُس کے مورث خلفائے شام کے عہد سے چلا آتا تھا۔ اور اپنے سکھ کو من جمیع الوجوہ انھیں کے سکے کے مطابق رکھا۔ اور اس کے نقش میں بھی بجز اُس قدر جس کے جس کی زمانے اور وقت کے لحاظ سے ضرورت تھی اور کوئی تبدیلی نہیں کی اُس کے سکے میں ایک جانب منقوش ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ وحدہ لا شریک لہ“ اور

اس کے گرد کنارے کنارے حلقے میں یہ الفاظ ہیں ”بسم اللہ یہ دینار یاد رہم
اندلس میں فلان سنہ میں بنایا گیا اس کی پشت پر یہ کتبہ ہے اللہ العزیز۔ لم یلد
ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفواً احد۔ اس کے گرد کنارے کنارے حلقے میں یہ الفاظ
ہیں ”محمد رسول اللہ اسلئہ بالمدنی و دین الحق لیلظہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرون“

پچیسواں باب

بادشاہ ہشام کا عہد اور اپنے بھائیوں سلیمان اور عبداللہ کے ساتھ اسکی ہزین
عبدالرحمن بن معاویہ کے دفن اور اس کی تجہیز و تکفین کی محترم رسوم کے
انجام پانے کے بعد نہایت ہی تانت کے ساتھ بادشاہ ہشام کی سلطنت کا
اعلان کیا گیا۔ مدینہ مدینہ کی بڑی سڑکوں پر سواروں کے ایک بڑے جلوس
کے ساتھ وہ نکلا۔ تمام جامع مسجدوں اور اسپین کی بڑی مسجدوں میں اس کے
نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور ہر جگہ لوگوں کی زبان پر یہی الفاظ تھے ”خدا ہمارے
بادشاہ ہشام بن عبدالرحمن کو سلامت اور اپنی حمایت میں رکھے“

تخت نشینی کے وقت ہشام کی عمر تیس سال کی تھی۔ اس کی صورت سے
عظمت برستی تھی۔ مزاج دھیما اور نرم تھا۔ نہایت ہی مذہبی آدمی اور اصول
مذہب کا سختی سے پابند تھا۔ بڑا مستقل مزاج تھا اور انصاف پسندی کا سچا دلدار
اس آخری صفت میں وہ دراصل اس قدر خصوصیت رکھتا تھا کہ صحیح معنوں میں

عہد مسلمانوں میں سب سے بڑے شاہی حقوق میں سے ہر کہ خطبے میں اس کا نام پڑھا جائے
اس کا ردائی کو تمام اعلیٰ مساجد میں ہر تقریب کے موقع پر ہونا چاہیے۔ جسے خطیب ممبر پڑھوے
ہو کے پڑھتا ہو۔ اس خطبے میں خدا کی حمد و بیعت پر درود اور بادشاہ کی تندرستی کی دعا
مانگی جاتی ہے۔ (کاٹھی)

وہ "عادل" کے لقب کا مستحق تھا۔ جس لقب سے وہ اکثر یاد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اپنی نیک نفسی کی وجہ سے وہ عادل سے بھی بڑھ کے الرضیٰ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے جس کے معنی "محسن" کے ہیں۔ اُس کے بھائی سلیمان اور عہد امداد بابا کے مرنے کے بعد اُس رنج و الم کو نہ ضبط کر سکے جو سریر سلطنت سے محروم ہونے کے باعث اُن کو پہنچا تھا۔ چنانچہ انھوں نے ارادہ کر لیا کہ اپنے اپنے صوبوں کے خود سر حاکم بن جائیں۔ حکمرانی اور انقضاء یعنی عدالت کو اپنے ہی ساتھ مخصوص کر لیں۔ یعنی عالمائے اور عدالتی عہدہ داروں کا عزل و نصب خود اپنی مرضی سے بغیر وارث سلطنت بھائی کی منظور می لیے کر دیا کریں۔ عہد امداد جو ان دنوں خاص قریبہ میں تھا اپنے گھر سے نکل کے القصر یعنی ایوان شہر یاری میں آیا اُسے امید تھی کہ وزراءے مملکت اور معززین شہر حاضر ہو کے مجھے مبارک باد دیں گے مگر وہاں اُس کے ذاتی مکان کے ایوان شہر یاری میں کوئی اُس سے نہ ملا۔ اس شاہزادے نے قصر شاہی کی سکونت ماہ جمادی الاول ۱۰۱۷ھ میں اختیار کی تھی۔

اہل قریبہ کی وضع و حالت دیکھ کے اور اس کا تجربہ کر کے کہ سب نے مجھے مبارک باد دینے سے انکار کیا۔ اُسے اہل شہر اور ارکان دولت کی خواہش اور مرضی معلوم ہو گئی۔ اور یہ بھی مناسب نہ معلوم ہوا کہ یک بیک علانیہ ہتھام کے مخالف ہو جائے۔ آخر اُس نے خطوط بھیج کے بھائی سے اجازت طلب کی کہ مجھے قریبہ جانے کی اجازت دی جائے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ قریبہ کی وفادار رعایا کو آپ کے قدموں سے محروم رہنے کا بڑا صدمہ ہے۔ اور بڑی بے صبری سے وہ آپ کے ورود کے

منظر مین -

اب شاہ ہشام فوراً قریبہ میں آیا۔ اور لوگوں نے اُس کے استقبال میں ہر طرح کی مسرت کا ثبوت دیا۔ جملہ معززین شہر کے ساتھ عبداللہ بھی اپنے تخت نشین بھائی سے آکے ملا اور پھر اُسی درخواست کا اعادہ کیا کہ مجھے اپنے صوبے میں واپس جانے کی اجازت مرحمت ہو ہشام نے جواب دیا کہ کم از کم چند روز تو آپ میرے ساتھ رہیں۔ اس کے جواب میں عبداللہ نے پھر اصرار کیا اور کہا یا امیر! مہربانی کر کے مجھے چلا ہی جانے دیجیے۔ اس لیے کہ میں اس شہر میں آرام سے نہیں رہ سکتا۔ اس اصرار پر ہشام نے اجازت دے دی۔ اور عبداللہ اُسی دن قریبہ سے روانہ ہو گیا۔

شاہی مہر اور حاجب کی خدمت بادشاہ ہشام نے ابو امیہ عبدالغافر بن عبد اللہ الجہوری کو دی جو اس سے پیشتر اشبیلیہ کا حاکم رہ چکا تھا۔ جب سلیمان نے سنا کہ اُس کا بھائی عبد اللہ مریدہ میں پہنچ گیا تو اُسے خط لکھا کہ تم بیان طلیطلہ میں چلے آؤ تاکہ ہم دونوں اپنے معاملات میں مشورہ کریں۔ اور یہ طے کریں کہ آئندہ ہم دونوں کو کیا کرنا چاہیے عبد اللہ نے بھائی کا خط پاتے ہی بغیر اس کے کہ بادشاہ سے اجازت حاصل کرے یا اس بارہ خاص میں اُسے کوئی اطلاع دے مدینہ طلیطلہ کی راہ لی۔ لیکن مریدہ کے وزیر نے جو نہایت ہی فرمان بردار شخص تھا بادشاہ کو مطلع کر دیا کہ عبد اللہ اپنے بھائی کے بلانے پر اپنے صوبے کو چھوڑ کے طلیطلہ چلا گیا ہے۔ اس خبر نے ہشام کے دل میں تشویش تو بہت پیدا کی مگر بظاہر اُس نے کسی قسم کی بے المینائی نہیں ظاہر ہونے دی۔ بلکہ بخلاف

اُس کے وزیر قریہ کو اُس کے خط کے جواب میں اظہارِ تشکر کے بعد لکھا کہ اُس
دانتھے کی مجھے پہلے ہی اطلاع ہو چکی ہے۔“

اس اثنائ میں دونوں بھائیوں سلیمان اور عبد اللہ نے بالاتفاق یہ قرار
دیا کہ اپنے اپنے منصبوں پر مستقل فرمان رواؤں کی طرح حکومت کریں اور
اپنے بھائی شاہ قرطبہ کی ماتحتی سے کلیتہً آزاد ہو جائیں۔ اس کے علاوہ
انھوں نے باہم یہ معاہدہ بھی کیا کہ اپنی اپنی حکومت کی حمایت میں دونوں ایک
دوسرے کے فریضے پر نہیں گئے۔ اس مقررے کے وقت انھوں نے وزیر
طلطلہ غالب بن تمام النقی کو بھی بلایا لیکن وہ چونکہ بادشاہ کا سچا فرمانبردار تھا
اس لیے اُس نے ان تجویزوں سے اختلاف کیلصاف کہہ دیا کہ بادشاہ کے
حقوق کے خلاف جو کوششیں کی جائیں گی میں اُن میں قطعاً مداخلت کرونگا۔
اُس کی مخالفت سے ناراض ہو کر سلیمان نے حکم دیا کہ وہ مقید کر لیا جائے
اور زنجیروں میں جکڑ کر رکھا جائے۔ غیر ممکن تھا کہ شاہ ہشام بھائیوں کی ان
کارروائیوں سے مطلع ہو اور اُس کے دل میں سخت تردد نہ پیدا ہو۔ اور اسکے
اتنے میں خطراک خرابیوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ لیکن جب اُسے
غالب کی گرفتاری کا بھی حال معلوم ہوا تو اُس نے فوراً سلیمان کو کھانسیں
سنا کہ آپ نے معزز وزیر غالب کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ آپ کی ناانصافی ہے کہ
مجھے بالکل نہیں بتایا کہ کس ضرورت سے۔ کارروائی عمل میں آئی۔ آپ
مجھ سے کہیں کہ کسی بادشاہ کو اچھے اور وفادار عہدہ داروں اور
اپنے وابستہ دامن خادموں کے حالات سننے کس درجہ
تعلق رکھتا ہے۔ لہذا مجھے بلا تاخیر اطلاع دیجیے کہ یہ کارروائی
کیوں اور کس ضرورت سے کی گئی ہے؟“

اس خط کو پڑھتے ہی سلیمان کے دل میں آتش غضب بھڑک اُٹھی۔ غیظ و غضب کے جوش میں بلا تامل حکم دے دیا کہ غالب قید خانے سے لاکے مصلوب کیا جائے۔ اس کے بعد بادشاہ کے قاصد کی طرف متوجہ ہو کے یہ الفاظ کہنے اپنے آقا سے جا کے کہو کہ اُس کے حق میں یہی مناسب ہو گا کہ ہمیں خاموشی کے ساتھ اپنے چھوٹے صوبوں میں حکومت کرنے دے۔ گو کہ ہماری یہ آزادی اُس صدمہ اور تنہائی کا کوئی بڑا معاوضہ نہیں ہے جس پر تمہارے تخت نشینی قرار دیے جانے کی وجہ سے ہم مجبور ہو گئے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ بھی بیان کروینا کہ تم نے تخت و تاج حاصل کرنے کی جو کوشش وقت سے پہلے کی تھی اب وہ اس موقع پر تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے؟“

بھائیوں کی اس جرات و نافرمانی پر شاہ ہشام نہایت برہم ہوا اور فوراً سلطنت کے تمام والیوں اور قائدوں کے نام تحریری فرمان جاری کیے کہ سب لوگ ان شاہزادوں کو اور جو لوگ اُن کی طرفداری کریں اُن کو دشمن سلطنت تصور کریں۔ اپنے شہروں اور قلعوں کو اُن کی دست برد سے بچائیں اور اپنے زیر حکومت صوبجات میں کسی جگہ انھیں پناہ نہ دیں۔ اس لیے کہ اُن کی نافرمانی عالم آفسکار ہو گئی اور اب وہ معفی نہیں رکھی جاسکتی۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم جاری کیا کہ رسالہ اور فوجیں جمع ہوں۔ اور فوراً دوا ہزار لشکر کو ہمراہ رکاب لے کے طیلطلہ کی طرف چل کھڑا ہوا۔

اس پڑھائی کی خبر سلیمان کو بھی معلوم ہو گئی۔ اُس نے اپنے صوبے کے لوگوں کو لڑائی کے لیے بلا کے پندرہ ہزار سپاہیوں کی فوج جمع کر لی۔ طیلطلہ کی حمایت اپنے بھائی عبداللہ اور اپنے بیٹے کے ذمے چھوڑی۔ اور خود چلا کہ بڑھ کے اندلوسہ کے لشکر سے مقابلہ کرے۔

اسی زمانے میں سعید بن حسین والی طرطوسہ بھی بادشاہ کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اور جس نئے والی کو ہشام نے اُس کی جگہ مقرر کر کے بھیجا تھا اُسے شہر میں داخل ہونے دیا۔ اس سرکشی کی وجہ سے والی بقیہ کو حکم شاہی پہنچا کہ بلاتامل طرطوسہ جا کے اُس باغی کی سرکوبی کرے۔ اس ہم کے لیے بقیہ اور بریطیر کے سوار اور نویس کے سپاہی جمع ہوئے لیکن قبل اس کے کہ وہ طرطوسہ میں پہنچیں خود سعید بن حسین اُن کے سر پر آپہنچا۔ اور بڑی خونریز لڑائی چھڑ گئی۔ یہ سچ ہے کہ پہلے سطلے میں بقیہ کے لوگوں نے اُن تمام باغیوں کو بھگا دیا جو سعید کے زیر علم تھے لیکن جب وہ فوجیاب ہو کے دشمنوں کے تعاقب میں چلے تو ایک نئی فوج کے نرغے میں پھنس گئے جو اسی غرض کے لیے ایک پوشیدہ مقام میں بھادی گئی تھی۔ سب لوگ بڑی بہادری سے لڑے اور دونوں جانب سخت خونریزی ہوئی۔ لیکن والی بقیہ موسیٰ بن الحزیرۃ القسی کو ایک کاری زخم آیا۔ اور اس کے گرتے ہی لشکر بھور ہوا کہ میدان کو باغیوں کے ہاتھ میں چھوڑ کے راہ فرار لے۔ یہ لڑائی اور والی بقیہ کی موت ۱۷۱ھ کی ابتدا میں واقع ہوئی۔

شاہ ہشام کو جیسے ہی اس سانحے کی خبر پہنچی اسنے اس اندیشے سے کہ ببادیہ کامیابی باغیوں کا حوصلہ بڑھا دے اور انکی جرأت بڑھ جائے حکم دیا کہ والیان غرناطہ اور مرقیہ اپنے لشکر بقیہ کی طرف روانہ کریں۔ اور اہل بقیہ کو حکم دین کہ نئے والی شہر ابو عثمان کی مدد کریں۔ اور وہ فوراً سعید بن حسین کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو جائے۔ چنانچہ حکم شاہی کے پہنچتے ہی دونوں پرجوش اور بہادر والی اپنے اپنے علاقے کے زبردست لشکر کو جمع کر کے روانہ ہو گئے اور کوشش کی کہ اہل بقیہ پر عثمان کی فرمانبرداری کریں اور جس ہم کا حکم ہوا اُس میں اس کی مدد کریں۔

پچھلیسواں باب

بلش کی لڑائی اور شاہزادوں کی مغلوبی

اُدھر یہ واقعات پیش تھے اور اُدھر شاہی لشکر سیلمان کو اُس کی فزانی کی سزا دینے کے لیے بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اس لیے کہ سیلمان لوگوں میں علائقہ جوش بغاوت پیدا کر رہا تھا اور فوجیں جمع کی تھی تاکہ اُن کی قوت سے اپنی اور اپنے بھائی عبداللہ کی خود مختاری کو برقرار رکھے۔ قلعہ بلش کے قریب دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ جہاں بعینہ اس طرح جیسے مختلف المذہب مختلف اللسان اور مختلف العقیدہ دشمن ایک دوسرے کے آگے صف آرا ہوں یہ ہم کیش و ہزبان و ہم قوم حریف سخت خونریزی میں مشغول ہو گئے۔ دن کے زیادہ حصے تک دونوں جانب سے بہت بڑا جوش ظاہر ہوتا رہا۔ لیکن غروب آفتاب کے وقت سیلمان کا لشکر میدان چھوڑنے لگا۔ اتنے میں رات ہو گئی۔ اور اس نے سیلمان کو کامل طور پر شکست کھانے سے بچا دیا۔ اور اندھیرے سے فائدہ اٹھا کے بڑے محل کے ساتھ اپنے لشکر کو مرتب کیا اور بھاگ کے پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گیا۔ قیاب شاہی لشکر نے بڑھ کے شہر ظلیطلہ کا محاصرہ کر لیا شاہزادہ عبداللہ نے بڑی دانائی اور بہادری سے شہر کی حفاظت کی۔ اور اس قلعے کی مضبوطی سے اُسے خوب مدد ملی۔

سیلمان بھی بیکار نہیں بیٹھا۔ پہاڑوں سے اُتر کے اُس نے اپنے سامنے لشکر کو جمع کیا اور قرطبہ کے گرد و نواح میں پہونچ کے لوٹ مار شروع کر دی اور قلعہ سقندرا پر اُس نے قبضہ کر لیا۔ مگر عبداللہ بن عبد الملک بن المروان فوراً اُس کے مقابلے پر آہونچا۔ قرطبہ کے قریب اُسے شکست دی۔ سقندرا سے بھی

نکال دیا۔ اور مجبور کر دیا کہ پھر بھاگ کے پہاڑوں میں پناہ لے اور اُن کے کھوؤں میں منہ چھپائے۔ اب سلیمان نے مقام پطرفیس اور تہمتہ سے وزیر مریدہ اور اس نواح کے دیگر معززین کے پاس قاصد بھیجے۔ اور درخواست کی کہ اس مہم میں ہماری مدد کرو۔ مگر اس بارے میں اُس کی تمام امیدیں بیکار ثابت ہوئیں۔ اُن لوگوں نے بعض اُس کی مدد کرنے کے اُس کے مقابلے پر ہتھیار اٹھائے۔ آخر عبد اللہ المردان کے سواروں کے تعاقب سے مجبور ہو کے وہ پہاڑوں ہی پہاڑوں ارض تدبیر میں چلا گیا۔ بلش کی لڑائی سلسلہ میں ہوئی تھی۔

اب عبد اللہ نے دیکھا کہ ہمارے بھائی سلیمان کو غالباً اتنی کامیابی نہ حاصل ہو سکے گی کہ مدینہ طلیطلہ میں آ کے ہماری مدد کرے۔ غلہ وغیرہ جو شہر میں جمع تھا قریباً ختم ہو گیا تھا اور اُسی مناسبت لشکریوں اور مورچہ بندی کرنے والوں کا جوش بھی کم ہو گیا تھا۔ محصورین کی بے اطمینانی روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ اسی حالت میں عبد اللہ کو پتہ لگ گیا کہ میرا بھائی شاہ شام دس ہفتوں تک طلیطلہ کے سامنے اپنے پڑاؤ گاہ میں ٹھہر کے چند روز کے لیے خرطبہ چلا گیا ہے لہذا اُس نے اپنی حالت سدھارنے کی کوشش کی۔ اپنے پیغمبر یعنی سلیمان کے بیٹے کو جو حکومت میں اُس کا شریک تھا ہایت کی کہ تم سے جہان تک بنے اُس وقت تک شہر کی حمایت کرتے رہو جب تک کہ میں جا کے واپس آ جاؤں۔ اُسے تسلی دی کہ مجھے آنے میں دیر نہ ہوگی۔ میں شہر کی حفاظت کے لیے نیا لشکر لے آؤں گا اور نہ بنا تو پھر اس وقت نہایت مناسب شرائط پر صلح کر لوں گا۔ اور اس کی ضرورت اس لیے ہر کہ موجودہ تباہ حالت میں شہر پر زیادہ زمانے تک قبضہ نہیں رکھا جاسکتا ہے۔ لوگ فاقہ کشی میں مبتلا ہیں

اور ہر قسم کے سامان جنگ کی کمی ہو۔

اس کے بعد عبداللہ کا ایک وزیر حاضر و کونے والوں کے لشکر میں گیا اور درخواست کی کہ شاہی لشکر کے افسروں میں سے بہن چند سوار دیجئے تاکہ ہمارے سفیر کو وہ بادشاہ ہشام کے پاس خیریت سے پہونچا دیں اس لیے کہ اب ہم ہتھیار رکھنے پر تیار ہیں اور اس بارے میں بادشاہ سے معاملت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ درخواست منظور کی گئی۔ خود عبداللہ بھی بدل کے اور ایک نیا نام اختیار کر کے اپنے اس وزیر کے ساتھ گیا تھا۔ شاہی فوج کے سردار نے دو سوار ہمراہ کر دیے تاکہ محصور شاہزادوں کے قاصدوں کو قریب سے پہونچا دیں۔ جب یہ لوگ قریب کے ایوان شاہی میں پہونچے تو عبداللہ نے اپنے وزیر کو بھیجا کہ بھائی کو میرے آنے کی اطلاع دے بادشاہ نے اُسے نہایت صاف دلی کے ساتھ بلا لیا۔ جی کھول کے خلوص سے ملا۔ اس لیے کہ اُسکی فطرت ہی ایسی نیک تھی کہ بجز اس کے اور کچھ نہ کر سکتا۔ فوراً طیلطلہ والوں کے ہتھیار رکھنے کا تصفیہ ہو گیا۔ اور ہشام نے اس کے تمام گزشتہ قصور معاف کر دیے۔ اتنا ہی نہیں اُس نے یہ بھی وعدہ کیا کہ میں سلیمان کے قصور بھی معاف کر دوں گا جو بہت زیادہ قصور وار ہر بشر علیہ طیلطلہ والوں کے اطاعت کرنے کی خبر سنتے ہی وہ اپنے آپ کو بادشاہ کے رحم پر چھوڑ دے اب بادشاہ ہشام عبداللہ کے ساتھ قریب سے نکل کے طیلطلہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ لشکر گاہ میں پہونچے عبداللہ اور اس کے وزیر آگے بڑھ کے شہر میں داخل ہوئے تاکہ ہتھیار رکھنے کی ضروری تیاریاں کریں۔ یہ خبر سن کے اہل شہر بہت خوش ہوئے۔ اور کارروائی بخوبی تکمیل کو پہونچ گئی۔ اور شاہ ہشام اپنے بھائی بیٹے اور لشکر کے زبردست

افسروں کے ساتھ چلا کہ ایوان خمریاری پر قبضہ کرے۔ اس کے داخلہ کے روز مدینہ طلیطلہ میں بڑی بھاری عید منائی گئی۔ بادشاہ نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو اجازت دی کہ ایک شاہی محل میں سکونت اختیار کرے جو شہر کے حوالی میں بہت ہی قریب واقع تھا اور نہایت ہی خوش سوا و مقام تھا۔

یہ اطاعت قبول کر لینے کی خبر جب سلیمان کو پہونچی تو اُسے بڑا صدمہ ہوا لیکن اس پر بھی اُس نے ہمت نہیں ہاری۔ اس لیے کہ ابھی اس کے دل میں یہ امید باقی تھی کہ اپنے فضول و عیون میں باغیانہ خیالات والوں اور اُن لوگوں سے جو سلطنت سے ناراض ہیں مجھے مدد مل جائے گی چنانچہ اپنے دل میں اُس نے عہد کیا کہ چند ہی روز بعد جب ایسے لوگوں کی کمک مجھے مل جائے گی اُس وقت میں پھر ایک بار بھائی کی تخت نشینی میں خلل انداز ہوں گا اور ملک کے امن و امان کو غارت کر دوں گا۔

شاہ ہشام کو بھی سلیمان کے ان ارادوں کی اطلاع تھی اور جانتا تھا کہ وہ ارض تدمیر میں فوجیں جمع کرتا اور مختلف شہروں کو بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے۔ اسی خیال سے اُس نے اپنے والیوں کو حکم دیا کہ لشکر تیار کر کے اُس نا فرمان شاہزادہ کا تعاقب کریں۔ اس موقع پر اپنے لشکر قدام کی افسری ہشام نے اپنے بیٹے الحکم کو دی تھی۔ لیکن چونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ یہ نوعمر شاہزادہ فوجوں کو میدان جنگ کی طرف لے چلا۔ لہذا ہشام نے یہ انتظام کیا کہ تجربہ کار سرداران فوج اُس کے ساتھ کر دیے۔ غرض یہ لشکر روانہ ہوا جس میں رسالہ کے منتخب لوگ تھے۔ اس لشکر کے قریب سے روانہ ہونے کے دو سوے دن باقی ماندہ تمام لشکر روانہ ہوا۔

سلیمان کا لشکر لورہ کے میدانوں میں تھا اور الحکم بغیر اس کے کہ باپ کے

پہونچنے کا انتظار کرے اُسی لشکر سے جو اُس کے زیرِ کمان تھا فوراً باغی لشکر پر
 جا پڑا اور اپنی فوج کی زیادتی اور اُس کے ساتھ اپنی پرستقلال دلیری سے
 اُس کو جوان سپہ سالار نے دشمن کو شکست دے دی اور نہایت ہی بے تربیتی سے
 بھگایا۔ لیکن دونوں طرف کے بہت سے لوگ کھیت لہے جو دیشیان صحرا اور مردار
 خواہیوں کی ضیافت کا سامان ہوئے۔ جب ہشام پہونچا تو کوئی دشمن نہیں موجود تھا
 جس سے مقابلہ کیا جائے۔ یہ دیکھ کے اُس نے نو عمر شاہزادہ اور اپنے بہادر سپہ گروں
 کی بہت تعریف کی لیکن ساتھ ہی جوان بہت فرزند کو متنبہ کیا کہ نبرد آزمانی
 کے لیے اگر جرأت و شجاعت کی ضرورت ہو تو اتنی ہی ضرورت دانائی
 اور غور و فکر کی بھی ہے۔ جلد بازمی کر کے بے تکان حملہ کر دینا کوئی تعریف
 کی بات نہیں ہے۔ اس لیے کہ غفلت اور تیزی چاہے بعض موقعوں پر کیا جا
 ہو جائے لیکن اکثر وہ کامیابی کے غیر مکمل رہنے کا باعث ہو جاتی ہے۔ بلکہ
 اکثر اوقات فتح کو زیادہ غیر مشتبہ کر دیتی ہے۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ بہت سے
 سپہ سالاروں نے بجائے اس کے کہ دشمن کو شکست دین بہت عظیم الشان
 میدانوں کو محض اس باعث ہاتھ سے کھو دیا ہے کہ جس نامور می کی ہین
 امید ہے اس میں اور لوگ نہ خریک ہو جائیں۔ اُس نے بیٹے کو یقین دلایا
 کہ اپنے لشکر پر نا کبھی کا بھروسہ اور ذلیل فرونا د اکثر ہلاکت کا باعث
 ہو جایا کی ہے اگرچہ وہ دیگر حیثیتوں سے قابل سپہ سالار تھے۔ اسی قدر
 نہیں اُس نے یہ بھی کہا کہ ایسی ناقبت اندیشی سے اکثر سلطنتیں تک
 تباہ ہو گئی ہیں۔ غرض یہ الزام دے کے اُس نے شاہزادے کے
 دامن میں جو نامور می کے شوق میں پھولا نہیں ساتا تھا ایک ایسا دھبہ
 لگا دیا جو کسی طرح نہ چھوٹ سکتا تھا۔

اس دن کی لڑائی میں خود سیلمان اپنے لشکر میں موجود نہ تھا۔ جب شکست خوردہ گروہ کے بقیہ السیف لوگوں نے اُسے اس شکست کی خبر پہنچائی تو تھوڑی دیر تک تو وہ خیالات میں غرق رہا۔ اور ان چند کلمات کے سوا کہ "میری قسمت ہی میرے خلاف ہے" اور کوئی کلمہ اُس کی زبان سے نہیں نکلا۔ اب گھوڑے پر سوار ہو کے چند سواروں کے ساتھ بلنسیہ کی طرف روانہ ہو گیا مگر بغیر اس کے کہ کوئی اور کارروائی اس کے خیال میں ہو۔ شہر دینا کے قریب پہونچ کے اُسے مجبور ہونا پڑا کہ راستہ چھوڑ کے ہٹ جائے اس لیے اُسکے صاحب تلج و سریر بھائی کے زمین و شمال کی فوجیں وہاں پڑی ہوئی تھیں۔ اس راستہ کو چھوڑ کے اُس نے شہر جزیرہ میں پناہ لی جو ایک مضبوط قلعہ بٹھرتھا۔ اور دریا اُس کے نیچے سے بہتا تھا۔ یہاں سے اُس نے اپنے وارث سلطنت بھائی کو خط لکھ کے گذشتہ قصور سے معافی مانگی اور التجا کی کہ "جن شرائط پر عہد اللہ کے حال پر مہربانی کی گئی وہی شرائط میرے ساتھ بھی قبول کیے جائیں" ان شرطوں کے سوا اور جو صورت بادشاہ کے ذہن میں ہو وہ اختیار کی جائے۔

اُس کی اطاعت کا حال معلوم ہوتے ہی شاہ ہشام بہت خوش ہوا اور دالیون اور وزیروں سے مشورہ کر کے یہی طے کیا کہ بھائی کی خواہش کے مطابق اس کا قصور معاف کیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ شرط بھی تھی کہ سیلمان اپنے مقبوضات اسپین کو بیچ کے مغربی افریقہ میں چلا جائے۔ وہاں شہر طنجہ یا ابن اضلاع کے جس شہر کو پسند کرے اُس میں سکونت پذیر ہو سکتا ہے اور اسپین کی جزیرہ میں اُس کے قبضے میں ہوا اُس کے عوض تبربر میں وہ جائیداد پیدا کر سکتا ہے۔ یہ ایک ایسی

تجزیہ تھی جسے دونوں بھائیوں کے اہلخانہ کے لیے سب سے مناسب تصور کیا۔ سلیمان نے ان شرائط کو قبول کیا اور سلطان نے انھیں شہر ملوں پر معاہدہ ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ شاہ ہشام نے اپنے بھائی کو اُس کی جائیداد کی قیمت میں ساٹھ ہزار مثقال سونا یعنی اٹھ فیادین۔ اور سلیمان شہر قنہ میں آباد ہونے کیلئے چلا گیا۔ اسی سال والی بقیہ ابو عثمان نے باغی سعید بن حسین کو بھی شکست دی۔ جو لڑائی میں مارا گیا۔ اُس کا سر ابو عثمان نے کاٹ کے بادشاہ کے پاس بھجا۔ اور شاہی حکم سے وہ شہر پناہ قریطہ میں ایک کھوٹی پر لٹکوا دیا گیا۔

ستائیسواں باب

شرقی اسپین کی بغاوت اور لڑائی

جس زمانے میں شاہزادے مسند نشین سلطنت بھائی کے امن و امان میں خلل انداز تھے انھیں دونوں مشرقی اسپین میں ایک نئی بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی۔ یعنی وہاں کا سپہ سالار تہلول بن مخلوق ابوالجلاج جو سرحد کے اضلاع پر حکمران تھا علانیہ باغی ہو گیا اور بڑھ کے شہر سرقسطہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر اُس کے ساتھ والیان برشلونہ۔ جنوسکا اور طرسقونہ بھی شریک ہو گئے۔ آخر ابو عثمان والی بقیہ سواروں اور پیدلوں کے ایک زبردست لشکر کے ساتھ اُن کے مقابلے کو بھیجا گیا۔ جس نے کئی لڑائیوں میں اُن کو شکست دی اور اُن شہروں پر قبضہ بھی کر لیا جن پر وہ لوگ متصرف ہو گئے تھے۔ اُن شہروں کے رہنے والوں نے خوشی کے ساتھ اپنے پچھانک ابو عثمان کے لیے کھول دیے اور پھر خوش ہوئے کہ ان باغی سرداروں نے جو لوٹ کھسوٹ مچا رکھی تھی اُس سے انھیں نجات ملی۔ اس کے بعد انھوں نے ابو عثمان کو اُن تدارک میں پوری

مدد می جو اس غرض کے لیے اُس نے اختیار کیں کہ وہ شہر آئندہ ایسی ہیست
برد سے محفوظ رہیں۔ اس کے بعد اُس فتنہ والی نے چند باغی سرداروں
کے سروں کے ساتھ اپنے فتوحات کی خبر قرطبہ میں بھیجی۔ اور قرطبہ میں عام
طور پر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ اور اُس کی عرضداشت کے جواب میں
بادشاہ نے لکھا کہ ”تم سرحد فرانس کی طرف بڑھ جاؤ۔ وہاں پہونچ کے ایک
نئے لشکر کا انتظار کرو۔ اور جب وہ پہونچ لے تو کوشش کرو کہ جو شہر مسلمانوں
کے قبضے سے نکل گئے ہیں اُن پر قبضہ کر لیا جائے۔“

ساتھ میں بادشاہ ہشام نے سارے اسپین میں الجہاد یعنی دینی لڑائی
کا اعلان کر دیا۔ تمام صوبجات میں خطوط بھیجے۔ جو جامع مسجدوں کے ممبروں پر
پڑھ کے سنائے گئے۔ اور سنتے ہی ہر اچھے مسلمان کے دل میں شوق پیدا ہوا
کہ اس جہاد میں شریک ہو۔ اور اگر بالذات نہ شریک ہو سکے تو ہتھیاروں
کے ہم پہونچانے یا کم از کم فیاضی سے چندہ دینے میں سرگرمی دکھائے۔ تاکہ
اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق ہر شخص ان ابدی سرتون میں شریک
ہو سکے۔ جن کا اُن سب لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے جو ایسی اعلیٰ نعم میں ہر دین۔
جو لشکر سرحد کی طرف روانہ کیا گیا اس کا سپہ سالار بادشاہ ہشام نے اپنے
حاجب عبد الواحد بن میث کو اور اپنے داماد عبد اللہ بن عبد الملک بن
مردان کو مقرر کیا۔ اور ان کے ساتھ یوسف بن بعث الفزاسی بھی شریک کیا
گیا۔ یہ لشکر ارض جوف میں پہونچا جو اسپین کے شمال میں واقع ہے۔ وہاں
اُس کا ایک حصہ جس میں تیس ہزار قوی ہیکل جوان تھے ناگہان صوبجات
اسطوریہ اور کوگوپر جا پڑا۔ بہت کچھ مال غنیمت حاصل کیا۔ بہت سے قیدی
پکڑ لیے اور اپنی تاخون کے سیلاب کو اس نے سارے جلیقیہ میں پھیلا دیا۔

اس فوج نے ان شہروں میں ایسا تہلکہ ڈال دیا جیسا کہ کسی تباہ کرنے والے طوفان سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اور طوفان بھی کون وہ کہ جہاں نمایاں ہوا۔ وہاں ہر طرف تباہی و مصیبت برس گئی۔ دوسرا حصہ فوج مشرق کی طرف کوہستان البرطاط (پیرینیئز) کی جانب متوجہ ہوا اور پہلے لشکر کی طرح اس دوسری فوج نے بھی جتنے شہر راستے میں پڑے سب پر قبضہ کر لیا۔ مویشیوں کے گھٹے لوٹ لیے۔ اور لوگوں کو اسیر کر لیا۔

۶۷۱ء میں بھی عساکر اسلام نے کوہستان باسک میں اپنے حملے جاری رکھے جس کی گھاٹیوں سے نکل کے وہ ارض فرانس میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے اپنے گھر چھوڑ دیے اور وحشی و مندوں کی طرح غاروں اور کھوڈن میں جا جا کے چھپے۔ اسی سال شہر اقبیلیہ میں وہاں کے جامع مسجد کے والی القضا یعنی حاکم عدالت عبدالمد بن عمر بن الخطاب نے انتقال کیا جو علم و فضل میں بے بے مثل اور بڑے تبحر عالم تھے۔

۶۷۱ء میں شہر غردہ پر بقوت اسلحہ قبضہ کر لیا گیا اور وہاں کے باشندے لقمہ ہنگ شمشیر ہوئے۔ یہی حال شہر زربونہ کا ہوا جہاں مسلمانوں کی تلوار نے حایان شہر اور نیز باشندوں میں ایک خوفناک خونریزی کی اور اتنے لوگ قتل ہوئے کہ ان کا شمار سوا اس خدا کے جس نے انھیں پیدا کیا تھا کوئی نہیں جانتا۔ ان شہروں میں بہت سامان غنیمت ملا۔ سونا چاندی۔ اور قیمتی کپڑے کثرت سے ہاتھ آئے جن کا پانچواں حصہ جو بادشاہ ہشام کے خزانے میں داخل ہوا وہ پینتالیس ہزار مثقال یعنی اتنی اشرفیوں سے زیادہ تھا۔

جب اس دولت غلیم اور اس خوش اقبالی کی خبر میں قرطبہ میں پہنچیں تو دارالسلطنت میں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ بادشاہ نے پیشتر سے تجویز

کر رکھا تھا کہ اس مال قیمت میں سے جتنا حصہ اُسکے حصے میں آئے گا وہ سب کا سب بڑی مسجد یعنی جامع قرطبہ کے نذر کر دیا جائے گا۔ چنانچہ یہ رقم فوراً اسی کام میں لگا دی گئی۔ بادشاہ نے اپنے والی عبدالمدین بن عبد الملک کو وہ بین سرحد پر رہنے کا حکم دیا تاکہ سرحد پر لڑائی جاری رکھے اور مزید غایت سے اسے حاکم سر قسطہ مقرر کر دیا۔

اٹھالیسواں باب

بادشاہ الحکم کی عمارتیں اور اسکے کام

ان اقبال مندی اور فتح مندی کے واقعات نے بادشاہ ہشام کو ایسا ثابت کیا کہ دشمن اس کے نام سے لرزتے تھے اور رعایا اُسے نہایت ہی عزیز رکھتی تھی۔ حکم کی رحمدلی۔ فیاضی۔ اور سچی شفقت و مرحمت نے اُسے ہر شخص کے دل میں محبوب کر دیا۔ ہر مذہب کے محتاجوں کے حال پر وہ بڑی مہربانی اور فیاضی کرتا تھا۔ رعایا میں سے جو لوگ دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جاتے اُن کو اکثر زبردستی ادا کر کے آزادی و لاپرواہی میں مارے جاتے اُن کی بیواؤں اور یتیموں کی بڑی سرگرمی سے خبر گیری کرتا۔ ماسوا اس کے بادشاہ ہشام بڑا دیندار تھا۔ ہر روز بلا ناغہ جامع مسجد کی خدمت میں مصروف رہتا اور محنت کرتا جیسا کہ اُس کے والد عبد الرحمن کا معمول تھا۔ چنانچہ مسجد جامع کی عمارت اُس نے اپنے عہد میں تکمیل کو پہنچا دی۔ اور قرطبہ کی یہ عالی شان جامع مسجد اسپین کی تمام مسجدوں سے سبقت لے گئی۔ یہ جامع مسجد چھ سو فٹ لمبی اور اڑھائی سو فٹ چوڑی تھی۔ ستونوں کی صفوں کے باہمی تقاطع سے رواقیں بن گئی تھیں جو عرض میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک تھیں

اور طول میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک اُنیس تھین۔ جن ستونوں پر پھٹ قائم تھی اُن کا شمار ایک ہزار ترانوے تھا یہ سب سنگ مرمر کے تھے۔ محراب قبلہ یعنی جنوبی حصے کی جانب مقابل میں اُنیس دروازے تھے جن پر تانبے کی چادرین چڑھی ہوئی تھیں اور انسانی صنایع کا نہایت ہی خوبصورت نمونہ تھیں۔ صدر دروازہ پر سونے کا پانی پھرا ہوا تھا اور مسجد کے دونوں بازوؤں پر یعنی مشرق و مغرب جانب نو پھاٹک تھے۔ اس جامع مسجد کے سب سے اونچے گنبد پر تین لٹو پڑھے ہوئے تھے جن پر سونے کا پانی تھا۔ اور اُن کے اوپر ایک سونے کا انار قائم کر دیا گیا تھا۔ ناز عشا کے وقت دو ہزار سات سو قندیلین روشن ہوتی تھیں جس کام میں سالانہ چوبیس ہزار پونڈ تیل صرف ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح ایک سو بیس پونڈ عود و لوبان خوشبو کے کام میں صرف ہوتا تھا۔ محراب کی بڑی قندیل سونے کی تھی۔ وہ بہت بڑی تھی اور اُس پر عجیب و غریب کام بنایا تھا۔

اسی طرح ہشام نے قرطبہ کے پُل کو از سر نو بنوایا۔ اور شہر کے مختلف حصوں میں اور عمارتیں بھی تعمیر کر دائیں جن میں سے اکثر عام لوگوں کے لیے تھیں۔ اسی عہد میں فرقہ بن عمن العدوانی نے جو قرطبہ کا ایک باشندہ تھا

عہ مصنف بیان کرتا ہے کہ ”مصنفین عرب کی کتابوں میں اس قسم کی تفصیلیں ہمیشہ نظر آ کر رہی ہیں۔ تاریخ فاس کا مصنف عبد الحلیم غزالی فاس کی جامع مسجد کے فرش تک کا شمار بیان کرتا ہے کہ کتابہ کہ اس میں پینتالیس ہزار تین سو مصلے پچھے تھے۔ اسی طرح وہ بیان کرتا ہے کہ اُس جامع مسجد میں ہندو بڑے دروازے مردوں کیلئے اور دو چھوٹے عورتوں کے لیے تھے۔ اور بتاتا ہے کہ اس عمارت میں سترہ سو قندیلین روشن ہوتی تھیں مگر اسکے ساتھ یہ بھی کتابہ کہ یہ قندیلین رمضان کی (اتن میں روشن ہوتیں جو راتیں شب چراغان کھاتی تھیں۔ لہذا قندیلوں کی زیادہ تعداد فقط زینت اور اظہار شان و شوکت کیلئے تھی (کاٹی)

وہ خوبصورت فوارہ بنوایا جو اسی کے نام سے موسوم ہے اور میں "خرقد" کہلاتا ہے۔
یہ فوارہ جو قرطبہ کی نہایت نازک عمارتوں میں سے ہے خاص بادشاہ کی
خوشنودی کے لیے تعمیر ہوا تھا۔

قرطبہ کے چوڑے بازار کا انتظام ہشام نے سلیمان بن فطیس کے سپرد
کر کے اُسے والی سوتہ مقرر کیا شاہ عبد الرحمن کے عہد میں قاضی رہ چکا تھا۔
اس کی سالانہ خواہ پانسو ڈوبلوں تھی۔

عاشق کے اختتام پر والی سرحد عبد الواحد کے بیٹے عبد المکریم نے
جلیقیہ پر ایک تاخت کی اور اُس ملک کو غارت کر کے اس کے قلعوں پر
قبضہ کر لیا اور اُن کی صورتیں بگاڑ دیں۔ اور عیسائیوں کے گرجوں میں آگ
لگا دی۔ واپسی کے وقت مال غنیمت سے لدا چندا آ رہا تھا کہ ایک ایسے
مقام پر جہاں عیسائیوں نے اپنے لشکر کو کامیابی کے ساتھ چھپا کے بھار رکھا
تھا وہ عیسائیوں میں گھر گیا اور مسلمان لشکر کو ایک بڑی بھاری شکست اٹھانی
پڑی وہ سارا مال غنیمت جو لوٹ کے لائے تھے چھن گیا۔ جن لوگوں کو گرفتار
کر کے لائے تھے وہ چھوٹ کے آزاد ہو گئے اور مسلمانوں میں جو نہایت
بہادر لوگ تھے لڑتے ہوئے مارے گئے جن میں یوسف بن بعث بھی تھا۔

اسی سال بادشاہ ہشام کا ایک دوسرا سپہ سالار عبد القادر و خشیان مکر واپر
حملہ آور ہوا جنھوں نے بغاوت اختیار کی تھی۔ اُن میں سے بہتوں کو اُس نے
گرفتار کر کے مصلوب کر دیا۔ اور ان لوگوں میں ایسی خونریزی کی کہ اُن کے

عہ ڈوبلوں ایک سوئے کا سک تھا جو اسپین میں مروج تھا اور لوبڈ کا دونا ہو تا تھا (ترجمہ اردو)

عہ مورخ الباس کے بیان کے مطابق یوسف بن بعث الغزالی اس زمانے میں نہیں مرا بلکہ اس کے

چند روز بعد مدینہ طلیطلہ میں اپنے بادشاہ کے حکم سے دیگر مہمیں میں لشکر لجا نیلے بعد اُسے ویناسے رحلت کی۔

(اکانڈی)

سارے علاقے کو اجاڑ کے دیران کر دیا۔ اسی سال آدریس بن عبد اللہ نے جو حضرت علیؑ کی نسل سے تھا اور سلطنت قاس اور خاص شہر قاس کا بانی تھا سفر آخرت کیا۔ اس کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ مشرق کی خلیفہ عباس نے دغا بازی سے اُسے زہر دلوادیا۔

اُس نے ایک خوشبودار گیند بہت اُس کے پاس بھیجا جس کی نسبت آدریس کو کسی قسم کی بدگمانی نہ تھی۔ خلیفہ مذکور کے سفیر نے لا کے اُس کے سامنے پیش کیا۔ اُس میں ایسا شدید زہر ملا گیا تھا کہ سو گھنٹے ہی انزک کر گیا اور اُس نے جان دی۔ آدریس لا ولد مر تھا لیکن اُس کی بیویوں میں سے العربیہ نام ایک خوبصورت خاتون جو کثیرہ بنت حنیدہ کے لقب سے مشہور تھی حاملہ تھی اور حمل کا زمانہ پورا ہو چکا تھا۔ چونکہ عنقریب اس بچہ کی ولادت ہونے والی تھی اس لیے العربیہ نے وفادار حاجب بشیر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ کسی کے تحت پر بٹھلانے میں اس کے وضع حل کا انتظار کرے۔ حاجب نے یہی کیا۔ آخر آدریس کا لڑکا پیدا ہوا اور اُس کا نام بھی آدریس رکھا گیا اور جب تک وہ نابالغ رہا ہر ول عزیر بادشاہ مرحوم کا حاجب انتظام مملکت کرتا رہا۔

اسی سال قرطبہ میں اس عہد کے نامور شاعر عامر بن ابی جعفر نے بھی انتقال کیا۔ اُس نے نہایت لطیف تاریخیں لکھی ہیں۔ وہ خادم الموت کی خدمت انجام دیتا تھا۔ یعنی وہ تمام جائیداد میں جو لاوارثی کی وجہ سے بادشاہ کے قبضے میں آتیں اور بیت المال میں داخل ہوتیں ان کا انتظام اس کے سپرد رہتا۔

ایک دن بادشاہ ہشام حوالی قرطبہ کے دلچسپ میدانوں سایہ دار بھاریوں اور زہت بخش چمنوں میں سیر و تفریح کر رہا تھا کہ چند اہل دربار نے اُس کی زبان سے ایک خاص دلچسپ خطہ میں ایک ایسے خوش سواد قصر کے تعمیر کرانے کا ضوق

سُن کے جس کے تعلق بہت سی زرخیز اراضی ہوں مختلف طریقوں سے اُسے
اُبھارنا شروع کیا کہ حضور اِس خطہ کو مول لے لیں۔ کیونکہ وہ جامداد ہر شہیت سے
لینے کے قابل اور نفع بخش ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ اِس کی خریداری کے شائق ہیں اور
بڑھ بڑھ کے دام لگا رہے ہیں مگر بادشاہ اُس پر آمادہ نہ ہوا اور شوق دلائے
دالوں کے جواب میں اُس نے ایک نظم کہی جس کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے
کہ وہ کیسا ذہین و مطلع اور دل کا کیسا شریف و نیک تھا۔ وہ اشعار سبیل ہیں۔

شرافت کا سچا اظہار صاف دل اور فیاض ہاتھ سے ہوتا ہے۔
لیکن دولت جمع کرنے کی ہوس میں بڑے بڑے لوگوں نے اپنی روح کو ذلیل و خوار بنا دیا
میں لہلہانے والے چمنوں سے خوش ہوتا ہوں

میں نرم بچھونے اور اچھی خلوت گاہ کو پسند کرتا ہوں۔
میں خوشی کے ساتھ کھلے میدانوں کی ہواؤں سے لطف اٹھاتا ہوں
گرد و سرون کے مکانون پر قبضہ نہیں کرتا۔
اور میری آنکھیں ہر چیز کو دیکھ کے اُس کی حرص نہیں کرنے لگتیں
خدا نے مجھے جو کچھ دیا ہے صرف عاریت ہے تاکہ میں پہلے اُسکی عداوت کے قبضہ و نصیب میں نہ
جبا قبل میری رفاقت کر رہا ہے اُسوقت تک لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے
مجھے نفع رسانی کے بے تھاکہ کرایوں میں کھلے ہن و غوطہ لگانے دو۔

طوفان اور قابل نفرت لڑائی کا زمانہ البتہ وہ وقت ہے
جب اپنے زبردست دباہنے ہاتھ کو خون کے متلاطم سمندر میں غوطہ دیتا ہوں۔
اور اپنے دشمنوں کی دولت میں سے بہت کچھ لے لیتا ہوں۔

لیکن عام اس سے کہ میں تلوار ہاتھ میں لون یا قلم سے کام لون۔
سب بائین میں خدا کی خوشنودی کے لیے کرتا ہوں۔

اور قسمت کو علما کے غور و فکر کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔
چاندانی چمک دمک میں اور ساری بزمِ انجم
سب اُسی خالق بے ہمتا کی پناہ ڈھونڈ رہے ہیں۔

انتیسواں باب

شاہزادہ الحکم کی بیعت اور بادشاہ ہشام کی وفات
شاہِ مین جب کہ بادشاہ ہشام قریبہ میں تھا ایک دن اپنے المینہ
(بلغ) اور خوبصورت چمنوں میں سیر کر رہا تھا جہاں مول تھا کہ اپنے فرصت کا وقت
وہ پھولوں اور پودھوں کی خدمت میں صرف کیا کرتا کہ یکایک اُس کے مخصوص
نجومی نے اُس کے عرض کیا زندگی کا یہ مختصر زمانہ حضور کو اب اُس سرمدی زندگی کے
کاموں میں صرف کرنا چاہیے۔ بادشاہ نے چونک کے پوچھا کہ اُس گھڑی یہ الفاظ
تھاری زبان سے کیوں نکلے؟ نجومی نے ادب سے عرض کیا غلام کو اس سے
زیادہ بیان کرنے کا حکم نہ ہو۔ اور یہ الفاظ بھی بے سوچے سمجھے میری زبان سے
نکل گئے۔ مگر بادشاہ نے اصرار کیا کہ ”تھارے دل میں جو کچھ ہوصاف صاف
بیان کر دو۔ یقین جانو کہ چاہے کوئی اور کیسی ہی بات ہو میں اس کو سن کے
مول و غمکین نہ ہوں گا۔“ اب اُس نجومی نے عرض کیا تقدیر میں لکھ گیا ہے کہ دو
سال کے اندر ہی حضور سفرِ آخرت کریں گے۔ اپنے اس قدر جلد وفات
پانے کی خبر سن کے بادشاہ کو کچھ صدمہ نہیں ہوا۔ حسبِ معمول دیر تک
باتیں کرتا رہا۔ جو مفتی دربار میں گارہے تھے اُن کا گانا سنا۔ اور جس طرح
روزِ شطرنج کھیلا کرتا تھا شطرنج کھیلی۔ پھر ایک اچھا خلعت منگوا کے اس نجومی کو
عطا کیا۔ اور کئی بار یہ الفاظ زبان پر لایا مجھے فقط خدا پر بھروسہ ہو اور

جو کچھ امید ہر اسی کی ذات سے ہے۔“

بادشاہ ہشام نے قریبہ مین عربی کے مدارس قائم کیے۔ اور عیسائیوں کو کسی اور زبان کے بولنے کی ممانعت کر دی۔ انھیں اجازت نہ تھی کہ لاطینی زبان میں تحریر کیا کریں۔ اس بادشاہ کی شان اس سے ارفع تھی کہ نجیوں کی فضول باتوں کا یقین کرے اور تسلیم کرے کہ انسان کی قسمت پرستاروں کا کوئی اثر ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ اُس کا رجحان اس جانب تھا کہ تمام معاملات شیت ایزدی سے وابستہ ہیں اور نوشتہ ازل کے مطابق ہوا کرتے ہیں۔ باوجود اس کے سلطنت کے آئندہ جانشین کے متعلق اُس نے اپنی اصلی رائے ظاہر کر دی۔ چنانچہ فرمان جاری ہوا کہ تمام والیان ملک اور وزرائے اپنے کاتبوں یعنی متمدن اور شیران سلطنت کے دارا السلطنت میں حاضر ہوں۔ اور جب سب لوگ جمع ہو گئے تو ہسپانیہ کے قاضی القضاۃ اور اپنے حاجب کے سامنے بھرے دربار میں اُس نے ظاہر کیا کہ ”میرا ولی عہد یعنی آئندہ جانشین سلطنت میرا فرزند شاہزادہ الحکم ہے۔ یہ سنتے ہی تمام والیوں۔ دزیرون اور معزز شیوخ اسپین نے الحکم کے ساتھ وفاداری کرنے کا عہد کیا۔ اور بغیر کسی تاہل یا شرط یا رکاوٹ کے سب نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ شاہزادہ الحکم کی عمر اُس وقت پچیس سال کی تھی۔ وہ ایک خوبصورت اور خوش مزاج شاہزادہ تھا۔ اور ۱۱۸۵ء میں یہ بیعت ولی عہد ہوئی۔“

۱۱۸۵ء میں صفر کی پہلی تاریخ بادشاہ ہشام بیمار پڑا اور اُسی مرض میں ماہ مذکور کی بارہویں تاریخ اس دنیا سے کوچ کر کے آغوش رحمت الہی میں چلا گیا۔ کتب تاریخ میں مذکور ہے کہ ہشام نے مرنے سے پہلے اپنے فرزند الحکم کو اچھی نصیحتیں کی تھیں۔ لیکن ساتھ یہ بھی نظر آتا ہے کہ بعض مورخین نے انھیں نصیحتوں کو

اس تاجدار کے والد عبدالرحمن کی جانب منسوب کیا ہے۔ وہ نصیحتیں حسب ذیل ہیں:-
 ”بیٹا۔ مجھے تیرے ساتھ جیسی محبت ہے اُسی کے تقاضے سے تجھے یہ چند نصیحتیں کرتا ہوں۔

”انھیں دل میں لکھ لینا اور کبھی نہ بھولنا۔

”خوب یاد رکھ کہ اصلی شنشنا ہی خدا کے ہاتھ ہے۔ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ مگر خدا نے ہمیں چونکہ شاہی عظمت و قوت عطا کی ہے جو محض اُس کے فضل و کرم سے ہمارے ہاتھ میں ہے اس لیے ہمیں ہمیشہ اُس کی مبارک مرضی پر چلنا چاہیے اور اُس کی مرضی یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کے ساتھ بھلائی کریں۔ خصوصاً اُن لوگوں کے ساتھ جو ہماری حمایت میں ہوں۔ لہذا اگر میرے فرزند۔ تو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا کہ امیر و غریب کے ساتھ یکساں انصاف ہو۔ اور اس کو گوارا نہ کرنا کہ تیری سلطنت میں کسی کو ضرر پہنچے یا کسی پر ظلم ہو۔ نا انصافی ہی کا انجام ہلاکت ہے۔ رحمدلی کر۔ اور جو لوگ تیرے دست نگر ہیں اُن کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ کیونکہ سب خدا کی مخلوق ہیں۔

اپنے صوبوں اور شہروں کی حکومت اچھے نچھے ہوئے لوگوں کے سوا کسی انجان کے ہاتھ میں نہ دینا۔ وہ حکام جو خود سری اختیار کر کے تیری عیال پر ظلم کریں اُن کو بلا تامل سزا دے۔ جب ضرورت مجبور کرے کہ لشکر جمع ہوں اور سپاہیوں کے ہاتھ میں ہتھیار دیے جائیں تو اہل فوج پر نرم و ملی سے حکومت کر۔ مگر نرمی کے ساتھ استقلال بھی لازمی ہے۔ تو کوکوشش کر کہ وہ لوگ تیری رعایا اور تیری قبر و کے محافظ بنیں نہ تباہ و برباد کرنے والے۔ لیکن خبردار اُن کو ابھی تنخواہیں دینا اور اُن سے جو وعدہ کرنا اُسے پناہنا تاکہ وہ تیرے قول پر بھروسہ کر سکیں۔

”اُن باتوں میں ہرگز غفلت نہ کرنا جو انسان کو لوگوں میں محبوب بناتی ہیں۔ کیونکہ رعایا کی خوشنودی ہی سلطنت کی اصلی محافظ ہے۔ بخلاف اس کے رعایا کے خائف و ترسان رہنے میں بڑا بھاری خطرہ ہے۔ لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو جانا ہی موجب ہلاکت ہے۔

اُن جفاکش کاشکاروں کی حفاظت کر جو جوتے بوتے ہیں۔ کسی کسان کے ساتھ ایسا سلوک نہ کر کہ اُس کی کھیتی غارت کر ڈالی جائے۔ اور اُس کے باغ کے درخت اور پودے کاٹ ڈالے جائیں۔ الحاصل اس طرح حکومت کرنا کہ لوگ تجھے دعائیں دیں اور تیری پناہ اور تیری فیاضی کے سایے میں خوش خوش زندگی بسر کریں۔ اور اپنی رعایا کو موقع دے کہ امن و امان کے ساتھ زندگی کے اطمینان اور اُس کی مسرتوں سے لطف اٹھائیں۔ اسی طرح اچھی سلطنت قائم ہوگی جس کے قائم کرنے میں اگر تو کامیاب ہو گیا تو یقیناً جان کہ تیری زندگی مسرت میں گزرے گی اور تو دنیا کے نہایت ہی نامور فرمانرواؤں کی طرح نیک نامی حاصل کرے گا۔“

بادشاہ ہشام نے سکے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ چنانچہ دینار و درہم اُسی طریقے اور اُسی اصول پر بنائے جاتے جس طرح کہ اُس کے باپ عبدالرحمن کے عہد میں بنتے رہے تھے۔ یہ تاجدار شاہ ہشام جب مراہو اُس کی عمر سینتیس سال اور چار مہینے کی تھی۔ سات سال اور سات مہینے اُس نے حکومت کی۔ اسی سال اور اسی مہینے میں مشہور سیاح سعید بن عبدوس نے جو القضا کی کے لقب سے مشہور تھا قرطبہ میں انتقال کیا۔ اُس کی ولادت اندلس میں ہوئی تھی مگر ارض مشرق کا سفر کیا تھا۔ اور امام مالک بن انس کی شاگردی کی عزت حاصل کی تھی۔ چنانچہ مدت کے بعد جب وطن مالوف میں واپس آیا ہے

تو اس کی دانائی و علم و فضل کی دھوم ہو رہی تھی۔

تیسواں باب

بادشاہ الحکم بن ہشام اُسکے چاؤن کی ہنگامہ آرا بیان اور شرقی اسپین کے فتوحات کے نیک نام بادشاہ ہشام کے جنازے کو لوگ مقبرے کی طرف لے چلے تو اس کے ساتھ خلعت کا بڑا بجاری چوم تھا۔ خود اُس کے فرزند شاہزادہ الحکم نے دفن کرتے وقت فاتحہ پڑھی۔ اور اسی ٹھری سے نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ اسکی سلطنت کا اعلان کیا گیا۔ ۱۴۔ صفر المظفر ۳۸۷ھ کو رسم تخت نشینی ادا ہوئی۔ اس کے بعد پہلے جمعہ کو جو ماہ مذکور کی ۱۶۔ کو پڑا تھا نیا تاجدار جامع مسجد کو گیا جہاں اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ الحکم کی ماں کا نام زخرف تھا جو خوش حال تھی اور لوگوں کو اُس کی خوش مزاجی کا بھی یقین تھا۔ خود بادشاہ کا ابھی عفوان شباب تھا۔ اس لیے کہ اس کی عمر ابھی بائیس ہی سال کی تھی لوگوں کو امید تھی کہ وہ اپنے باپ کا لائق جانشین ثابت ہو گا۔ اُس کا شریفانہ چہرہ اُس کی عظمت کی امید دلاتا تھا اور اس نے جو اچھی تعلیم پائی تھی اور جو بہترین نونے اس کے پیش نظر تھے وہ سب اس امید کو اور قوت دیتے تھے۔ لیکن اصل حقیقت یہ کہ خدا ہی کو خیر ہو سکتی ہے کہ آج کے بعد کل کیا ہو گا؟ خلیفہ الحکم کی واقفیت اعلیٰ درجے کی تھی اور بہت ہی ذمی فہم تھا۔ لیکن اس کے ساتھ منائش لبہ سنگدل اور مغلوب الغضب تھا۔ بچپن سے اُس کا نشوونما بادشاہ ہشام کے حاحب عبد الواحد کے بیٹے عبد الکرم کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ نوجوان کنسی ہی میں حاضر جو ابی موزون طبعی اور خوش فکری کے اعتبار سے اپنے تمام اقران میں ممتاز تھا۔ اسی علم و فضل کی وجہ سے الحکم نے اُس کی قدر کی اور اگرچہ

ہمت نوعر تھا مگر اسے اپنا متم کتب خانہ مقرر کر لیا۔ چند روز بعد اُسے اپنا حاجب بنا دیا۔ الغرض اکیلا احمد الکرم وہ شخص تھا جس پر اُسے پورا بھروسہ تھا۔ الحکم کے چاؤن سلیمان اور عبد اللہ کو جب بھائی ہشام کے مرنے کی خبر پہنچی تو انھیں سلطنت اسپین یا کم از کم بعض صوبجات ہسپانیہ کی حکومت حاصل کرنے کا یانا بہانہ ہاتھ آگیا۔ اب تک اُن کے دل میں جی ہوئی تھی کہ تلج و تخت سے محروم رکھے جانے میں ہمارے ساتھ بڑی نا انصافی ہوئی چنانچہ پھر اُنھوں نے اپنے طرفدار ڈھونڈنا شروع کیے اور بھتیجے کے مقابلے کے لیے لشکر جمع کرنے لگے۔ اُن کو امید تھی کہ اس ہم میں اگر قسمت نے بے وفائی نہ کی تو ہم اُسے تخت سے اتار دیں گے۔ یہ غرض نہ بھی پوری ہوئی تو اُن کا غالباً ہسم اپنے مفید نئی فرطین کرا لین گے اور کچھ نہیں تو سلطنت اسپین کو ہم بننا ہی لین گے۔

ان امیدوں کے سارے پر اُن کے اٹھ کھڑے ہونے اور اُن کے درخشاں سے اہل طلیطلہ بنیہ اور تدمیر نے بغاوت کر دی۔ ادھر سلیمان کے پاس جو دولت تھی اُسے اپنے دوستوں کی مدد سے اُس نے نہایت بے جگری کے ساتھ لوگوں میں تقسیم کر کے ایک معتد بہ لشکر جمع کر لیا۔ اور اُسے لے کے وہ افریقہ سے اتر کے اسپین میں آیا۔ اور آتے ہی اپنے آپ کو باوشاہ اسپین مشہور کر دیا۔ اس لیے کہ وہ عبد الرحمن بن معاویہ کا بڑا بیٹا تھا۔ عبد اللہ علاء طلیطلہ میں موجود ہی تھا اُسے اتفاقاً موقع مل گیا اور اُس علاقے کے چند نامور سپہ سالار اُس کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ خصوصاً عبیدہ بن حمزہ جو کہ بڑا میباک اور چالاک آدمی تھا۔ اُس کی مدد سے قلعجات افلیس۔ ہولدا۔ اور شیبیر یا اور چند اور چھوٹی چھوٹی گڑھیاں

اُس کے قبضے میں آگئیں۔ اسکے علاوہ اُس نے اور لشکر بھی جمع کیا اور شہر طلیطلہ کے چھاٹکوں اور وہاں کے ایوان شہر یاری پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ سال ۱۱۸۵ء کا ہے۔ چاؤن کی ان کارسائیوں کی خبر فوراً بادشاہ الحکم کو کی گئی اس نے اس کی مطلق پروا نہ کی۔ جوان تھا اور بہادر۔ آزمودہ کار فوج زیر فرمان تھی۔ اور اچھے خاصے ذرائع جنگ موجود تھے۔ اس سبب جس خطرناک طولانی جھگڑے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اُسے اُس نے معمولی چیز تصور کیا۔ اور دل میں ٹھان لی کہ اپنی سلطنت کو پوری قوت سے برقرار رکھوں گا۔ چاہے اُس کی حمایت میں مارا ہی کیون نہ جائوں۔ فوراً لشکر مرتب ہونے کے احکام جاری کر دیے۔ اور آرتوس۔ خیرس۔ سدونیہ۔ اقبیلیہ اور قطلہ کے رسالے اور اُن کے ساتھ حوالی مریدہ و طلیطلہ کی پیدل فوج تیار ہو گئی۔ اور اس لشکر کو ساتھ لے کے دو میدان جنگ کی طرف چل کھڑا ہوا۔

الحکم ان لشکروں کو لیے ہوئے طلیطلہ کی طرف بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اور اُس علاقے میں داخل ہو چکا تھا کہ سرحد فرانس کے قاصدوں نے آ کے عرض کیا مسلمان سرداران بہلول اور ابوطاقت کو سخت شکست ہوئی۔ عیسائیوں نے اُن کو پسپا کر دیا۔ بلا و نرہونہ وغرہ نہ پر قابض ہو گئے۔ اور غقریب زبردست لشکر کے ساتھ مشرقی سرحد ہسپانیہ کے دیگر بلاد پر حملہ کرنے والے ہیں۔ بادشاہ نے اُسی وقت ایک جنگی مجلس شوریٰ مرتب کی۔ اور ساتھ ہی حکم جاری کیا کہ والی فطیس بن سلیمان سواروں کی ایک جماعت کو لے کے فوراً روانہ ہو جائے۔ اور سرحد کے سرداران فوج کی کمک کرے اُسے یہی

۴۰ یہ نام تلفظ کی غلطی سے ابوطاقت ہو گیا جو گرانسوس میں اس کا بل پتہ نہیں لگ سکا کہ ہسپانیہ کے

اس پہ سال عرب کا اصلی نام کیا تھا۔ (ترجمہ اردو)

تائید کی جب مشرقی اسپین کے علاقے میں گزرے تو وہاں کے لوگوں کو بھی لڑائی کے لیے جمع کرتا جائے۔ اور حکم ہوا کہ والی سرقسطہ اور ہوسکا بھی اُس کے ساتھ جائیں۔ اسو اس کے یہ بھی قرار پایا کہ طلیطلہ کے محاصرے میں اگر تاخیر کا اندیشہ ہو تو بادشاہ بذات خود مرحہ فرانس کی طرف روانہ ہو جائے اور طلیطلہ کے محاصرے کا کام فقط پیدل سپاہیوں اور سواروں کی ایک جماعت کے ذمے چھوڑ دیا جائے۔ اور اُن کا سپہ سالار عمرو بنایا جائے۔

فطیس سرقسطہ تک نہیں پہنچے پایا تھا کہ اُسے اس مضمون کی اطلاع ملی کہ حسن والی ہو سکتا ہے اپنا شہر ایسے شرائط پر دشمن کے حوالے کر دیا جن سے شاہی حقوق تلف ہو گئے اور خود اُس کے لیے وہ شرطیں موجب تنگ بین۔ ساتھ ہی اُسے پہلو نہ کے بھی ہاتھ سے نکل جانے کی اطلاع ملی کہ اُس پر بھی عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہ وحشت ناک خبریں قاضی ہوسکا عبد السلام بن ولید نے بھی سنی تھیں۔ اور ان خبروں کے ساتھ اُس نے بتایا تھا کہ دالیان سرحد اپنی حکومتوں میں خود سری کے عادی ہو گئے ہیں۔ اور اب وہاں اپنی حکومت قائم رکھنے کے لیے انھوں نے یہ ذلیل طرز عمل اور نالایق طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ عیسائیوں کی مہربانی اور اُن سے دوستی پیدا کرنے کے آرزو مند رہتے ہیں۔ کیونکہ سمجھتے ہیں اپنے بادشاہ کی نافرمانی میں انھیں عیسائیوں سے مدد ملے گی۔ وہ لوگ اب یہ نہیں چاہتے کہ اپنے بادشاہ کی خدمت بجالائیں یا اُس کی اطاعت کریں۔ آخر میں قاضی عبد السلام نے یہ بھی بتایا تھا کہ یہ بنے غیرت لوگ جب اپنے عیسائی دوستوں کے غلامانہ تصرفات کو برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے ارادہ کیا کہ انھیں مار کے نکال دیں تو اب مکاری سے یوں غبار اچھے مسلمان بنے ہیں اور اُس بادشاہ کے سایہ عاطفت اور

اس کی حمایت میں آنا چاہتے ہیں جس نے اپنی برکتوں سے انھیں کبھی محروم نہیں رکھا تھا۔ قاضی صاحب نے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ ان لوگوں کی ان کارروائیوں کی روک تھام فوراً اور وقت پر نہ کی گئی تو یہ سارا ملک ہاتھ سے نکل جائے گا۔

یہ واقعات جب باؤشاہ الحکم کے گوش گزار ہوئے تو وہ نہایت پریشان ہوا۔ اور فوراً ایک بڑا بھاری لشکر ہمراہ رکاب لے کے جس میں اُس کے بہترین رسالے شامل تھے مشرقی سرحد اسپین کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُس کے اصلی لشکر کے علاوہ اور بہت سے دانی بھی کثیر التعداد فوج کے ساتھ اُس سے آئے اور یکے بعد دیگرے اُس نے بلاؤ ہو سکا اور آریہہ پر قبضہ کر لیا۔ عیسائی جوان شہروں پر قابض ہو گئے تھے انھیں اتنی جرأت نہ ہوئی کہ ٹھہر کے اُس کے پیونچنے کا انتظار کریں۔ ان فتوحات کے بعد الحکم علاقہ غرناہ اور برشلونہ کی طرف بڑھا۔ اور وہاں سے آگے کوچ کر کے سرزمین فرانس میں داخل ہو گیا۔ اور جب نربونہ میں داخل ہوا تو اس قدر غصے میں بھرا ہوا تھا کہ جو عیسائی سامنے آیا اُس کے ٹکڑے اڑا دیے۔ ہزاروں عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔ بہت سا قیمتی مال غنیمت ان شہروں کو لوٹ کے حاصل کیا۔ اور بے اندازہ دولت سے لدا پھندا واپس آیا۔ اسی ناموری کی فتح کی وجہ سے الحکم کو المظفر کا لقب دیا گیا جس کے معنی خوش اقبال شاد کام اور نقیاب کے ہیں۔

اب جو سردار سرحد کی حفاظت کے لیے چھوڑے گئے وہ عبد الکریم بن عبد الواحد اور نفیس بن سلیمان تھے۔ اُن کو مقرر کرتے ہی بادشاہ نے جھٹ پٹ طیلطلہ کی راہ لی۔ جہاں اس کے چچا سلیمان اور عبد الواحد اس

لشکر کے ساتھ جسے وہ افریقہ سے لائے تھے اور تدمیر اور ملیسیہ سے جمع کیا تھا علم بغاوت بند کیے ہوئے تھے وہ اپنی قوت روز بروز بڑھاتے اور اپنے اثر کو وسیع کرتے جاتے تھے۔ اور اطراف و جوانب کے بہت سے شہروں پر انھوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ قرطبہ اور مریدہ کے والی ان شاہزادوں کی روک تھام میں حتی الامکان کوشش کرتے رہے۔ اور اُن سے مختلف لڑائیاں بھی لڑے مگر اُن کا نتیجہ مختلف قسم کا ہوتا رہا یعنی کبھی اچھا ہوتا اور کبھی بُرا۔ لیکن بادشاہ کے پہنچتے ہی اُن کے اسلحہ کی کوششوں میں جان پڑ گئی۔ الحکم کے لشکر میں بڑے بڑے بہادر اور کار آزمودہ سپاہی تھے جو مکرکہ جنگ میں جان بازی دکھانے کے عادی تھے۔ اور لڑتے لڑتے خوب پختہ مغز ہو گئے تھے۔ چاہے کیسے ہی زبردست دشمن سے لڑنا پڑے اُن کے تہیہ و تدبیر پر میل نہ آتا بخلاف اسکے شہزادہ عبداللہ کے لوگ کہ تعداد میں زیادہ تھے مگر ان میں غالب حصہ قسمت آزمایافتہ جو لڑنے کا تھا جن میں زیادہ تر افریقہ اور مغرب کے لوگ تھے۔ اسپین کی دولت اور غنیمت کے واقعات سن سن کے اس مزین کے مشتاق ہوئے تھے۔ بلکہ اسی سے بھی بدتر یہ کہ اُن میں اکثر صوبجات اسپین کے شکستہ حال ڈاکو اور لوٹروں سے تھے جو شاہزادے کے گروہ میں محض فلاکت کی وجہ سے یا اپنے مجرموں کی سزا سے بچنے کے لیے آ کے شریک ہو گئے تھے۔ الغرض الحکم نے بڑی شان و شوکت سے اپنے چچاؤں کے لشکر کو شکست دی اور علاقہ طلیطلہ سے انھیں نکال باہر کیا۔ اس کے بعد اُس نے اُن سب شہروں پر قبضہ کر لیا جو باغیوں کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اور شکست خور وہ باغی بھاگ کے ارض تدمیر اور علاقہ ملیسیہ میں

عہ اہل عرب سرب کے لوگوں سے مغربی افریقہ والوں کو مراد لیتے ہیں۔ (مترجم اردو)

چلے گئے۔ یہ واقعہ ۱۸۲۳ء کا ہے۔

اکیسواں باب

الحکم کے تازہ فتوحات۔ سلیمان کی وفات اور عبدالعزیز سے معاہدہ سال مابعد کے آغاز ہی میں اہل طلیطلہ نے بادشاہ کے سردار فوج عمر و سے خفیہ طور پر مراسلت کی اور اُس سے شہر کے اندر داخل کر لیا۔ اسی قدر نہیں۔ بانعی سردار عبیدہ بن حمزہ کو پکڑ کے اُس کے حوالے بھی کر دیا۔ چنانچہ اُس کا سر کاٹ کے فوراً قرطبہ بھیج دیا گیا۔ اس فتح کے بعد سپہ سالار عمر و نے اپنے بیٹے یوسف کو طلیطلہ کی حکومت پر چھوڑا۔ اور خود تازہ فحین حاصل کرتا ہوا جنجلیہ کے لشکر گاہ میں جا پہنچا جہاں خود بادشاہ موجود تھا۔ اب الحکم وہاں سے بڑھ کے ارض تدیر میں پہنچا اور کئی لڑائیوں کے بعد جو اُس کی متفرق فوجوں اور افریقہ کے خانہ بدوش رفقاے سلیمان کے فی باہین ہوئیں دونوں لشکر یکساں جوش و خروش سے اور ایک ہی قسم کی دشمنی و امیدوں میں لیے ہوئے ایک دوسرے پر جا پڑے۔ دن بھر جرت انگیز شجاعت سے لڑتے رہے۔ لیکن آخر روز میں الحکم کے سپاہیوں نے اپنے سرداروں کی بہادری سے جوش میں آ کے اور خود اپنے بادشاہ کو لڑتے دیکھ کے ایسی جاننازی سے حملہ کیا کہ حریف شاہزادوں کا لشکر اُن کے اس جوش کو نہ روک سکا۔ اور اگرچہ سلیمان اور عبدالعزیز ایک فیئر لڑیاں کی طرح شجاعت دکھلا رہے تھے۔ اور نمایاں طور پر ثابت کر دیا تھا کہ کس باپ کے بیٹے ہیں۔ مگر شاہی فوج نے اُن کے لشکر کو درہم و برہم کر دیا۔ شاہزادہ سلیمان نصو صیت کے ساتھ جرت انگیز جانفشانی سے کوشش کر رہا تھا کہ اپنے شکست خوردہ لشکر کو

پھر مرتب اور اپنی دہم و ہر ہم صفوں کو پھر درست کر لے۔ وہ دشمنوں کے
 بہادر ترین فہم سواروں میں گھس گھس پڑتا تھا۔ اور گو کہ صاف طور پر نظر آ رہا تھا
 کہ فتح الحکم کے حصے میں آچکی مگر اُس نے اپنے اکیلے دم سے بعض اوقات
 ایسی شجاعت دکھائی کہ دیکھنے والوں کو خیال ہو جاتا تھا کہ ابھی فتح مشتبہ ہے۔ اسی
 طرح عبدالعبد بھی بڑی بہادری سے لڑا اور اپنے چند جان نثار سواروں کے
 ساتھ بڑھ بڑھ کے اُس نے کئی بار اپنے شکستہ دل سپاہیوں کی ہمت بڑھادی
 اور اُن کے دل مضبوط کر دیے۔ بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ ان چند بہادر
 نبرہ آزماؤں کی جان بازی نے حاصل شدہ فتح کو روک رکھا ہے تو خوراً اپنے زنانہ
 کے سپاہیوں کو لے کے حملہ کیا۔ ناگہان سلیمان پر ایک تیر جا کے پڑا جو اُس کے
 حلقوم کو چھید کے نکل گیا۔ تیر پڑتے ہی وہ گھوڑے گرا اور لڑائی کے نرنے
 میں اُس کی نیجان لاش کو روندتے ہوئے اتنے سوار گزر گئے کہ اُس نے
 گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل کے جان دی۔ عبدالعبد نے بھائی کو گرتے دیکھا
 تو اُس کے بھی رُخ ڈھیلے ہو گئے۔ اور شکست کھا کے بھاگنے والوں
 کے ساتھ اُس نے بھی راہ فرار اختیار کی۔ اتنے میں رات ہو گئی جس کی بدولت
 یہ سخت دہشتناک خونریزی کل پراٹھا رکھی گئی۔ مگر الحکم نے فتح کا حال معلوم ہو جانے
 کے بعد بھی خونریزی کا سلسلہ قائم رکھا تھا۔ مگر شاہزادہ عبدالعبد اندھیرے
 سے فائدہ اٹھا کے میدان سے نکل گیا۔ تھوڑی دور جا کے بھاگنے والے
 سپاہیوں کا بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ اور سپاہوں کے درون میں پناہ لی جہاں
 وہ دینیاد اور حوالی بنسیہ میں بھاگتا رہا۔

صبح کو الحکم کے لشکر کو امید تھی کہ حریف شاہزادوں کا لشکر جس کی تعداد
 بہت زیادہ تھی پھر لڑائی شروع کرے گا۔ ان لوگوں کو اپنی فتح میں تو شک

نہ تھا مگر خیال تھا کہ آج ہم اپنی فتح تکمیل کو پہنچا لیں گے۔ مگر صبح کو جب یہ نظر آیا کہ حریف کا لشکر میدان سے غائب ہو کر تو انھیں ڈرا لپٹا ہوا۔ اس کے بعد مقتولین کی لاشوں میں شاہزادہ سلیمان کی لاش ملی تو اپنی فتح کا بالکل یقین ہو گیا۔ سلیمان کی لاش جب بادشاہ الحکم کے سامنے لائی گئی تو یہ یاد کر کے کہ والد کو اس بہادر نبرد آزما سے کس قدر محبت تھی وہ اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکا۔ حکم دیا کہ لاش نہایت عزت و حرمت سے دفن کی جائے۔ اور تاکید کی کہ جب تک لاش دفن نہ ہو لے سارا لشکر وہیں حاضر رہے۔

عبداللہ کے ساتھ اب بھی بہت سے افریقی سپاہی موجود تھے۔ اُس نے بھاگ کے بلینسہ میں پناہ لی جہاں کے لوگوں کو اُس سے بڑی محبت تھی۔ لیکن اہل شہر نے اگرچہ خوشی سے اُس کو اپنی پناہ میں لیا تھا مگر مشورہ ہی دیا کہ اب آپ اپنے صاحب تخت و تاج بھتیجے سے صلح کر لیں۔ اب خود وہ بھی اسی فکر میں تھا کہ کسی طرح ان ہنگاموں کو متوقف کرے جو اُس کے بھائی اور خود اُس کی ذات سے ملک میں پیدا ہو رہے تھے۔ لہذا بغیر اس کے کہ کسی قسم کے شرائط اپنی طرف سے پیش کرے اپنے اپنی الحکم کے پاس بھیجے۔ اپنے تمام دعوؤں سے دست برداری کی۔ اپنے آپ کو بادشاہ کے رحم پر چھوڑ دیا اور وعدہ کیا کہ افریقہ میں یا جہاں کہیں آپ کا حکم ہو گا میں فوراً چلا جاؤں گا۔

الحکم اُس سے زیادہ خواستگار تھا کہ یہ لڑائی اسی سال ختم ہو جائے اس لیے چچا کے قاصدوں سے بڑی مہربانی کے ساتھ پیش آیا اور اس ادھار نصیب شاہزادہ سے بجز اس کے اور کسی بات کی خواہش نہیں کی کہ اپنے بیٹوں کو

آپ بحیثیت کفیل کے میرے پاس پھوڑ دین جو قرطبہ میں رہیں گے۔ اور خود اپنی ذات کے متعلق آپ کو آزادی ہو کہ جہاں آپ کی خوشی ہو قیام کیجیے۔ اس اقرار کے مطابق عبدالملک بن حنظلہ گیا اور اپنے دونوں بیٹے الحکم کے پاس بھیج دیے جن سے الحکم بڑی محبت کے ساتھ پیش آیا اور اپنے معزز عزیزوں کا سا سلوک کیا۔ شانزادہ عبدالملک کے لیے ایک ہزار شتال ماہوار تنخواہ مقرر کر دی۔ اور اس کے علاوہ پانچ ہزار شتال اور مقرر کیے جو ختم سال پر دیے جاتے۔ ماسوا اس کے اجازت دی کہ لبنیہ یا تدمیر کے متصل جس قبضے کے ایوان شاہی میں تمھارا جی چاہے جا کے مقیم ہو جاؤ۔ بادشاہ نے اُن تمام شیوخ اور ذررا کا بھی تصور معائنہ کر دیا جنھوں نے اس کے چچاؤن کا ساتھ دیا تھا۔ یہ شرط اُس عدلے میں داخل تھی جو اُس کے اور عبدالملک کے فی مابین ہوا تھا۔ عبدالملک کے ساتھ کے بہت سے افریقی سواروں کو الحکم نے اپنے رسالوں میں داخل کر لیا اور اُن سب کے ساتھ بڑی ہربانی سے پیش آیا۔ اسی قدر نہیں عبدالملک کے بڑے بیٹے السفاح کے عقد میں الحکم نے اپنی بہن الکثرہ دے دی۔ الغرض اس طرح اس لڑائی کا انجام خوشی پر ہوا۔ بادشاہ قرطبہ میں واپس گیا جہاں اُس کے داخلہ پر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ یہ واقعہ اخیر ۱۱۴۲ھ کا ہے

بیسواں باب

مشرقی اسپین میں اہل فرانس کی یورش
دوسرے برس فرانس کے عیسائیوں نے مشرقی اسپین پر بہت سی
یورشیں کیں شہر غرونہ کا انھوں نے محاصرہ کر لیا اور اہل شہر کو ہتھیار لکھنے پر

مجبور ہونا پڑا۔ اس کے بعد وہ بلیسیہ کا محاصرہ کرنے کے لیے بڑھے مگر اس شہر کی حمایت مسلمانوں نے اس خوبی سے کی کہ ایک مہینہ زمانہ تک روکے رہے۔ عیسائی جو کلیئہ مسلمان باغی سردار ہلکول بن مخلوق ابو الجحاج کے زیر کمان تھے اُس کے بڑھاوے دینے سے ان کے سوار آگے بڑھ کے طراغونہ اور حوالی طرطوسہ تک آپہنچے تھے کہ بادشاہ الحکم نے حکم جاری کیا کہ باغی ابن مخلوق کی سرکوبی اور کافروں کی یورش روکنے کے لیے لشکر روانہ ہو۔ انھیں دنوں الحکم کے محل میں اور قرطبہ کے اندر ایک شاہزادہ پیدا ہوا جس کی پیدائش کو ایک شگون نیک اور مقدمہ مسرت تصور کر کے الحکم نے اُس کا نام ”سعيد الخیر“ رکھا۔ اور دل میں خیال کیا کہ یہ مبارک ولادت اس مسم کی کامیابی کی ایک تمہید ہے جو کہ عنقریب شروع ہونے والی ہے چنانچہ وہ دل ہی دل میں خوش تھا کہ یہ فتح مجھے حاصل ہوگی۔

رسالے اور پیدل سپاہی جمع ہو کے کوچ کرنے ہی کو تھے کہ یکایک خبر آئی برشلونہ نے دشمن کے سامنے ہتھیار رکھ دیے اور فہر مذکور پر کفار فرانس نے ۱۱۵۸ء کے خاتمے پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اس شہر نے جب مسلسل سات مہینے تک محاصرے کی مصیبت اٹھائی تو مجبوراً مغلوب ہو کر ہتھیار رکھ دیے۔ یہ سنتے ہی بادشاہ فوراً مشرقی اسپین کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور والی عمر و اور سوارون کے سپہ سالار محمد بن مفرغ القنطوری کو ساتھ لیتا گیا۔ آخر الذکر شخص قرطبہ کے توابع میں سے قبیلہ غریبہ کا رہنے والا تھا جو کہ عین قنطوری کے پاس ہے۔ وہ انگبشی کے نام سے بھی مشہور تھا۔ اس لیے کہ اس سے پہلے کبھی وہ عین کبش بینی پیمردوں کے چشے کے پاس رہتا تھا۔ ابن مفرغ کی قابلیت و جماعت

۷۷ قرطبہ کے حوالی میں ایک قصبہ کا نام ہے لیکن اب یہ نام نہیں باقی رہا۔ (کاٹی)

کی وجہ سے اُنک اُس کی بڑی قدر کرتا تھا۔

اس درمیان مین یوسف بن عمرو کی بے اعتدالیوں اور اس کے مظالم کی وجہ سے اہل طلیطلہ مین شورش پیدا ہوئی۔ وہ اس قدر بے عقل تھا کہ مطلق نہ سمجھتا تھا کہ کن جرائم پر لوگوں کو مرزادینی چاہیے اور کن معاملات مین نرمی کا برتاؤ مناسب ہوتا ہے۔ آخر اہل طلیطلہ کے دلون مین ایسی برہمی پیدا ہوئی کہ اُنھوں نے نزعہ کر کے اُس کا گھر گھیر لیا۔ اُس پر چھ برسائے۔ اور اُس کے کئی سپاہیوں کو زخمی کر دیا۔ یہ دیکھ کے مرزین شہزادہ گھڑے ہوئے عوام کو بکھا بکھا کے راضی کیا جو سخت برہمی پر آمادہ تھے اور بڑا نقصان ہو چنانے پر تلمے ہوئے تھے۔ اپنے شہر کے مرز لوگوں کے کہنے سننے سے وہ منتشر ہو کے اپنے گھروں کو واپس گئے۔ اور فرمان برداری اختیار کر لی۔ نو عمر یوسف چند روز پہلے تو نہایت ہی دہشت زدہ ہو رہا تھا۔ حتیٰ کہ یہ بھی سمجھ مین آتا تھا کہ کہاں جا کے چھپوں لیکن اب فارغ البال ہوتے ہی تجویز کرنے لگا کہ شہر مین ایک خوفناک خونریزی کی جائے۔

لیکن وہی امر اے شہر جنھوں نے پہلے عوام کی شورش کو ٹھنڈا کیا تھا اُنھیں اُس کے اس منصوبے کی خبر ہوئی تو اُنھوں نے بالاتفاق طم کر لیا کہ اس موقع پر مین کیا کرنا چاہیے؟ اور وہ فیصلہ یہ تھا کہ وہ سب اچانک اُس پر جا پڑے۔ اور اُس بے عقل و نااہل والی کو گرفتار کر کے قیدی کی حیثیت سے قلعہ خنزراق مین بھیج دیا۔ اور وہ خراب تبلیغ نہ پیدا ہونے پائے جو اُس کی سخت گیری اور عایا پردست ستم دراز کرنے کی وجہ سے ظاہر ہوتے۔ اس کارروائی کے بعد سب نے بادشاہ کو لکھا اُسے اطلاع دی کہ ہم نے جو کچھ کیا مجبور ہوئے کیا۔ اول تو اس لیے کہ ہر شہر لوگوں کا

جوش کم کریں۔ اور دوسرے اس غرض سے کہ نو عمر والی کے فضول غصے سے اپنی جان بچائیں۔

بادشاہ نے یہ خطوط پیہ سالار عمر کو دکھا دیے جو نو جوان یوسف کا باپ تھا اور اُسے حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو لکھو فوراً سرحد پر چلا جائے۔ اس کی بنا تجربہ کاری کی عمر کے باعث وہ طلبہ کے ایسے عظیم الشان شہر کی حکومت کے قابل ہیں جو یسائیوں سے بھرا ہوا ہو۔ وہاں کے لوگ اسلامی سلطنت کو بالکل نہیں برواشت کر سکتے۔ عمر کے دل میں اپنے فرزند سے کم جوش انتقام نہ تھا۔ اس نے جو یہ دیکھا کہ عام ہنگامے کی خبر سن کے بادشاہ کو کسی قسم کا ملال نہیں ہوا تو دل میں اور ارادہ کیا کہ خود اُس شہر میں جا کے لوگوں سے بدلہ لے۔ اور الحکم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور خود مجھ کو طلبہ کی ولایت پر مقرر فرمادیں اس لیے کہ میں وہاں کے لوگوں کی طبیعتوں سے خوب واقف ہوں۔ بادشاہ نے عمر کے اعلیٰ خدمتوں کا خیال کر کے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اور اُس نے جاتے ہی عثمان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور اپنے بیٹے یوسف کو حسب الحکم شاہی سرحد پر بھیج دیا۔

سر قسطہ پر قابض ہو کے بادشاہ الحکم شہر میں داخل ہوا۔ اور لوگوں نے بڑے جوش و خروش سے اُس کا استقبال کیا۔ اس کے بعد وہ سرحد کے دیگر بلاد کی طرف روانہ ہوا اور یوسف بن عمر کو شہر طوطہ کا قائد بنا کے وہیں چھوڑا۔ بعد ازاں اُس نے شہر تپلہ پر قبضہ کیا اور دریا سے عبرہ کے کنارے پڑاؤ ڈال کے شہر ہونیکا بھی قابض ہو گیا۔ اور اس کے بعد سرحد فرانس میں داخل ہوا۔

اب طوطہ کے نئے قائد یوسف بن عمر نے اپنی جوانمردی کا ثبوت دینے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ سرحد فرانس پر یورش کی مگر ناتجربہ کاری

کھلے میں ایک ایسے مقام میں جا کے گھر گیا جہاں دشمنوں کی فوج چھپی ہوئی تھی۔ اور آخر کار عیسائیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ یہ نصیب جو اُس پرستہ میں پڑی تھی اُسکی خیر جیسے ہی اس کے باپ عمرو بن عبداللہ کو پہونچی اُسنے فوراً اس کی رہائی کے لیے زور دیا کہ بندوبست کیا جس کی بدولت سر تو سف کو دشمنوں کے ہاتھ سے آزادی نصیب ہوئی۔

اب بادشاہ اپنے لشکر کو بڑھا تا ہوا شہر طراغونہ میں پہونچا اور اُسے ہتلول باغی کے ہاتھ سے چھین کے پھر اپنے قبضے میں کیا۔ یہ انسر پہاڑی لوگوں کے چند گروہوں کا سردار تھا۔ اور یہ پہاڑی لوگ نہایت ہی درشت مزاج۔ جفاکش۔ اور لڑائی کی آفتوں کے خوب عادی ہو رہے تھے۔ کوہسار البرطاط (برنیز) کے بہت سے عیسائیوں کو بھی اس باغی سردار نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا تھا۔ اور وہ بھی بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ ان باغی لشکروں سے بادشاہ کئی لڑائیاں لڑا۔ جن کے نتیجے مختلف ہوتے رہے۔ لیکن آخرین باغیوں اور ان کے مددگاروں سے طرطوسہ کے قریب ایک کھلے صاف میدان میں مقابلہ ہو گیا۔ جہاں نہایت سخت خونریز لڑائی کے بعد الحکم کو فتح حاصل ہوئی۔ نمک حرام ہتلول اُس کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ اور بادشاہ نے اس کی نمک حرامی کے پاداش میں حکم دیا کہ اس کا سر کاٹا جائے۔ یہ فتح ستائشہ میں حاصل ہوئی۔

اسی سال اہل مغرب نے اپنے بادشاہ ادیس بن ادیس کی تخت نشینی کا اعلان کیا اب اس کی عمر گیارہ سال پانچ مہینے کی ہو گئی تھی۔ اور شریف ترین قبائل عرب نے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا تھا۔

سرحدی علاقوں کو کھلتے محفوظ کر کے شاہ الحکم طرطوسہ کے راستے سے بقیہ میں واپس آیا۔ وہاں سے قتالہ۔ دیمیا۔ اور ارض تد میر میں

گنڈتا ہوا قریبہ میں داخل ہوا جہاں اس کے داخلے پر لوگوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔ ۱۹ء میں الحکم نے اپنی سفارت ادیس بن ادیس کے دربار میں بھیج کے اس کی تخت نشینی پر اُسے مبارک باد دی اور اُس سے ایک معاہدہ صلح کرنا چاہا جس کی رو سے دونوں دولتوں پر فرض تھا کہ تمام دشمنان افریقہ و مشرق کے مقابل میں یا ہر ایسے شخص کے خلاف جو دونوں میں سے کسی بادشاہ کے مقبوضات میں خلل انداز ہونا چاہے ایک دوسرے کی مدد کریں اس سفارت میں پانسوا ندلسی سوار تھے جن کو شاہ آدریس نے بڑے اعزاز و اکرام سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس سفارت پر آدریس دوستی کی تحریک پر جو بادشاہ الحکم کی طرف سے ہوئی تھی وہ کسن بادشاہ مغرب بہت خوش ہوا۔ کیونکہ نو عمر فرزند اُن کا معمول ہر کہ دھوم دھام کے تماشوں اور شان و شوکت کے جلوس نکلتے پر بہت خوش ہوا کرتے ہیں وہ اندلسی لپیون سے مدینہ و لیلہ میں ملا کیونکہ مدینہ فاس کی ہنوز بنیاد نہیں پڑی تھی۔ اگرچہ اس واقعے کے بعد فوراً ہی اس کی بنیاد پڑ گئی۔

تینیسوان باب

عمرو کا شہر طلیطلہ میں انتقام لینا اور شہر مریدہ کی بناوت و زینت طلیطلہ عمرو کے دل میں ہی دھن تھی کہ طلیطلہ والوں سے ظالمانہ انتقام نے فقط مناسب موقع کا منتظر تھا۔ لیکن اس اشنا میں بھی اُس نے اُن لوگوں کو اپنے مجوزہ ٹیکسون سے قیاب کر رکھا تھا جو کبھی تو شہر پناہ میں داخل ہونے کے لیے ہوتے۔ کبھی برجوں کی قلعہ بندی کرنے کی غرض سے لیے جاتے۔ اور کبھی ایوان حکومت کی عمارت میں اضافہ کرنے کیلئے۔

انہیں دنوں شاہ الحکم نے پانچ ہزار آدمیوں کو مشرقی اسپین میں بھیجا

اور اُن کا سردار اپنے بیٹے عبد الرحمن کو مقرر کیا جس کی عمر فقط پندرہ سال کی تھی۔ یہ نوجوان شاہزادہ طلیطلہ کے قریب سے گزرا تو عمر و نے اس شوق میں کہ اپنے بادشاہ کے فرزند کا ثروت باریابی حاصل کرے اُسے اپنے شہر میں بلایا۔ رونق افروزی کے لیے خود اپنا گھر پیش کیا اور عرض کی کہ حضور ایک رات کے لیے تشریف لے چل کے شہر طلیطلہ میں ضرور سیر فرمائیں۔ اس درخواست کی تائید شہر کے تمام معزز باشندوں نے کی۔ اور شاہزادہ اپنے سواروں کے ایک منتخب باڈی گارڈ کے ساتھ طلیطلہ میں داخل ہو کے ایوان شہر یاری میں اترا۔ بعض مصنفین بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر عمر و نے شاہزادے کے سامنے اپنا اصلی نشانہ ظاہر کیا اور اُسے بھی اس پر آمادہ کرنا چاہا کہ طلیطلہ کے بہت سے لوگوں کے سراڑ اُدیے جائیں جو کسی طرح نچلے نہیں بیٹھتے۔ صل میں یہ لوگ نہایت پر جوش۔ جرمی۔ اور غیر اصلاح پذیر دشمنان سلطنت ہیں۔ یہ ہمیشہ بغاوت پر آمادہ اور سرکشی کے لیے تیار رہا کرتے ہیں۔ انھیں مصنفوں کا بیان ہے کہ اُس والی نے شاہزادے کی خدمت میں یہ بھی عرض کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ان لوگوں کے منصوبوں کا خاتمہ کرو دیا جائے۔ خصوصاً اس وقت اس بات کا نہایت عمدہ موقع پیدا ہو گیا ہے کہ بلا اندیشہ شورش و بغاوت لوگوں میں سے جو نہایت خطرناک ہیں اُن کے قتل کا بندوبست کرو دیا جائے۔ شاہزادے کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے کہا یہ خود (تھارا) کام ہے کہ اپنی ان تجویزوں پر غور کرو۔ میں اپنے لیے نہیں پسند کرتا کہ بے ضرورت لوگوں کو اپنے خلاف کروں۔“

یہ کارروائی کر کے وزیر نے تمام معزز باشندگان طلیطلہ کو بلوایا کہ سب حاضر ہو کے شاہزادے کے آگے قدمبوس ہوں۔ اور اُس دعوت کو رونق دین جو

آج رات شاہزادے کے اعزاز میں کی گئی ہے۔ حسب الطلب جلد امرائے شہر ایوان شہریاری میں آنے لگے۔ مگر یہاں اُن کے استقبال کا یہ انتظام کیا گیا تھا کہ ہر امیر جیسے ہی قصر کے دروازے پر پہنچتا عمرو کے لوگ اُسے ایک دُور کے زیر زمین تنخانے میں لے جاتے اور وہاں پہنچتے ہی اُسے قتل کر ڈالتے۔ اس طرح خاموشی کے ساتھ وزیر نے چار سو سرداروں کے سر کٹوا دیے۔ وہ چند امراءے ظلیطلہ جو شاہزادہ عبدالرحمن کی حضور میں تھے اُن کو ان مظالم کی جو اس مہیب رات میں ہو رہے تھے بالکل خبر نہ ہونے پائی بعض مورخین مقتولین کی تعداد اس سے زیادہ بڑھا کے پانچزار بیان کرتے ہیں۔ مگر جو شمار ہم نے بتایا وہ زیادہ معتبر ہے۔

صبح کو ان بد قسمت مقتولین کے سرعام لوگوں کے سامنے پیش کر دیے گئے اور سارے شہر میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ اور والی کی بے رحمی کے واقعات سُن کے کل اہل شہر کے اعضا میں لرزہ پڑ گیا۔ اور ہر دل پر ایک مایوسی طاری تھی۔ یہ بھی مشہور ہوا کہ یہ خونریزی خاص بادشاہ کے حکم سے عمل میں آئی۔ اور اُس نے یہ بے رحمی کا انتقام اُس شورش کے بدلے میں لیا ہے جو اہل شہر نے عمرو کے بیٹے کے خلاف کی تھی۔ مگر اس ظلم کے بعد زیادہ زمانے تک نہ تو سف ہی کو زندہ رہنا نصیب ہوا اور نہ خود عمرو کو۔ ظلیطلہ کی پُراندہرات سن ۱۹ء میں گزری تھی۔ اور اس کے تین روز بعد شاہزادہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔

بادشاہِ آہلِ مکہ نے مریدہ کی حکومت اپنے چچا زاد بھائی اسفاح کو دی تھی۔ لیکن اسفاح اپنے وزیر سے مطمئن نہ تھا اس لیے اُسے معزول کر کے اُسے اس عہدے پر ایک دوسرے شخص کو مقرر کیا جس پر اُسے زیادہ بھروسہ تھا۔

لیکن معزول وزیر کے حال پر بادشاہ بہت مہربان تھا چنانچہ اس نے قریب مین پہنچ کے بادشاہ سے اسفاح کی نہایت سخت شکایتیں کیں۔ اور جب تک یہ نہ دیکھ لیا کہ بادشاہ کے دل پر پورا اثر پڑ گیا ہے۔ زبان نہ روکی۔ اُس نے بادشاہ الحکم کے دل میں اس کے چاراد بھائی کی وفاداری کے متعلق طرح طرح کے شبسے پیدا کر دیے۔ اور وہ کھپتانے لگا کہ اتنی بڑی قوت و حکومت میں نے اُس کے ہاتھ میں کیوں دے دی۔ معزول وزیر مریدہ کے ان کارگر انسودن سے متاثر ہو کے بادشاہ نے اُسے حکم دیا کہ فوراً روانہ ہو کے اسفاح کو حکومت مریدہ سے ہٹا دے۔ اسی قدر زمین اُسے سند عطا ہوئی کہ ولایت مریدہ کی حکومت اسفاح سے چھین کے خود اپنے ہاتھ میں لے۔ الحکم کو اگرچہ برابر اپنے چاراد بھائی کی مستقل مزاجی شریف نفسی اور سچی محبت کا بغوث متاثر ہا تھا مگر اپنی پرجوش طبیعت اور فطری بدگمانی سے مجبور تھا۔ آمادہ ہو گیا کہ اسفاح کو فوراً شہر مریدہ سے نکلوا دے۔ اسفاح نے اس نامناسب سلوک سے رنجیدہ ہو کے جواب دیا کہ مجھے یہ دیکھ کے نہایت حیرت ہوئی کہ بادشاہ نے اُس خلوص عقیدت و محبت کے مقابلے میں جس کا اُسے بخوبی تجربہ ہو چکا ہے ایک معزول وزیر کی غلط بیانیوں کا زیادہ اعتبار کیا۔ اس کے بعد اس نے یہ بھی کہلا بھیجا کہ عبدالرحمن بن معاویہ کا پوتا اس لیے نہیں ہے کہ ایک آدا شدہ غلام یا مسمولی سائیس کی طرح یوں بر طرف کر دیا جائے۔ یہ جواب پا کے الحکم اور برا فروختہ ہوا۔ اور چھوٹتے ہی اپنے رسالے کے سردار کو حکم دیا کہ فوراً جا کے اسفاح کو قید کلاؤ۔ لیکن یہ لشکر اسفاح کی گرفتاری کے لیے مریدہ میں پہنچا تو اسفاح نے شہر کے پھاٹک بند کر والے اور انھیں اندر داخل نہ ہونے دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کسی قسم کی مزاحمت بھی نہ کی اور نہ مقابلے کی کوشش کی۔ شاہ الحکم یہ دیکھ کے کہ میرے حکم کے

بجالاتے مین تاخیر ہوئی طیش کے ساتھ خود مریدہ کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اور قصد کیا کہ شہر مین زبردستی داخل ہو۔ اور اس کے حکم سے جو سرتابی ہوئی ہر اس کا نہایت سخت انتقام لے۔

تمام باشندگان مریدہ اپنے والی کی حمایت کے لیے تیار تھے۔ لیکن خود والی اس اندیشے سے کہ انھیں لوگوں کی شامت آجائے گی۔ اور یہ فیصلہ کر کے کہ میری وجہ سے یہ لوگ مصیبت مین نہ مبتلا ہوں دل مین ٹھہرائی تھی کہ جیسے ہی میرا صاحب تاج و تخت چاڑا دے بھائی شہر کے ایک پھاٹک سے داخل ہو گا مین دوسرے پھاٹک سے نکل کے چلا جاؤں گا۔ مگر الحکم کے پہونچتے ہی اسفاح کی بیوی جس کا نام الکترہ تھا اور بادشاہ الحکم کی سگی بہن تھی فقط دو خادماؤں کو ساتھ لے کے مریدہ سے نکلی اور اپنے بھائی کے عہدے کے سامنے جا پہونچی۔ یہ عقلمند اور حسین شاہزادی بھائی کے سامنے جاتے ہی زمین پر گر پڑی اور ایسے موجد اور موثر طریقے سے شوہر کی جانب سے عذرات پیش کئے کہ اسفاح کی راستبازی اور معزول شدہ وزیر کی غلط بیانیان صاف آشکارا ہو گئیں۔ بادشاہ نے بہن کو اٹھا کے گلے سے لگا لیا۔ اور سارا غصہ شفقت و محبت سے بدل گیا۔ بہن کے ساتھ وہ شہر کے اندر آیا۔ گزری باتین دونوں جانب سے صاف کر دی گئیں اور الحکم نے اسفاح کا اعزاز اور اس کے تمام اقتدارات پھر بحال کیے۔ اور حکم دیا کہ مریدہ مین جس طرح پہلے اس کی اطاعت کی جاتی تھی اسی طرح اب بھی کی جائے۔ اسکے بعد چند روز تک وہ اس شہر مین مقیم رہی اور لوگوں نے اس خوش نصیبی کے اتحاد پر بڑی خوشیاں منائیں اور تمام اعلیٰ و ادنیٰ شاہزادی الکترہ کے دل و جان سے شکر گزار تھے کہ اس کی نیک نفسی کی سنی مشکور ہوئی۔ اور شہر تباہی سے بچ گیا۔

چونیسوان باب

اہل فرانس کے غلے جلیقیہ کے فرنگیوں سے صلح اور قرطبہ میں ایک سازش کا کھلنا
 ۱۹۰ء میں الفرنک یعنی فرانس کے لوگوں نے مسلمانوں کی سرحد پر متعدد
 حملے کیے۔ جن میں دونوں طرفوں کو نقصان عظیم پہنچنے کے بعد انھیں شکست
 ہوئی۔ اسی اثنا میں بادشاہ نے ان عیسائیوں سے جو کہ ہستان جلیقیہ میں
 رہتے تھے مسلمان سرداروں کی مرضی کے خلاف ایک صلح کر لی۔ اور جو عیسائیوں
 کے سرداروں نے اپنے بادشاہ افسس کی طرف راہی میں جو شرائط پیش کیں تھے
 قبول کر لیے۔ اس کے بعد الحکم مریدہ ہی میں تھا کہ اُسے اپنے ابن عم قاسم کے
 خطوط ملے جن میں درخواست کی گئی تھی کہ فوراً اپنے دار السلطنت میں واپس
 آئیے جہاں شہر مریدہ سے آپ کی موجودگی کی زیادہ ضرورت ہے۔ اُن خطوں
 کے ملتے ہی بادشاہ نے نہایت عجلت کے ساتھ قرطبہ کی راہ لی۔ اس لیے کہ اُسے
 صاف طور پر نظر آیا کہ وہاں بعض نہایت ہی اہم معاملات پیش ہیں۔ وہ
 جیسے ہی وہاں پہنچا۔ قاسم نے بتایا کہ چند روز سے یہاں آپ کے خلاف
 ایک سازش ہو رہی ہے، قاسم نے یہ بھی اطلاع دی کہ تین خود بھی اُن
 سازشیوں کا سرغنا تصور کیا گیا ہوں۔ لیکن سازش کا اصلی سرغنا مشیر کونسل
 شیوخ میں سے صحیحی نام ایک شخص ہے جس کی تائید ویسی ہی متعددی کے ساتھ
 دیگر امرا بھی کر رہے ہیں۔ ان بد معاشوں نے دل میں یہ سمجھ کے کہ میرے بھائی
 والی مریدہ کے ساتھ جو جھگڑے پیش ہیں اُن کی وجہ سے میں یقیناً آپ کے خلاف ہوں گا۔
 یہی امید لگا کے اُن لوگوں نے نہایت ہی پیچیدہ الفاظ اور رمز و کنایہ میں اپنے

کچھ خیالات مجھ پر ظاہر کیے۔ اُن کے اس عنوان بیان سے مجھے اتنا پتہ چلا کہ ان لوگوں کے مقاصد باغیانہ ہیں جن سے سلطنت کے امن و امان میں فرق پڑنے کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ میں نے اس غرض سے کہ یہ امر زیادہ وضاحت کے ساتھ معلوم ہو اُن کی حوصلہ افزائی کی تاکہ جو کچھ دل میں ہو کھل کے بتائیں۔ اور اُن سے کہا بہت سی دشواریوں پر جو تمھاری خواہشوں کی مزاحم ہیں اور میرا اُن باتوں پر جن سے اس مقصد کے حاصل کرنے میں آسانی ہو پوری طرح بحث ہو جانی چاہیے۔ میری اس تدبیر سے ظاہر ہوا کہ وہ سب اس بات پر آمادہ ہیں کہ آپ کو تاج و تخت اور زندگی دونوں چیزوں سے محروم کر دیں اور سلطنت عبد الرحمن کے کسی اور پوتے کو دیدیں۔

اس کے بعد قاسم نے کہا ایک ایسے متم بالشان راز سے واقف ہو کے اور یہ دیکھ کے کہ سازش کرنے والے نہایت ہی زبردست اور کثیر التعداد ہیں مجھے حرات نہ ہوئی کہ انھیں اُن کے ارادے سے روکوں۔ کیونکہ اپنے راز کے محفوظ رکھنے کی ضرورت سے وہ خود میری جان لینے کے درپے ہو جاتے۔ اسی ضرورت سے میں اُن کا ہم خیال بن گیا اور اُن کے سامنے اعتراض کیا کہ آپ لوگ خاندان بنی امیہ کے سچے جان نثار ہیں۔ پھر ان سے کہا ”مجھے یہ بھی بتا دیجیے کہ سلطنت کی اس اصلی خدمت ادا کرنے میں کون کون لوگ شریک ہیں“ انھوں نے یہ واقعات سننے ہی کچھ غصہ اور کچھ دہشت کے ساتھ اپنے بچاؤ اور بھائی سے التجا کی کہ تم اسی طرح اُن کے دوست بنے رہو یہاں تک کہ اپنی سازش کے ہر جزئی معاملے کو وہ تم پر ظاہر کر دیں۔ قاسم نے اس کا وعدہ کیا۔ اس گفتگو کے چند ہی روز بعد قاسم کو سازشیوں کی پوری فہرست مل گئی جس کے دیکھنے کا بادشاہ کو بڑا شوق تھا۔ اس میں تین سو سرداران فوج کے نام نظر آئے

جو اس بات کے لیے تیار تھے کہ بادشاہ کی جان لین ان لوگوں نے اس کام کیلئے
جو زائد مقرر کیا تھا وہ بعد والے جمعے کو ٹھیک نماز جمعے کے وقت تھا۔ ان لوگوں نے
تجویز کی تھی کہ جیسے ہی الحکم نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں داخل ہو اس پر چڑھ کر دین۔ اب
لفظ دو دن باقی تھے اور سازشیوں کو اپنی اس کارروائی میں کامیاب ہونے کا
پورا یقین تھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ الحکم کو لوگ اس کی غیتوں کی وجہ سے ناپسند
کرتے ہیں۔ اور نیز اس معاہدے کی وجہ سے جو اس نے مسیحین جلیقیہ کے بادشاہ
کے ساتھ کر لیا ہے۔ لیکن قاسم نے وہ فرست اپنے صاحب تاج و دیہم بھائی کے
پاس اس رات کو بھیجی جس کی صبح کو یہ منصوبہ پورا ہونے والا تھا اور اسے متنبہ کیا کہ
وقت آگیا ہے کہ آپ اپنے آپ کو بچائیں۔ اور جن ضروری احتیاطوں کے عمل میں
لانے کی ضرورت ہے ان میں غفلت نہ کریں۔

الحکم اس رات ایک خط کے لیے بھی نہیں سویا۔ اور والی القضا یعنی مجلس
کے یہ مجلس فرج بن کنانہ متوطن سدونیہ کی مستعدی سے رات کا تیسرا پہر نہیں ختم
ہونے پایا تھا کہ ان میں سو شہسوار دن کے سردن کی قطار اس کے قالین کے
سامنے لگی ہوئی تھی۔ اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ سب سرعام چورائے
اکھوئیان گارٹ کے لٹکا دیے جائیں اور ان پر ایک پرزے میں یہ لکھ کے لگا دیا
جائے کہ یہ لوگ اپنے بادشاہ کے نمک حرام اور دشمن تھے، لیکن عوام شہر نے
اس ویب منظر کو خوف کی نگاہوں سے دیکھا۔ ان میں سے اکثر لوگ جانتے ہی
نہ تھے کہ یہ خونریزی کیوں ہوئی۔ اور ان لوگوں سے کون سا جرم سرزد ہوا ہے۔
عہ انوم ہر اس یعنی قالین بطن غالب یہ لفظ بیان محض زور بیان کے لیے لکھ دیا گیا ہے۔ یا یہ واقعہ
تسلیم کیا جائے کہ الحکم کے اطمینان کے لیے مقتولین کے قتل ہو جانے کے یہ ثبوت (سر) حقیقت میں
اس کے پاؤں کے پاس لاکے ڈالے گئے تھے۔ لیکن ایسا ہوتا کم ہے۔ (ترجمہ انگریزی)

اسی سال جو کہ ۱۹۱۱ء تھا سلطان مغرب آدریس بن ادریس نے وہ خطہ زمین حاصل کیا جس پر اُس نے شرفاس کی بنیاد ڈالی۔ اس زمین کو اُس نے زواغہ اور برغوس لوگوں سے مول لیا جو قبائل درناہ میں سے تھے۔ پھر سو درہم اس کی قیمت دی گئی۔ مذکورہ قومون میں سے کچھ عیسائی تھے۔ کچھ مجوسی تھے۔ اور باقی یہودی تھے۔ لیکن مسلمان ان میں چند ہی تھے۔ وہ جگہ جسے ادریس بن ادریس نے منتخب کیا دریاے زیتو سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔ اُس میں ٹھنڈی اور سایہ دار بھاڑیاں کثرت سے تھیں اور لطیف و پاکیزہ پانی بڑی افراط سے موجود تھا۔

پنیمسوان باب

سرحد کے عیسائیوں سے لڑائی

۱۹۱۲ء کے آغاز میں ملک فرانس کے عیسائی ایک طوفان کی طرح الحکم کی قلعہ میں گھس پڑے۔ اتنی بڑی جماعت کثیر کے ساتھ کہ ان کی کثرت نے زمین کو چھپا دیا۔ ان لوگوں نے آتے ہی مدینہ طرسہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور جیسے ہی اس محاصرہ کی خبر قرطبہ میں پہنچی بادشاہ نے اپنے فرزند عبد الرحمن کو حکم دیا کہ جتنا لشکر جمع کر سکے جھٹ پٹ جمع کر کے فوراً قرطبہ سے طرسہ کی ملک پر روانہ ہو جائے۔ اسی قسم کے احکام والی تلبیہ کے نام بھی بھیجے گئے اور یہ دونوں لشکر جب باہم مل گئے تو ولی عہد سلطنت شاہزادہ عبد الرحمن

عرب لوگ ان لوگوں کو جو صلیب کی روایتوں پر چلتے۔ ابراہیم۔ ایاس۔ اور ایساح کو پچے پیغبر تسلیم کرتے اسی لفظ سے یاد کرتے تھے۔ اور انھیں عقائد کی بنیاد پر پیر و ان اسلام اُن کے ساتھ بہت کچھ رعایت کرتے تھے جو اُن کے اصل مذہب زرتشت کے پیرو تھے جو فارس میں کثرت سے پھیلا ہوا مذہب تھا۔

مشرق سے انھیں اپنے ساتھ لے کے چلا فخر گویا اُس کے علم سے وابستہ تھی۔
 کیونکہ میدان میں پہنچتے ہی اُس نے نہایت ہی مہیب خوف ریزی کے ساتھ
 عیسائیوں کو شکست دے دی اور درہم دہرہم کر دیا۔ عیسائی بھاگے امد جن میدانوں
 انھوں نے قبضہ کیا تھا اُن میں مردار خوار چڑیوں اور وحشی درندوں کے لیے
 لاشوں کے انبار لگا گئے۔ یہ واقعہ ۱۹۱۳ء میں پیش آیا۔ شاہزادہ قیاب ہوتے
 ہی قریب میں واپس آیا۔ اور وہاں نہایت ہی دھوم دھام سے اس کا استقبال
 کیا گیا۔ لیکن اس فتح کے بعد سے مسلسل دو سال تک سرداران سرحد کو ایک دم بھر
 کے لیے بھی چین سے بیٹھنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اس لیے کہ ہر روز بلا ناغہ جبل
 البرطاط (پیرسے نیز) کی چاروں گھاٹیوں پر عیسائیوں سے لڑتے ہی رہتے تھے۔
 لیکن یہ لڑائیاں عموماً خیف درجے کے حملے اور معمولی چھٹین ہوتی تھیں۔ اور
 اُن کا انجام بھی بہت ہی مختلف قسم کا ہوا کرتا تھا۔

اس کے بعد ایک سکون ہو گیا جو ویسا ہی تھا جیسا کہ اکثر خوفناک طوفانوں
 کے پہلے ہوا کرتا جو۔ اس لیے کہ اُس سکون کے بعد ہی کوہستان شمالی اسپین کے
 مسیحیوں کا ایک بہت بڑا لشکر اپنے پہاڑوں پر سے اتر پڑا۔ اور سارے علاقہ
 نو سیدانیہ میں ایک سیلاب کی طرح پھیل گیا۔ کھیت غارت کر ڈالے۔ شہر جلا دیے
 اور مکانات لوٹ لیے۔ شاہ اعلم نے یہ حالت دیکھی تو خود میدان میں آنے
 کے لیے تیار ہو گیا۔ اور سواروں کا ایک منتخب لشکر لے کے جس میں بہادران
 قلیطہ و مرہہ تھے قریب سے چل کھڑا ہوا۔ وہ اپنی سرحد کے پار نکل کے عیسائیوں
 پر جا پڑا۔ اور حسب معمول اپنی خوش اقبالی سے اُن پر فتح حاصل کی۔ اس کے بعد
 دو سال تک اعلم بین پڑا رہا۔ بلاو تو سلطانہ اور حدود جلیقیہ کی سیر کی۔ اور
 آخر اس کو ہستانی جنگ و پیکار سے کسی قدر اکتا کے ساتھ ۱۹۱۵ء میں قریب میں واپس آیا۔

بادشاہ کے واپس آنے کے دوسرے ہی سال یسویں نے اُس کے سپہ سالار عبدالمدین لمی کو شکست دے دی۔ وہ لوگ سرحد جلیقیہ پر اُس کے اوپر حملہ آور ہوئے اور سلطان بڑی بے رحمی سے اُن کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ بہادر سپہ سالار عبدالمدین ایک جان باز سپاہی کی طرح لڑتا ہوا شہید ہوا۔ لیکن جو سوار اس کے ہمراہ تھے وہ نہایت ہی بد نظمی سے بھاگے۔ اور ان فوجوں کے دلوں میں بھی دہشت و مایوسی پیدا کر دی جو سپہ سالار عبدالکریم کے زیرِ علم تھیں۔ اُس سردار نے بھی باوجودیکہ بڑی شجاعت ظاہر کی مگر اُسے بھی شکست ہوئی۔ فقط اتنا ہی نہیں بھاگنے میں اُن لوگوں کی بدحواسی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ بہت سا لشکر تو آپ ایک دوسرے سے ٹکرا کے اور لڑ کے تباہ ہو گیا۔ ان مفورین کا بہت زیادہ حصہ دریا کے پار اترنے میں ڈوب گیا۔ اس لیے کہ دریا کے کنارے پہنچنے کے وہ لوگ نہایت گھبراہٹ اور بد نظمی کے ساتھ ایک دوسرے کے اوپر پھاند پھاند پڑے۔ اور بڑی مصیبت اٹھا کے مرے۔ ان مصیبت زدہ لوگوں میں سے بعض اس امید میں کہ گھنے جنگل میں پناہ مل جائے گی درختوں پر چڑھ گئے اور اُن کی ٹھنیوں میں پھپھپ کے بیٹھ رہے۔ لیکن دشمنوں کو اُن کا بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ عیسائی تیراندازوں نے اُنھیں شکاری چڑیوں کی طرح تیروں کا نشانہ بنایا۔ اور اُن کی قسمتی پر مسخکہ اُڑایا۔

عقسی بن احمد الراضی نے بیان کیا ہے کہ اس شکست کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے کے خوف سے تین دن تک خاموش پڑے رہے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے کسی کو عرصہ جنگ میں قدم رکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن میدان جنگ سے دُور ایک گردآور کی لڑائی میں

عبدالکریم پرایک کاری بیوزہ پڑ گیا۔ اور زخمی ہونے کے دوسرے دن وہ مر گیا۔ یہ سردار خاص قرطبہ کے لشکر کا سپہ سالار تھا۔ اُس نے بہت دولت حاصل کرنی تھی۔ فقط لڑائی کے ذریعے سے نہیں بلکہ متعدد صوبوں کی حکومت سے بھی۔ اس لیے کہ وہ مختلف اوقات میں قوطیلہ، ہوسکا اور سرقسطہ کا والی رہ چکا تھا۔ لیکن اس سرحدی علاقے میں وہ ایسا مشہور نہ تھا جیسی شہرت اُسے مشرقی اسپین میں حاصل تھی۔

سولہ مین فابرازو عبدالرحمن نے سرحد فرانس پر فوج کشی کی۔ شہر غرونہ اور حوالی تر بونہ پرایک ایسا کامیاب حملہ کیا کہ اُس کے سپاہی بڑی بھاری دولت سے لدے پھندے واپس آئے اور اپنے ساتھ بیشمار قیدی بھی لے گئے۔ ان صوبجات پر تاخت و تاراج کرنے کے بعد وہ موسم سرما اور بارش کے گزر جانیکا انتظار کرتا رہا۔ اور اُس کے بعد سرحد جلیقیہ میں گھسا۔ چنانچہ اسی سال کے موسم بہار میں اُس نے مدینہ ذابورہ کے عیسائیوں پر حملہ کر کے انھیں وہاں سے نکال باہر کیا۔ اور بہت سے اور قلعوں پر بھی اپنے اسلحہ کی قوت سے قبضہ کر لیا۔ ایک ندی کے کنارے کسی عیسائی لشکر سے مقابلہ کر کے انھیں ایک ایسی سخت شکست دی اور اتنی بڑی خونریزی کی کہ اُن کی لاشیں میدانوں میں دوڑ تک پھیلی پڑی تھیں۔ اور جو کثیر التعداد لاشیں دریا میں پھینک دی گئیں انھیں دریا بھی نہ ہالے جاسکا۔ اس ناموری کے بعد عبدالرحمن نے جلیقیہ اور فرانس کے عیسائیوں سے صلح قبول کر لی جس کے بعد کثیر التعداد اسیرون اور بہت سے مال غنیمت کو لیے ہوئے وہ قرطبہ میں واپس آیا۔

سولہ کے آغاز میں علاقہ قرطبی اور سرزمین تورور کے بعض شہروں میں ایک فورش ہوئی۔ اور وہاں لوگ اپنے قاعدوں کی مخالفت پر اٹھ کھڑے

ہوے تھے۔ لیکن یہ شور شین تھوڑے ہی زمانے میں دبا دی گئیں۔ اور باغی سرداروں کا فساد دور کر دینے کے بعد اُن کے سرغناؤن کے سرقرطبہ میں بھیجے گئے۔ اسی سال کے ختم پر یا سال مابعد کے شروع میں شہر تدیر میں وہاں کے قاضی فضل بن عامر بن راضی الکنافی متوطن قیقتہ نے انتقال کیا جو ایک مدت دراز سے امارت اور نیک نفسی کے لحاظ سے بڑے نامور تھے۔ اور ابوالعافیہ کے لقب سے مشہور تھے۔ بادشاہ الحکم اُن کی بڑی عزت کرتا تھا۔ چنانچہ اُن کے انتقال سے اُسے بڑا صدمہ ہوا۔ اُن قاضی صاحب کا ایک فرزند تھا جو اپنے باپ کا ہم نام تھا۔ اور اُن کی جائداد کے ساتھ اُن کی خوبیوں راستبازیوں اور اُن کے علم و فضل کا بھی وارث ہوا تھا۔ بادشاہ نے بھی اُسے اُن مرحوم کا جانشین تسلیم کر کے قاضی تدیر بنا دیا۔

۱۹۹ھ میں شہر قرطبہ میں زیادہ می نے بھی جو اسبلون کے لقب سے مشہور تھے انتقال کیا۔ یہ پہلے فقیہ اور پیشواے امت تھے جنھوں نے اسپین میں امام مالک بن انس کی فقہ کی تعلیم دی۔ کیونکہ اُن سے پیشتر اُس سرزمین کے علما امام اوزاعی کی فقہ کے متبع تھے۔ لیکن اُن کے زمانہ وفات میں مورخین مختلف ہیں۔ ہتون کا بیان ہے کہ انھوں نے ۱۹۵ھ میں انتقال کیا ہے خلاف اس کے اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ ۲۰۲ھ تک زندہ تھے ان کے سامنے مختلف معزز خدمتیں اور عہدے مثلاً خدمت قضا وغیرہ پیش کی گئیں مگر انھوں نے کسی کو نہ قبول کیا۔ وہ بڑے فاضل بزرگ تھے اور عدالت گزینی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اسی ۱۹۹ھ میں قاضی القضاۃ قرطبہ فرج بن کنانہ بن نصیر السدونی نے بھی جو سندونیہ کے رہنے والے تھے انتقال فرمایا۔ انھیں عدالت گستری کی ایسی دھن تھی کہ اُن کے انتقال کا لوگوں کو عام

طور پر صدمہ ہوا۔

چھتیسواں باب

شاہزادہ عبدالرحمن کی بیعت اور حوالی قریبہ میں لڑائی
اب ملک کی حکومت اور حکمرانی کی شہرت زیادہ تر شاہزادہ عبدالرحمن
کی ذات سے وابستہ تھی۔ لہذا بادشاہ الحکم نے معزز دالیون۔ وزیر وں۔
قائد وں۔ مسترد وں اور مشیروں کو جمع کر کے سرور باظاہر کیا کہ یہی فرد مند میرا
ولیعہد اور وارث تاج و تخت ہے۔ سب سے پہلے جس نے اُس کے ہاتھ پر
بیعت ولی عہدی کی خود بادشاہ کے چچا زاد بھائی شاہزادگان آسفاح اور
قاسم تھے۔ اُن کے بعد حاجب اور قاضی القضاۃ نے بیعت کی۔ پھر دوسرے
دالیون اور مشیروں نے قریبہ میں یہ دن ایک بہت ہی خاص اور دلون پر
افروڈالنے والا دن تھا۔ رسوم ولی عہدی بڑی شان و شوکت سے عمل میں
آئے۔ اب ملک میں کوئی لڑائی نہ تھی بجز اُس کے جو عیسائیوں کے مقابلے
میں اکثر ہاکرتی اور وہ بھی فقط سرحد کے قائم رکھنے کے لیے ہوتی نہ فتح کے
خیال سے یا اس شوق میں کہ سلطنت کے حدود بڑھائے جائیں۔ مگر اس کی
امید بہت کم تھی کہ اُن سرحدی ملکوں سے کوئی بڑی دولت حاصل ہو سکے گی۔
اس لیے عیسائی اکثر ہاڑی قلاش۔ تجارت سے نا آشنا۔ اور اعلیٰ فنون سے
بالکل ناواقف تھے۔ ۲۰۲ھ میں اسپین کے جہازوں نے جزائر آسے بٹا
یہ سورتہ اور سارڈینیہ پر حملہ کیا۔

اب یہ دیکھ کے کہ سلطنت کے اندرونی و بیرونی اضلاع میں سب جگہ امن امان

۵۷ یعنی جزیرہ ایویا۔ (کاتھی)

قائم ہو۔ بادشاہ الحکم کبھی شاذ و نادر ہی اپنے قصر سے باہر نکلتا تھا۔ وہ اپنے
لوڈی غلاموں کے ساتھ اپنے باغوں میں زندگی بسر کرتا۔ اُس کی کنیزوں
میں بہت سی ایسی تھیں جو بہت ہی اچھی مغینہ تھیں۔ اور مختلف باجون کو
بڑے کمال کے ساتھ بجاتی تھیں۔ اسی قدر نہیں اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
گو یا الحکم کو اپنا بادشاہ ہونا فقط اسی وقت یاد آجاتا ہے جب اُسے خوزیری
کی پیاس بجھانا ہوتی ہے۔ جو چیز اُس کے مزاج میں بچپن سے موجود تھی۔
ایسی خوزیریوں کے موقع بہت کثرت سے پیش آئے تھے۔ اس لیے کہ
چند ہی ایسے دن گزرے ہوں گے جن میں اُس نے کسی کی نسبت قتل کا
حکم نہ جاری کیا ہو۔ یہ بات آخر میں بیان تک بڑھ گئی کہ ہر قسم کے جرائم کی
سزا وہ قتل ہی دیتا تھا۔ بادشاہ کی ایک جلوس کی فوج تھی جس میں پانچ ہزار
ہوان تھے۔ اُن پانچ ہزار میں سے تین ہزار اندلس کے مزار بنی تھے باقی
دو ہزار اسکلیوینا والے تھے۔ اس فوج کے علاوہ اس کے محل میں
ایک بڑی بھاری تعداد خواجہ سراؤں کی تھی۔ جلوس کے سپاہیوں کے
لیے تنخواہ کی حیثیت سے اُس نے ایک رقم مقرر کر دی تھی اور اس رقم کے
حاصل کرنے کے لیے بعض قسم کی خاص تاجرانہ اشیا کے مداخل پر ایکسینا
محصول لگادیا تھا یعنی شہر میں لائے وقت پھاٹک پر محصول لیا جاتا۔ چند
باغیانہ خیال والوں نے ابتداء اس نئے غیر معمولی محصول کے ادا کرنے سے انکار
کیا۔ اور اس محصول کے وصول کرنے کے لیے جو عمدہ دارامور تھے اُن سے
بدسلوکی کی اس کے پاداش میں دس تاجر قید کر لیے گئے جس کی وجہ سے
ایک بڑی بے اطمینانی اور شورش شہر کے پھاٹکوں کے قریب پیدا ہو گئی تھی
لوگوں نے چلا چلا کے شکایت ہی نہیں کرنا شروع کی بلکہ سب لوگوں میں

اس نئے محصول کے تعلق بے انتہا سرگوشیاں ہونے لگیں۔ اور بادشاہ کو رعایا کا اعتبار نہ باقی رہنے کی شکایت اور اس سے ناراضی پیدا ہوئی اور اس کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ الحکم نے اتنا بڑا باڈی گارڈ مقرر کیا جس سے سارا محل بھرا ہوا تھا۔ یہ ایسی چیز تھی جو نہ اس کے باپ کے وقت میں ہوئی تھی نہ دادا کے وقت میں۔ اُن کے نزدیک اس بارے میں یہ عذر بھی نہ کافی تھا کہ اس فوج سے بادشاہ کو نئی نئی دغا بازیوں سازشوں اور روز راز کے خطروں سے نجات مل جائے گی۔

بادشاہ ان چرچوں سے بخوبی واقف۔ اور اسے اس بات کا بھی یقین تھا کہ میرے اور کسی شہر کی آبادی کے فیما بین کسی واسطے کے ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگ اپنی سلامتی میں غیر مطمئن نہ رہیں گے تو وہ دوسروں کو بھی خطرے میں مبتلا کرنا چاہیں گے۔ اور اگر انھیں اپنے مالک کا خوف نہ باقی ہے تو ان کو اچھی طرح دھمکایا اور ڈرایا جانا چاہیے۔ بہر حال اس کی پالیسی تھی کہ جب تمام لوگوں کے دلوں میں دہشت پیدا ہو جائے تو تم بخوبی انھیں اپنی مرضی پر چلا سکتے ہو۔ بغیر کسی اندیشے کے ان پر حکومت کی جا سکتی ہے۔ اور وہ دم بھڑکنے سے روک دیے جاسکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ رعایا کو اگر حقوق دیے بھی جائیں تو لازم ہے کہ وہ باؤمان کے اور نامناسب نرمی سے نہ دیے جائیں۔

الحکم کے دل میں یہ خیالات تھے۔ لہذا جب اس کو اطلاع ہوئی کہ اس کے اس حکم کی تعمیل میں جو مذکورہ دس تاجروں کے متعلق تھا مزاحمت کی گئی تو اپنی عہدہ ترغ نے بیان اس خیال کو نہایت عجیبہ طریقے سے ادا کیا جو خوب کو بوضاحت نظر آسکتا ہے کہ یہ منور کس قدر صحیح ہے کہ آفتاب کے نیچے کوئی چیز تپتی نہیں۔ خود ہمارے ہی زمانے کے بہت سے آدمی اسے کرنے والے عقروں کو دیکھ جن کا نام ظاہر کرنے کی مزدورت نہیں (مترجما گریزی)

مصلوب انقبضی کی فطرت کے موافق اُس نے حکم دیا کہ وہ لوگ بلند صلیبون پر لٹکا کے مصلوب کر دیے جائیں۔

یہ واقعہ یون پیش آیا کہ ایک نامبارک چار شنبہ کو جو سنہ ۲۰۲۰ء میں تیسرہ رمضان المبارک کو پڑا تھا جنوبی اطراف قریبہ کے لوگوں کا ایک بڑا غول ان دس مزدوروں کے مصلوب کیے جاتے وقت شہر کے عام چوڑے کے بازار میں جمع تھا کہ شاہی گارڈ کے ایک سپاہی نے دیہاتی لوگوں میں سے ایک کو زخمی کر دیا جو لوگ اُس کے قریب کھڑے ہوئے تھے وہ زور زور سے شور کرتے ہوئے اُس سپاہی پر جا پڑے۔ پھر مار مار کے اُسے ہٹا دیا۔ اور وہ مجبور ہوا کہ شہر کے تھانے میں جا کے پناہ لے جہاں وہ اس حال سے پہنچا کہ وہ تو زخمی اور خون میں تھکا ہوا تھا اور اس کے پیچھے پیچھے شورش کرنے والوں کا ایک غضب آلود مجمع تھا اس مجمع میں شورش ہونے ہی شہر کے تمام لوگوں میں برائی پھیل گئی۔ اور سپاہیوں نے اُن کی شورش و در کرنے کی کوشش کی۔ اُن پر کسانوں نے حملہ کیا اور کئی سپاہیوں کو چاقو بھونک بھونک کے زخمی کر ڈالا۔ آخر یہ شورش بڑھتے بڑھتے خاص القصر یعنی ایوان شہر یاری کے پناہ گون تک پہنچی۔ اور اس بے باک مجمع نے گستاخانہ نعروں اور بدتمیزی کی دھمکوں کے ساتھ خاص القصر پر یورشیں کرنا شروع کر دیں۔

یہ خبر سنتے ہی خود بادشاہ مسلح ہو کے نکلا۔ اگرچہ اس کے بیٹے حاجب اور الفقیہ یوسف بن مطرون نے روکنا چاہا۔ والی ابن عبد الواحد اور دیگر سرداران فوج جو فوراً قصر شاہی میں آ پہنچے تھے انھوں نے بھی حتی الامکان بادشاہ کو محل کے باہر قدم رکھنے سے روکا مگر اس نے کسی کی سماعت نہ کی۔ وہ

۷۷ ایک دوسرا مورخ اس واقعے کی تاریخ بائیسویں بتاتا ہے مگر سید میں سب کو اتفاق ہے (کاٹھی)

فوراً نکل کے اپنے رسالے کے سامنے جا پہنچا اور جو محول سامنے تھا اس پر حملہ کر کے وحشت اور گھبراہٹ کے ساتھ اسی طرف بھاگ دیا بعدھر سے وہ لوگ آئے تھے۔

اس وقت یہاں جو لوگ جمع تھے اُن میں سے اکثر نے تو کوشش کی کہ بھٹ پٹ بھاگ کے اپنے گھروں میں ہو رہیں۔ اور دروازے بند کر لیں۔ لیکن آبادی کا جو حصہ ہنوز سڑکوں پر باقی تھا اس نے فوج کی مزاحمت کی اور ایک اور بے نتیجہ کوشش کی۔ اُن میں سے بہت سے لوگ مارے گئے تین سوزندہ پکڑ لیے گئے۔ اور وہ سب دریا کے کنارے کنارے ایک لمبی قطار میں سویوں پر لٹکا دیے گئے۔ یہ ایک ہولناک منظر تھا جو قرطبہ میں پُل سے لے کے تیل کے سب سے آخری کو لھو تک نظر آ رہا تھا۔

اس اندوہناک واقعے کے دوسرے دن جمہرات کا دن تھا کہ بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ حوالی قرطبہ کے جن جن لوگوں نے شورش کی تھی وہ کلیتہً تباہ کر دیے جائیں۔ یہ کارروائی جنوب کے جانب کے انتہائی حصے سے شروع ہوئی اور ستوا تریں دن تک عام اجازت رہی کہ اُن مقامات کے باشندوں کے مکانات لوٹ لیے جائیں اور سپاہی جس قسم کا تشدد چاہیں کریں۔ چنانچہ انھوں نے جو کچھ اُن مکانون میں ملا بڑی بے رحمی سے لوٹا۔ فقط اتنی روک البتہ کی گئی تھی کہ وہ کسی عورت پر دست درازی نہ کرنے پائیں۔

تین دن کے بعد احکم نے حکم دیا کہ وہ بد نصیب جو مصلوب کیے گئے تھے صلیبوں پر سے اتارے جائیں اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی جو جا بجا مارے پڑے تھے دفن کیے جائیں۔ اسی وقت یہ حکم بھی ہوا کہ چند بقیۃ السیف لوگ جو تباہ شدہ اطراف میں زندہ پزیر گئے تھے ان کی جان بخشی کی جائے۔ مگر اس شرط سے کہ فوراً قرطبہ چھوڑ کے چلے جائیں۔ اس طریقے سے وہ ناشاد لوگ اپنے پیارے

وطنوں کے چھوڑنے اور ادھر ادھر مارے مارے پھرنے پر مجبور ہوئے۔ اور یہ حالت نظر آئی کہ بہت سے لوگ بسٹے مارے تباہی زدہ خانہ بدوشوں کی طرح علاقہ طلیطلہ کے گاؤں میں جا بسے اور بعض کو شہر طلیطلہ کے اندر پناہ مل گئی۔

اس اندوہناک واقعے کے تھوڑے ہی زمانے بعد پندرہ ہزار سے زیادہ مسلمانان اندلس خود ہی جلا وطنی اختیار کر کے ملک برابر میں چلے گئے جن میں سے آٹھ ہزار تو مغربی افریقہ میں رہ گئے اور باقی ماندہ آگے کوچ کر کے مصر میں پہنچے۔

وہ لوگ جو اپنے سفر میں مشرق کی طرف برابر بڑھتے چلے گئے تھے وہ جاتے جاتے اسکندریہ میں پہنچے۔ ان دنوں مشرق میں خلیفہ عبدالمومن الرشید کی خلافت تھی۔ اسکندریہ والوں نے بڑے جوش و خروش سے اُن بے خانمان آفایوں کی مزاحمت کی۔ اور بے انتہا کوشش کی کہ یہ اندلسی آوارہ گرد شہر میں نہ داخل ہونے پائیں۔ لیکن یہ اندلس والے مصیبتیں اٹھاتے اٹھاتے جفاکشی کے عادی ہو گئے تھے قسمت سے لڑنے اور بخت برگشتہ کے حلوں کے برداشت کرنے کی ان میں بخوبی قابلیت پیدا ہو گئی تھی۔ انھوں نے بزورِ فحشیر راستہ نکال لیا اور ایک سخت خوزیزی کے بعد شہر اسکندریہ پر قابض ہو گئے چنانچہ وہ ان کی حکومت بھی ایک متدبہ زمانہ تک انھیں کی مرضی پر چلتی رہی۔ یہاں تک کہ خلیفہ المامون نے عبدالمظاہر کو والی اسکندریہ مقرر کیا۔ اور وہ فوج لے کے آپہنچا تو ان جلاوطنان اندلس کے ساتھ ایک معاہدہ ہو جس کی رو سے انھیں منظور کرنا پڑا کہ بحریوان (مید پٹرے نین سی) کے ایک جزیرے میں جا کے اقامت گزین ہوں وہ جزیرہ ان کو دے دیا گیا۔ اور اُس کے ساتھ

بہت سے شقال سونے کی بھی ایک بڑی بھاری رقم دی گئی اس شرط کے ساتھ کہ وہ شہر اسکندریہ کو خالی کر دیں۔ چنانچہ اسکندریہ چھوڑ کے اس جزیرے میں چلے گئے۔ یہ جزیرہ افریطش (موجودہ کریٹ) تھا جو ان کو دے دیا گیا۔ اور وہ بندرگاہ اسکندریہ سے جہازوں پر سوار ہو کے کریٹ کے سواحل پر پہنچے اور اتر پڑے اس وقت تک اس جزیرے میں بہت کم آبادی تھی۔ یہ جلاوطن باشندگان اندلس اس میں داخل ہوئے تو آدمیوں سے بھر گیا۔ تھوڑے زمانے کے بعد اور بہت سے آوارہ گرد مختلف مقامات عراق و مصر سے آ کے ان میں شامل ہو گئے۔ اور سب سے الگ تھلک رہنے لگے۔

مورخ اودبی (الذہبی؟) بیان کرتا ہے کہ ان جلاوطن اندلیسوں کا سردار ان کی ساری المناک آوارہ گردیوں میں انھیں عمر بن شعیب۔ لقب بہ الغلیث تھا انھیں ابلوط نام حوالی قرطبہ کے ایک گاؤں کا رہنے والا تھا یہی شخص ان کی ساری دشت نوردی میں ان کا سردار رہا تھا۔ سعید بن یونس کا یہ بھی بیان ہے کہ اہل اندلس کی ایک جماعت نے ۲۰۲ھ کے چند ہی سال بعد جزیرہ کریٹ کو فتح کر لیا تھا۔ اور کہتا ہے کہ ان کا سردار اور حاکم جزیرہ عمر بن شعیب تھا جو اپنی ذمہ داریاں اپنے بیٹوں کے سر چھوڑ گیا۔ اپنے بیان میں وہ یہ بھی اضافہ کرتا ہے کہ وہ لوگ جزیرہ مذکور پر قابض رہے اور اپنی اولاد کو اپنا جانشین چھوڑ گئے۔ یہاں تک کہ عبد العزیز بن عمر بن شعیب کے زمانے میں اس جزیرے کو شاہ یونان آرمیلوس بن قسطنطین نے فتح کر لیا۔

یہی واقعات حمیدی نے بردایت محمد بن ہشام بیان کیے ہیں جو اتنا اور بتاتا ہے کہ اس طریقے سے جواہل اندلس کریٹ میں جا کے بسے تھے ان کے پاس بیس جہاز تھے۔ جن کے ذریعے سے وہ آس پاس کے

جزیروں اور نجرینوں کے تمام مقامات پر حملے کیا کرتے تھے۔ اور جہاں اُن کا زور چل جاتا سخت بے رحمی سے لوگوں کے مکانات کو لوٹ لیا کرتے وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اُن لوگوں کو چونکہ ہمیشہ اپنا پیارا وطن یاد آیا کرتا تھا اور جن مشیوار نعمتوں سے وہ اندلس میں لطف اٹھایا کرتے تھے اُن کو یاد کر کے انھیں تکلیف ہو ا کرتی۔ یہ دیکھ کے اُن کے سردار نے اپنے جہازوں کے بیڑے کو جلا دیا اور اس کے بعد لوگوں نے تنہائی و جلا وطنی کی شکایت کی اور اپنا دکھ دلا دیا تو اس نے کہا سرزمین اندلس میں تم نے جو جو مصیبتیں اٹھائی ہیں اُن کو یاد کرو۔ اور خیال کرو کہ جس وطن کے لیے تم رو رہے ہو اس میں اسی مصیبتیں تھیں۔ اور اس کے مقابل یہاں اپنے گرد کے زرخیز میدانوں کو دیکھو جن میں اور شہد کی ندیاں بہ رہی ہیں اب تم انھیں کو اپنا وطن خیال کرو۔

اُس مستقل مزاج سپہ سالار نے یہ بھی کہا "اندلس کی حسین رہجینیوں کو اپنے دل سے بھلا دو۔ اور ان کے بجائے اُن خوبصورت حرموں کا خیال کرو جو یہاں تمہارے گھروں میں موجود ہیں۔ یہاں وہ سب سامان جمع ہے جو زندگی کو خوش گوار بناتا ہے تمھوڑے ہی زمانے میں یہاں تمہارے گرد ایک نئی نسل پیدا ہو جائے گی جو تمہاری زندگی کے لیے باعث تسلی ہوگی۔"

ان نصیحتوں کا بڑا اثر ہوا۔ یہ جلا وطن لوگ پہلے شہرِ سُدوہ میں آباد ہوئے اور چند روز بعد اُنھوں نے شہرِ کنڈرش (کانیہ) کی بنیاد ڈالی جو جزیروں مذکور کے شرقی کنارے پر۔ ان واقعات کے اختتام پر حمیدی بیان کرتا ہے کہ جو جلا وطن قرطبہ سے نکل گئے تھے ان کی قیمت کا یہ انجام ہوا۔

بادشاہ الحکم کے بے روک غصہ اور ماقبت اندیشی کی سختیوں کے باعث دارالسلطنت قرطبہ میں بیس ہزار سے زیادہ آدمی تباہ ویران کر دیے گئے۔

یا جلا وطن ہو گئے۔ اور اس نمایان کی کو قریبہ کے نہایت پر جوش اور سود مند باشندوں نے محسوس کیا۔ اسی سلسلے میں الحکم کے ہاتھوں مراکش کے شہر فاس میں کچھ ہزار غاندانوں کی نئی آبادی اضافہ ہو گئی اور بادشاہ ادریس نے اُن لوگوں کو اپنے شہر کا دوحصہ کلیتہً دے دیا جو محلہ اندلسیین کہلاتا تھا کیونکہ اس میں پہلے پہل ہی لوگ جا کے آباد ہوئے تھے۔

الحکم کو فقط اتنے ہی پراطمینان نہیں ہوا کہ حوالی قریبہ کے جن مقامات کے لوگوں نے مرتبائی کی تھی انھیں کلیتہً تباہ کر دے بلکہ انھیں تباہ و سار کرنے کے بعد اپنے بیٹے اور اپنے تمام جانشینوں کو اس مضمون کی وصیت کر گیا کہ یہ مقام پھر کبھی نہ آباد ہونے پاوے ہمیشہ اجاڑ پڑا رہے۔ اور کبھی کسی کا مکان نہ نظر آئے۔ جن سے خادمان الحکم کو نقصان پہنچے۔ اس واقعے اور اس تباہی کی وجہ سے جو حکم کے ہاتھوں سے ہوئی وہ الحکم البیہی کے اقب سے مشہور ہوا یعنی ربضہ (حوالی شہر) والا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی سخت اور خفا جو طبیعت کی وجہ سے لوگ اُسے ابو العاصی کہنے لگے۔

سینتیسواں باب

مرصد کا سرکہ۔ سمندر کی لڑائی اور الحکم کی وفات۔
 ۲۰۳ھ اور اس کے بعد والے برس میں شاہزادہ عبد الرحمن جلیقیہ میں داخل ہوا۔ اور لشکر مریدہ کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر کے اہل جلیقیہ پر حملے کیے۔ اس کے لشکر اور عیسائیوں کے درمیان بہت سی لڑائیاں ہوئیں جن میں ہمیشہ عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ مگر یہ لڑائیاں بجائے خود بہت ہی کم اہمیت

رکھتی تھیں۔ وہاں سے کوچ کر کے شاہزادہ مذکور سرحد میں داخل ہوا جہاں پہنچتے ہی اُس نے اُن تاققوں اور یورشوں کا خاتمہ کر دیا جو اُن سرحدی سیحون کی شورش سے ہمیشہ جاری رہا کرتی تھیں۔ مگر سترہمین شاہزادہ مذکور کو مجبوراً قرطبہ میں اُس آنا پڑا اس لیے کہ اپنے باپ کا وزیر داخلہ یا وزیر جنگ جو کچھ تھا وہی تھا۔

دارالسلطنت کی طرف واپس جاتے وقت عبدالرحمن نے شہر طراغونہ میں پڑاؤ ڈالا۔ جہاں سے اسپین کے جنگی جہازوں میں سے چند جہازوں کو اُس نے روانہ کیا کہ جزیرہ سارڈینیہ (سر دانیہ) پر جا کے حملہ کریں جہاں یہ مسلمان بحری فوج عیسائیوں سے لڑتی تھی۔ سیحون کے بڑے میں جو کہ جزیرہ مذکور کے سامنے لنگر انداز تھا آگ لگا دی۔ اور اُن کے آٹھ جہاز چھین لیے۔ یہ کارروائی کر کے قیحاب اندلسی بیڑا ساحل اسپین پر واپس آیا۔

مورخ ابن جیان بروایت ابو بکر ابن القوطیہ بیان کرتا ہے کہ اسی زمانے میں اس ظالمانہ خونریزی اور تباہی کے بعد جو بادشاہ الحکم کے ہاتھ سے اپنے دارالسلطنت کے جنوبی اطراف میں ہوئی تھی وہ ایک لاعلاج تالینجی یا مین مبتلا ہو گیا تھا اور اس کی روح پر ایک بار رہنے لگا۔ چہرے کی رونق جاتی رہی۔ کمزور اور لاغر ہو گیا۔ اور اسی کوفت سے جو ہر وقت قائم رہتی اُسے اکثر بخار ہو آتا۔ اور بخار کی حالت میں وہ اعتراف کرنے لگتا کہ اُس خونریزی کی تصویر اس گھڑی میری آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے۔ اُسے نظر آتا کہ جیسے مصیبت زدہ لوگ ہتھیار بند قانون کے سامنے بیگی سے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں ہتھیاروں کے چلنے کی آوازیں اُس کے کانوں میں آرہی ہیں۔ لڑنے والوں کی چغیں زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں۔ نالہ و فریاد کی صدائیں۔ اور اُن میں ملی ہوئی مرنے والوں کی ٹھنڈی سانسیں جن پر ہڑاتیں آتا وہ سن رہا ہے۔ بہر حال کوئی خفیف ساجزئی واقعہ بھی نہیں گزرا تھا جو

پیش نظر نہ ہو جاتا ہو۔ الفرض جب وہ اپنے عالی شان ایران شہر یاری کے عظیم الشان دیوان خانوں اور کوٹھنوں پر گزرتا تو وہی منظر ہر گھڑی اُس کی آنکھوں کے سامنے رہتا۔ اور یہ آوازیں تھیں جو نغمہ و سرود کی آوازوں کے عوض اب بادشاہ کے کانون میں ہر وقت گونجا کر تیں۔ بارہا ایسا اتفاق ہوتا کہ وہ اپنے نوکروں اور خاتونان حرم کو آواز دے کے بلاتا کہ رات کے سنائے میں میرے ساتھ رہو۔ اور اگر کبھی کوئی نازنین حرم سوتی ہوتی۔ اور اس وقت بلائی جائے تو اُسے حاضر ہونے میں ذرا بھی دیر ہوتی تو بادشاہ کو ایسا غصہ آجاتا جسے وہ ضبط نہ کر سکتا۔

کتب تیاری میں مذکور ہر کہ ایک رات کو اُس نے اپنے ایک خادم یقینلو کو آواز دی جس کے ذمے یہ خدمت تھی کہ اعلیٰ درجے کا خوشبودار تیل آتک کی لمبی اور گھنی ڈاڑھی میں لگایا کرتا۔ یقینلو نے آواز تو سنی لیکن یہ نہیں سمجھا کہ مجھے بلایا ہوا کسی اور کو اس لیے انتظار کرنے لگا کہ دوبارہ آواز آئے تو جاؤں اتنے میں بادشاہ پھر بہت ہی زور سے اور گلا پھاڑ کے چلایا اور کہا کجخت تجھ پر کیا آفت آئی ہے جو نہیں آتا؟

یہ آواز سنتے ہی یقینلو سہما ہوا دوڑا۔ اور کانپتا ہوا تھرتھراتا جا کے بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا۔ بادشاہ نے تیل کی شیشی چھین کے اس زور سے اُس کے سر پر دے ماری کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

خادم نے زخمی ہو کے نہایت عاجز می سے اتنا عرض کیا کہ خداوند بھلا ڈاڑھی میں تیل لگانے کا یہ کون سا وقت ہے؟، حکمرانے کہا یقینلو! تو اس کی فکر نہ کر۔ اب ہمارے ڈاڑھیوں کے لیے تیل کی کبھی کمی نہ ہوگی۔ نہ تیرے لیے اور نہ میرے لیے۔ چاہے تو کیسا ہی اچھا تیل لگائے اور اس کے استعمال میں کیسی ہی فتنو خرچی

عہ یہ غالباً اندلس کا کسی نام ہو۔ (ترجمہ اردو)

کرے۔ محض اس لیے کہ میں نے بہت کثرت سے سرکاٹ ڈالے ہیں۔ اور تیل کی کمی نہیں ہو سکتی۔

بادشاہ اکثر اوقات دربار کے قاضیوں اور وزیروں کو اس شان سے بلواتا کہ گویا کوئی بہت ہی اہم معاملہ پیش ہو مگر یہ طلبی بالکل بے وقت ہوتی۔ اور اکثر آدمی رات کو۔ پھر جب وہ سب نہایت ادب اور تعلیم سے حاضر ہو جاتے تو الحکم اپنی چھو کرین کو ان کے سامنے بلوا کے حکم دیتا کہ گاؤ بجاؤ اور جب تھوڑی دیر تک ان کا جوڑی ہو جاتا دربار خاست کر کے قاضیوں اور مشیروں کو واپسی کی اجازت دیتا۔ گویا فقط اسی غرض کے لیے وہ بلائے گئے تھے۔ اکثر یہ بھی ہوا کہ شیوخ اور سپہ سالاروں کو حکم ہوا کہ لشکر جمع کرو۔ اُن میں اسلحہ اور گھوڑے تقسیم کر دیتا۔ اور سب خیال کرتے کہ کسی مہم پر نوجوانے والی ہو۔ مگر جب سب تیار یاں ہو چکے تین تو اُن کے ہتھیار کھو دیتا اور کتا بجاؤ اپنے گھر جاؤ۔

اسی مایہ نوا اور تکلیف کی حالت میں بادشاہ الحکم بن ہشام نے متعدد نظمیں کہیں جن میں سے اکثر ایسی ہیں کہ اُن میں خوب خیال آفرینی کی گئی ہو اور اس قابل ہیں کہ محفوظ رکھی جائیں۔ چنانچہ اس کے بیٹے عبدالرحمن کا داروغہ ارباب نشاط ابوالحسن بن صالح اکشران بندوں کو اس کے سامنے گایا کرتا۔ الحکم کی نظموں میں سے یہ بھی ہیں جو اس کی لیاقت اور قابلیت کے درجے سے گری ہوئی نہیں ہیں۔

تلوار؟ عظیم الشان تلوار؟

اُس کی قوت پست گھائیوں کو پاٹ کے بلند کرتی

اور انھیں پاٹے پاٹے آسمان تک پہنچا دے سکتی ہے۔

تلوار؟ آبدار تلوار؟

الحکم کے اس مرض اور مزاجی تغیر کا ذکر مشرقی مصنفوں نے نہیں کیا ہے۔ (مترجم اردو)

میں پہاڑ کی چوٹی پر بہادری سے چڑھ جاتا ہوں
 اس لیے کہ میری تلوار کی دھارا انہیں پست کر دیتی ہے۔
 جاؤ پوچھو میری وسیع سلطنت کی دور و دراز سرحدوں سے
 کہ کسی جگہ بھی دشمن
 اپنے فولادی اسلحہ کو حرکت دینے کی جرأت کر سکتا ہے پوچھو کہ بجز خاموش
 چشمہ آفتاب کی کرنوں کے
 کسی جگہ کوئی اور چمک بھی نظر آتی ہے؟
 پوچھو کہ کسی شے والے کے کانوں میں آبشاروں کی نرم آواز کے سوا
 اور کوئی آواز بھی گونج سکتی ہے؟
 کون آبشار ہے جو چٹانوں سے ناحق ہوئی اترتی اور آہستہ آہستہ نیچے اترتی چلی جاتی ہیں
 تاکہ سبز خوابیدہ جو نیچے آرام کر رہا ہے ان سے سیراب ہو
 جاؤ میری سرحدوں سے پوچھو! ان پوچھو!
 کس نامور کا نام تم سنو گے؟
 کس کا نیزہ دشمن کے دل میں اتر گیا؟
 لڑائی میں آگے۔ ہمیشہ سب کے آگے!
 ہمیشہ پہلے۔ واہ! کیا خوب ہے برق جہاں کی چمک!
 کس کی عمر نے جوش و خروش کی مسلسل لڑائیوں میں نشو و نما پایا۔
 کس کے بچپن کے گالوں کی زنگت کو عرصہ جنگ نے پختہ کیا؟ اور کس کی
 نا تجربہ کاری کی سادی آنکھوں میں آتش جنگ کی گرمی نے مسانت پیدا کی؟
 میرے سوا کسی کی نہیں! میں نے اپنے لوگوں کو بھایا!

عہد کا بیڑی کے بیان کے مطابق بیان بادشاہ اپنے عہد کی خوشنویس کی گزارش دے کر آج بھی وہ اکثر غالب آیا تھا (ترجمہ گریز)

میں ہی ان کے دلون میں استقلال پیدا کرتا رہا !
میں نے ہی سب کو پناہ دی۔ اور میں نے ہی ذلیل کرنے والی دہشتوں سے
اُن کو محفوظ رکھا۔

لیکن جہان میں نہ ہوا دہشت اور خوف سے سابقہ پڑ گیا۔
بزدل بھاگنے لگے۔ اور انجام میں انھیں شرمناک موت نصیب ہوئی۔

جام ! اور قاتل جام
میں نے دشمن کے ہونٹ سے لگا ہی دیا۔ اور وہ جرحہ اور غوانی
اُس کے حلق سے اُتار ہی کے چھوڑا۔ مگر افسوس !
اب میرے بازو کا وہ زور و شور کم ہو گیا۔ لیکن مجھے اس کا ملزم نہیں ٹھہرایا جاسکتا
اس لیے کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں اپنی مہین پوری کر چکا۔
اور اب تمھاری عظمت کے کارناموں کو دیکھتا اور اُن کا معترف ہوں۔
لیکن خود اُن میں شریک ہونا نہیں چاہتا۔

۲۰۰ء کے خاتمہ پر بادشاہ کا یہ مانگو لیا۔ اور بخار بہت بڑھ گیا۔ اور خود اپنے نظام کے غلاب
میں مبتلا ہو کے بڑی تکلیفوں سے اُسے جان دی ناز و فخر اور نظر کے درمیان اُسکی وفات ہوئی
اور بعض مصنفین کہتے ہیں کہ نظر و مغرب کے درمیان غرض جمعات کا دن تھا اور ماہ الحجہ
کے ختم ہونے کو چار دن باقی تھے کہ الحکم کی چھبیس برس اور دس مہینہ کی پُر شور سلطنت
دنیا سے رخصت ہو گئی۔ مہین اس خدا کی حمد کرنا چاہیے جسکی سلطنت ابدی اور غیر متغیر ہے۔

اڑھتیسواں باب

عبدالرحمن بن الحکم کی سلطنت اور اس کے باپ کے چچا عبداللہ کی شورش
ماہ الحجہ کی اسی جمعات کو جس دن بادشاہ الحکم جو ار رحمت میں گیا۔

اُس کا خازنہ شان و شوکت کے ساتھ آغوشِ لحد کے سپرد ہوا۔ اور اس کے بیٹے عبد الرحمن کے شاہِ قلمیہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ عبد الرحمن کی عمر اُس وقت اکتیس سال تین مہینے اور چھ دن کی تھی جس مان کے بطن سے وہ پیدا ہوا اُس کا نام حلوٰ تھا۔ وہ کشیدہ فطرتِ ثورہ اور نہایت ہی خوش مزاج خاتون تھی۔ اس نے تاجدار کو اس شجاعت و استقامت کی بدلت جس سے اس نے اپنے باپ کے حدودِ قلم کی حمایت کی تھی انکو برقرار رکھا تھا۔ دشمن کو پامال اور باغیوں کو مغلوب کیا تھا باپ کی زندگی ہی میں ابوالمظفر کا خطاب مل چکا تھا عبد الرحمن لڑائی میں صابر اور پامرد تھا مضبوط اور سخت جفاکش کو ہستاینوں سے ان کے دشتِ ناک پہاڑوں میں جا کے لڑانا اور انھیں مغلوب کرنا اگرچہ بڑا دشوار تھا مگر اس کے چشم و ابرو پر میل نہ آتا ساتھ ہی وہ اس کے زمانے میں نیک اور فیاض تھا۔ یہ بادشاہ محتاجوں کا والی تھا۔ منجملہ اس کے دیگر اعلیٰ صفات کے ایک یہ صفت بھی تھی کہ وہ بڑا صاحبِ علم تھا۔ اُس کی تحریر میں لطیف معنی افزہ ہوتی اور ایسی نطینِ کتا جو فنِ عروض کی تمام خوبیوں سے لبریز ہوتی تھیں۔ کھلتی ہوئی گندم گون رنگت نے اس کے چہرے کی وجہاً بڑھادی تھی۔ اس کی ڈاڑھی جس میں خوب تیل لگا رہتا لمبی لکھنی اور خوبصورت تھی۔ اس بادشاہ نے اسپین کی اسلامی سلطنت کی وقعتِ انتہا کو پہنچا دی اور شان و شوکت اور عالی و داعی میں اپنے تمام سابق بادشاہوں کے ستارہ اقبال کو ماند کر دیا۔ عبد الرحمن نے شاہی باڈی گارڈ میں ایک ہزار افریقی سوار اور بڑھادیے اور یہ دیکھ کے وہ نہایت سرور ہوتا کہ اس گروہ کے ہتھیار اور گھوڑے نہایت ہی اعلیٰ درجے کے تھے۔

جب تلخہ میں عبد الرحمن بن معاویہ کے بیٹے عبد اللہ کو خبر پہنچی کہ اُس کا بھتیجا الحکم دینا سے رخصت ہو گیا تو فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ بڑھاپے کی برف نے ابھی تک اس کے دل میں حوصلہ مندگی کی آگ ٹھنڈی نہیں کی تھی۔ بیٹوں کی مدد پر بھروسہ کر کے وہ ایک معتد بہ فوج کے ساتھ آہنا سے جبرالٹر سے اتر آیا اور اپنی لشکر گاہ میں اور اُن

شہر وین جن میں مزاحمت کی طاقت نہ تھی اپنے آپ کو بادشاہ اسپین مشہور کر دیا۔
 شاہ عبدالرحمن کو دوا کے اس نقل و حرکت کی اطلاع ملی تو اپنے سواروں کو
 لے کے مقابلے کے لیے بڑھا۔ اور کئی میدانوں میں عبدالمد کی فوج کو شکستیں دیں۔
 اور اس قدر مجبور کر دیا کہ ارض تدمیر سے ہو کے اُس نے شہر بکنسیہ میں پناہ لی۔ وہاں
 بھی متعدد لڑائیوں کے بعد جن میں ہمیشہ قسمت نے اُس سے مخالفت کی وہ سن رسیدہ
 شاہزادہ مجبور ہوا کہ شہر کے پھاٹک بند کر لے اور قلعہ بند ہو کے بیٹھ رہے۔ یہ دیکھ کے
 عبدالرحمن شہر کے سامنے اُتر پڑا۔ اور ول میں ٹھان لی کہ محاصرہ اٹھانے سے پہلے
 ہی اُس ہم کا خاتمہ کر دے۔

اس اثنا میں عبدالمد کے دونوں بیٹے شاہی خیمہ میں حاضر ہوئے تاکہ بادشاہ
 کی خدمت میں اپنے باپ کی سفارش کریں اور عذر خواہی کر کے بادشاہ کو جس کی
 ناراضی بالکل بجا تھی مناسب فرمایا۔ پر آمادہ کریں۔ شاہ عبدالرحمن کی خلقی رحمدلی اور
 فیاضی سے اُن کو اپنا مقصد حاصل کرنے میں نہایت آسانی ہوئی۔ بادشاہ نہایت
 مہربانی سے پیش آیا اور اُن کے باپ کے تعلق خدا نے بھی ان نیک ارادوں میں
 اُن کی مدد کی۔

اس زمانے میں عبدالمد نے بھی انتظام کر لیا تھا کہ خاص قریبہ کی فوج پر حملہ
 کرے۔ چنانچہ ایک جماعت کو اُس نے اپنے لوگوں سے کہا ”دوستو۔ اور رفیقو۔ کل جمعہ
 کو ہم نادپڑھیں گے۔ اور خدا نے چاہا تو اُس کی مدد سے انشاء اللہ ہر سون ہفتے
 روز یہاں سے روانہ ہوں گے کہ دشمن کے مقابلے میں اپنے حق کی حفاظت کریں۔“
 جمعہ کا دن آیا۔ اور اُس کے ہمراہی مسجد باب مرتقا یا باب تدمیر میں جمع ہوئے۔
 عبدالمد نے خود خطبہ پڑھا اور آخر میں یہ الفاظ کہے ”ہمارے دوستو اور رفیقو ہمراہیو
 خدا تم پر رحم کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں خداوند تعالیٰ کی مرضی دریافت کرنی چاہیے

تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون راستہ اختیار کریں۔ اور کس کی طرف داری کریں۔ اس کے
 سوا ہماری کچھ خواہش نہیں رہے کہ اپنے آپ کو اسکی مرضی پر چھوڑ دیں۔ پھر اُس محسّر
 شہزادے نے اپنے ہاتھ اور اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھائیں اور کہا
 یا پاک پروردگار! اگر میری خواہش انصاف اور نیکی پر مبنی ہو اور اگر اس ملک کے تخت و
 تاج پر میرا حق بہ نسبت میرے باپ کے پوتے کے زیادہ ہو تو تو میری مدد کر اور مجھے
 اُس کے مقابلے میں فتح نصیب کر۔ لیکن اگر اُس کا حق بہ نسبت تیرے اس بندے
 کے جو اس وقت تیرے آگے کھڑا دعا مانگ رہا ہو زیادہ ہو تو اُس کی برکت دے
 اور جنگ و جدال کی خونریزی اور اُن مصائب کو قائم نہ رکھ۔ اُس کی قوت و سلطنت
 کی مدد کر۔ اور اُس کی فتح عطا کر! جمد المد کے ہر ایون اور شہر کے عام لوگوں نے
 جو یہ خطبہ سُن رہے تھے اس دعا پر آمین کہی۔

ناگمان چین اس وقت ایک برف کی سی ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہوئی جیسی کہ
 ان ملک میں کبھی نہیں دیکھی گئی تھی۔ اُس ہوائے سب پر ایک خاص اثر پیدا کیا۔
 اور نتیجہ ہوا کہ جمد المد خطبہ ختم کرتے ہی بیہوش ہو کے زمین پر گر پڑا اور بڑی دیر تک
 اُسی حالت میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ لوگ اُسے محل میں اُٹھائے گئے۔ اور نہ ساز
 اُس کی عدم موجودگی میں ختم کی گئی۔ جمد المد کی زبان اس واقعے کے بعد کئی دن تک
 بند رہی۔ مگر خدا کی قدرت کہ کئی روز بعد اُس میں پھر گویائی کی طاقت پیدا ہوئی اور
 اُس نے کہا ”خدا نے ہی اس معاملے کا فیصلہ کر دیا۔ اور اُس نے مجھے اس ہم کے
 جاری رکھنے سے باز رکھا جو اُس کی مرضی کے خلاف تھی“ پھر اُس نے ایک وزیر کو بھیج
 کے دونوں شہزادوں التراح اور قاسم کو اُن کے فرود گاہ سے اپنے پاس بلا بھیجا
 اور ساتھ ہی بادشاہ جمد الرحمن کی خدمت میں خط لکھا جس میں نہایت صاف دلی
 کے ساتھ اس نے اطاعت قبول کر لی۔ اور اس کے بعد فوراً بادشاہ کے

کے لیے شہر کے پھانگ کھول دیے۔

وزیر نے وہ خطوط عبد اللہ کے بیٹوں کے پاس پہنچا دیے اور بادشاہ کی خدمت میں بھی خط پہنچ گیا۔ السفاح اور قاسم نے بادشاہ سے اجازت حاصل کر کے اُس شہر کی جانب کوچ کیا۔ اور جیسے ہی وزیر نے اُن کے آنے کی خبر اپنے آقا کو پہنچائی تو عبد اللہ اپنے سربراہ اور دہ سرداروں کو ہمراہ لے کے شہر سے نکلا۔ اور اپنے بیٹوں سے ملا۔ پھر یہ پورا اگر وہ شہر میں واپس آئیکے بعد بادشاہ عبد الرحمن کے خیمے کی جانب چلا اس جگہ سوسین فرشتہ زور بڑھا شہزادہ اپنے دونوں بیٹوں کے درمیان میں تھا۔ باقی تمام سردار اور معززین دربار بیچھے تھے۔

بادشاہ کے خیمے کے قریب پہنچ کے السفاح و قاسم گھوڑوں سے اتر پڑے ایک بھائی نے ایک طرف باپ کے گھوڑے کی رکاب پکڑ لی۔ دوسرے بھائی نے دوسری طرف کی رکاب تھامی۔ اور دونوں نے اُسے گھوڑے سے اترنے میں مدد دی اور دونوں شاہزادے باپ کو اتار کے بادشاہ عبد الرحمن کے سامنے لے گئے عبد اللہ نے چاکر برہہ کے بادشاہ کا ہاتھ چوم لے لیکن اُس نے اپنے محترم چاکر روکا اس سے بے تکلیف ہوا۔ پھر اُس کے ساتھ بڑی محبت اور تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اس کے بعد سے دونوں میں ہمیشہ صلہ رہی اور پھر کوئی جھگڑا نہیں باقی رہا۔ عبد الرحمن نے اپنے چچا کو جب تک وہ زندہ رہا والی تدبیر رکھا اور وہ بوڑھا شاہزادہ آخر عمر تک وہیں رہا۔ یہاں تک کہ سن ۲۰۰ میں خدا نے اُسے اپنے پاس بلا لیا۔

جو لوگ عبد اللہ کے ہمراہ افریقہ سے آئے تھے اُن میں سے بعض تدبیر میں مقیم ہو گئے اور باقی ملک کو واپس گئے۔ شاہزادہ عبد اللہ کا انتقال مندرجہ بالا واقعات کے ٹھیک دو سال بعد ہوا۔

انتالیسواں باب

بادشاہ عبد الرحمن بن الحکم کی مسم برشلونہ پر اندرونی جھگڑوں اور خانہ جنگیوں سے فارغ ہو کر عبد الرحمن مشرقی اسپین کی سرحد کی جانب متوجہ ہوا۔ اور آمادہ ہوا کہ شہر برشلونہ کا محاصرہ کر لے جو اہل فرانس کے قبضے میں تھا۔ بادشاہ کے لشکر مقدمہ الجیش کا افسر پہ سالار ابن عبد الکریم تھا جس نے محاصرہ شروع ہونے سے پہلے ہی عیسائیوں پر حملہ شروع کیا تھا۔ اور انھیں شکست دے کے مجبور کر دیا تھا کہ شہر کے پھاٹک بند کر کے قلعہ بند ہو جائیں جب بادشاہ عبد الرحمن شہر کے سامنے پہنچا تو بہت سی سخت لڑائیاں ہوئیں اور مسلمان فیصل پر قبضہ کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ عیسائی بھاگ رہے تھے اور شاہی سوار اُن میں نہایت سخت خون ریزی کر رہے تھے۔ بادشاہ عبد الرحمن نے برشلونہ پر قبضہ کرنے کے بعد حکم دیا کہ فیصل شہر کی مرمت کی جائے اس مہم کے بعد وہ شہر آغل کی جانب روانہ ہوا جس پر سیمون کا قبضہ تھا۔ خوش اقبالی نے وہاں بھی اُس کا ساتھ دیا۔ وہ مقام اور کئی اور شہر جو دشمن کے قبضے میں تھے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ عیسائی فوجیں اُن ہاڑی قلعوں میں بھاگ گئیں جو اس کو ہمار کی دایوں میں بنائے گئے تھے جن کے دشوار گزار راستوں کی وجہ سے انہیں بچاؤ کی بڑی امیدیں تھیں۔ اور جاڑوں کے شروع ہوجانے سے اس کو ہستان میں انھیں بہت اچھی پناہ مل گئی۔ اس طرح باغیوں کی سرکوبی کر کے اور ملک میں امن و امان قائم کرنے کے بعد بادشاہ قرطبہ میں واپس آیا جہاں بڑے جوش مسرت کے ساتھ اُس کا استقبال کیا گیا۔ یہ خوش اقبالی کی مہم میں پیش آئی۔

دوسرے سال عبد الرحمن ابن معاویہ کے بیٹے امیر عبد اللہ نے شہر تدمیر میں

انتقال کیا۔ اور اس کے بیٹوں السفاح اور قاسم نے عبدالرحمن کو اس کے انتقال کی خبر پہنچانے کے ساتھ اجازت حاصل کی کہ اپنے والد کے کل مال و دولت پر قبضہ کر لیں۔ کہتے ہیں کہ اسپین میں یہ قانون کہ بیٹا اپنے باپ کی کل ملکیت پر قبضہ کرے اور ستونی کی بیوہ کو صرف اُس کا زمرہ اور اُس کی جائیداد میں سے تھوڑی سی رتسم دلائی جائے اسی وقت سے جاری ہوا۔

اسکے علاوہ یہ بھی قرار پایا کہ ہر شخص وصیت کے ذریعہ سے اپنی جائیداد کا ایک تہ حصہ کسی شخص کو عام اس سے کہ وہ اس کے خاندان کا ہو یا کوئی غیر ہو اپنی خوشی سے دے سکتا ہو۔

اسی زمانے میں بادشاہ یونان کی طرف سے ایک نہایت ہی شاندار سفارت قسطنطنیہ سے قرطبہ میں آئی اسکے ساتھ بہت سے خوبصورت گھوڑے تھے جنکے چار جاے اس قدر قیمتی اور شاندار تھے کہ اسپین میں بھی اس سے پہلے نہیں دیکھے گئے تھے سفیرون کا بڑی عزت کے ساتھ استقبال کیا گیا اور قرطبہ میں ان کا داخلہ بڑے کرفر سے ہوا جس کو لوگوں نے بڑے تعجب سے دیکھا۔

بادشاہ عبدالرحمن نے ان ہمانوں کو خاص اپنے قصر میں ٹھہرایا۔ اور وہیں انھوں نے اپنے بادشاہ کے تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔ اپنی مراسلت میں بادشاہ یونان نے عبدالرحمن سے درخواست کی تھی کہ خلفائے بغداد کے مقابلے میں آپ ہمارے دوست ہیں اس لیے کہ وہ ہمارے اور آپ کے

۷۷ یہ مسلمانوں کا شرعی قانون وراثت ہے جو زمل قرآن ہی کے وقت سے اہل اسلام میں جاری تھا۔

یہ ممکن ہے کہ دایان ملک کی جائیداد اسپین میں شاہی جائیداد تصور کی جاتی ہو اور اُس پر دایان کی اولاد کو تصرف کرنے کا حق نہ حاصل ہو۔ مگر عام مسلمانوں کی جائیدادوں کے متعلق غیر ممکن ہے کہ یہ قانون پہلے

سے نہ جاری ہو (مترجم اردو)

دونوں کے دشمن ہیں۔ اور اس سلطنت پر انھوں نے زبردستی قبضہ کر لیا، جو بنی امیہ کے قبضے میں تھی بادشاہ عبد الرحمن نے اس کا نہایت مناسب جواب دیا۔ جو تحایف یونانی سفیر اپنے بادشاہ کی طرف سے لائے تھے اُن کو قبول کیا اور واپسی پر اُن کے ساتھ اپنے ایک سردار والی یحییٰ ابن حکم الغزالی کو جو بڑا قابل شخص تھا دربار یونان میں بھیجا۔ یہ سردار بڑی خوبیوں کا شخص تھا۔ بحری مہموں میں اس نے بڑی ناموری حاصل کی تھی۔ بڑا لائق اور شاعر بدل تھا اور اعلیٰ درجہ کی نظمیں تصنیف کی تھیں اس شخص کو عبد الرحمن نے اپنی طرف سے شاہ یونان کے دربار میں بھیجا۔ اور اس کے ساتھ بہت سے مناسب قیمتی تحفے بھی شاہ یونان کے لیے بھیجے۔ جن میں چند خوبصورت اندلسی گھوڑے تھے۔ قیمتی تلواریں تھیں جو خاص اسپین کی بنی ہوئی تھیں اور اُن پر بہت اعلیٰ درجے کا قیمتی کام بنا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی قیمتی چیزیں تھیں جنکی تفصیل کی چندان ضرورت نہیں۔

چالیستواں باب

سرحد کی مہین اور بادشاہ کے بیٹوں کی تعلیم
 ۲۹۹ مین بادشاہ عبد الرحمن نے عبید اللہ کو جو عبد اللہ کا بیٹا اور
 الکساح اور قاسم کا بھائی تھا سرحد ہون یعنی شمالی اسپین میں بھیجا جہاں عیسائیوں
 نے پھر بغاوت شروع کر دی تھی۔ یہ عبید اللہ قائد السوئیٹ یعنی نیزہ بازوں کا افسر
 تھا۔ اسے بادشاہ نے شمالی سرحد کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ان جاگے اسن واماں
 قائم کرے۔

اب بادشاہ عبد الرحمن کے بیٹوں آہان اور عثمان کی تعلیم کا زمانہ آ گیا تھا۔
 اور انھوں نے تعلیم میں ایسی لیاقت ظاہر کی تھی کہ بادشاہ نے اُن کی ترقی پر بڑی

خوشی ظاہر کی۔ ان دونوں بیٹوں کی تعلیم بادشاہ نے والی سدونیہ محمد ابن سعید البحری کے سپرد کی تھی جو نہایت ہی شوق اور محنت سے ان نوجوان شاہزادوں کی تعلیم میں مصروف رہا تھا۔ اور ان کی ترقی تعلیم کے ظاہر و نمایاں ہونے کا زیادہ تر یہ سبب ہوا کہ ملک کے اکثر قابل اور لائق لوگ ان شاہزادوں کی صحبت میں جمع ہوتے۔ ان کی استعداد کا اندازہ کرتے اور خود بادشاہ بھی ان مجتہدین میں شریک ہو کے اور ان کی بحث سُن کے خوش ہوتا اور اپنے فرزندوں کی نظائیں سُن کے داد دیتا۔

اسی سال سرحد کے والی سرحدی کو ہمارے عسائیوں سے کئی سخت لڑائیاں لڑے انھیں شکستیں دیں۔ اور سخت خونریزی کے بعد ان کو جبل البرقات کی تنگ گھاٹیوں میں بھگا دیا۔ خصوصاً درہ شزر کے معرکے میں جو علاقہ جبلونہ کے پہاڑوں میں ایک تنگ گھاٹی ہے مسلمانوں نے فرانسیسیوں کو کامل شکست دے دی اور ان کے سپہ سالار دن کو بہت سے مال غنیمت کے ساتھ گرفتار کر کے قسطنطنیہ میں حاضر کیا۔

شمالی سرحد کے مسلمان سپہ سالار بھی ایسے ہی خوش قسمت تھے جو انفس کے مقابلے میں لڑ رہے تھے۔ اور اُسے مجبور کر دیا تھا کہ اپنے پہاڑی قلعوں میں جگہ پناہ لے۔ والی عبید المدجب قریبہ میں اپنے مال غنیمت اور بے شمار قیدیوں کے ساتھ واپس آیا تو بادشاہ نے اُس کے رہنے اور عزت اور اس لڑائی کی اہمیت کے مطابق اُس کا خیر مقدم کیا۔ والی عبید المدکی واپسی سنہ ۱۱۸۷ میں ہوئی اور جب اُس نے چند مہینے آرام لے لیا تو عبید الرحمن نے پھر اُسے دوبارہ ایک

عرب مورخین ہیریئر میں چار مشہور درے بتاتے ہیں۔ بورت افرو بورت جاقہ۔ بورت شزر۔ اور بورت بابونہ۔ شزر کے معنی خم یا پیچیدہ کے ہیں اور وہ درہ اوس والیز ہو۔ (کاٹلی)

عرب الفانسو (کاٹلی)

بڑی فوج کے ساتھ جس میں سواروں کی ایک منتخب جماعت تھی سرحد پر بھیجا۔

اسی زمانے میں بادشاہ نے عامر ابن عامر ابن کلیب ابن ثعلبہ الجرمی کو والی قلیطلہ مقرر کیا۔ لیکن اس کے چند روز بعد اس کی یہ خدمت اس کے بھائی عبد اللہ ابن کلیب کو جو والی مریدہ تھا عطا کر دی گئی۔

عبدالرحمن نے اسی سال قریبہ میں چند نہایت ہی اہم عمارتوں کی تعمیر کا حکم دیا۔ جن میں بعض نہایت خوبصورت مسجدیں تھیں۔ جابجا سنگ مرمر اور دیگر اقسام کے قیمتی پتھروں کے فوارے نصب کرائے۔ اس کے علاوہ اُس نے اس بات کا انتظام کیا کہ پہاڑوں پر سے شہر میں پانی جست کے نلون کے ذریعے سے لایا جائے۔ اسی پانی سے وہ فوارے جاری ہوئے اور ان کے حوض بھرے گئے جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ اس نے بہت سے حمام بنوائے جن سے عوام کو بہت فائدہ پہنچا۔ گھوڑوں اور مویشیوں کے پانی کے لیے بڑے بڑے پتھروں میں کھدے ہوئے حوض نصب کرائے۔ اُس نے اسپین کے مختلف شہروں میں قصر و ایوان بنوائے۔ سرکوں کی مرمت کروائی۔ اور قریبہ میں دریا کے کنارے دونوں جانب مضبوط پل بنوایا۔ بادشاہ نے مختلف شہروں میں مدرسے بھی قائم کیے اور جامع قریبہ کے متعلق جو مدرسہ تھا اس میں تین سو تیسیم بچے پڑھتے تھے۔

جن اوقات میں عبدالرحمن سلطنت کے اہم اور مشکل معاملات سے فارغ ہوتا اپنے دربار کے لائق اور عقلمند لوگوں کی صحبت سے لطف اٹھاتا۔ اہل دربار میں سے مشہور شاعر عبد اللہ ابن خمر اور یحییٰ ابن حکم الغزال کی وہ بہت قدر و منزلت کرتا تھا۔ آخر الذکر الغزال فرانس کے عیسائیوں میں ہو آیا تھا اور یونان کا بھی اس نے سفر کیا تھا جہاں اُس نے کئی بار سفارت کی خدمت انجام

عہ قابل دنیا میں پہلا اثر رکھتا جو عربوں نے اسپین میں جاری کیا۔ (مترجم اردو)

دی تھی۔ بادشاہ اس کے سفر کے واقعات سن کے بہت خوش ہوتا۔ اور کافر بادشاہوں کے عادات و اطوار کو بڑی دلچسپی سے سنتا۔ ماسوا اس کے اُن شہر دن اور دن کے لوگوں کے حالات سن کر تاجمان اس کا عالم و فاضل شاعر بن گئے ہو آیا تھا۔

عبدالرحمن نے والی سد و نیہ آبن جبری کو اپنا حاجب مقرر کیا۔ اور اس شہر سردار کے ساتھ اکثر شطرنج کھیلا کرتا تھا۔ کیونکہ ابن جبری اس زمانہ کا نامور شطرنج کھیلنے والا تھا۔ اس کھیل کو بادشاہ اور اس کا پہلا سالار دونوں قیمتی جواہرات بد کے کھیلتے۔ عبدالرحمن نہایت فیاض اور شاہ فخر چ تھا۔ لونڈیوں کو ذرہ ذرہ سی باتوں پر قیمتی جواہرات اور بہت بڑی بڑی رقمیں دے دیا کرتا۔ ابراہیم بیان کرتا ہے کہ ایک دن بادشاہ نے ایک سونے کا ہار جس میں نہایت قیمتی جواہرات اور موتی چڑے ہوئے تھے اپنے محل کی ایک خوبصورت لونڈی کو دے دیا۔ بھل امر جوا سوکت موجود تھے اُن سے نہرا گیا۔ اور یہ خیال کر کے کہ یہ انعام بہت زیادہ ہے کہنے لگے۔ ”جواہرات شاہی خورد نے میں رہنے کے قابل ہیں۔ اور شکل کے وقت کام آسکتے ہیں“ اس ہار یا گلوبند کی قیمت دس ہزار دینار طلا تھی۔

عبدالرحمن نے اُن کا اعتراض سن کے کہا ”معلوم ہوتا ہے اس ہار کے جواہرات نے تمہاری آنکھوں کو خیرہ کر دیا اور تم لوگ اس کی قیمت کا ٹھیک اندازہ نہیں کر سکتے۔ مگر یہ کیا مال ہیں؟ ان میں جو اچھے سے اچھے ہیں وہ بھی اُس حسن و جمال کا مقابلہ نہیں کر سکتے جسے خدا نے خاص اپنے ہاتھوں سے انسانی موتیوں کی شکل میں پیدا کیا ہے۔ کیا انسانی حسن و جمال نگاہ فوق کو مسرور نہیں کرتا؟ یہ موتی اور جواہرات تو دونوں میں ہمیشہ ایک اضطراب و بیتابی قائم رکھتے ہیں۔ عمدہ سے عمدہ موتی اور نایاب لعل و جواہر نہ آنکھوں ہی کو تسلی دیتے ہیں نہ

ہمارے قانون ہی کو پہلے معلوم ہوتے ہیں۔ نہ دل پر ان کا کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ روح کو وہ تروتازہ کرتے ہیں۔ بخلاف اس کے یہ جاندار ہر جو تمھارے سامنے ہو کیسا دل رُبا ہو۔ مجھے نظر آتا ہے کہ خدا نے مجھے یہ دولت کی چیزیں اسی لیے دی ہیں کہ انہیں اُن ماہوشوں کے پاس پہنچا دوں جو ان کے مستحق ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ یہ جواہرات اس خوبصورت حسینہ ہی کو زیب دیتے ہیں۔

سب لوگوں نے بادشاہ کی تقریر سنی اور تسلیم کیا کہ وہ بالکل سچ کہتا ہے۔ لیکن سب لوگوں نے تو بادشاہ کے خوش کرنے کے خیال سے اُس کی بات مان لی۔ مگر نوجوانوں کے پُر جوش دل خود ہی گواہی دے رہے تھے کہ بادشاہ کا قول حُرّت بحرف درست ہے اس کے بعد بادشاہ نے اپنی مذکورہ گفتگو اپنے شاعر دوست عبد العزیز کے سامنے دہرائی اور استدعا کی کہ اس واقعے کے مطابق کوئی نظم سنا دے۔ شمر نے عرض کیا حضور سنیں اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھے

سونا چمکتا ہے۔ اور موتی خوش نما ہے۔

لیکن اچھلے دل رُبا نازنین! تو ان دونوں سے زیادہ روشن اور خوش حال ہے۔
ہیرا اور زمرد اپنی کان سے نکل کے چاند سورج کی طرح جگمگا بے شک سکتے ہیں۔

لیکن تیرے حسن و جمال کے سامنے اُن کی ان خوبیوں کی کیا اصل و حقیقت ہے؟

قدرت کے نواز نے میں ایک سے ایک بڑھا ہوا احسن موجود ہے۔
لیکن تیرا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا!

اور خاص خدا کے ہاتھ کے ہے نہ ہو۔ دُر خوش آب
زمین آسمان اور سمندر۔ ان سب کا تجھ سے مقابلہ کیا جائے
تو سب کی آب و تاب تیرے مقابل ماند پڑ جاتی ہے۔

یہ اشعار سن کے عبدالرحمن بہت خوش ہوا اور چونکہ خود بھی شاعر تھا اور
فی البدیہہ اشعار موزون کر سکتا تھا اس لیے مندرجہ ذیل اشعار اس نے تصنیف
کر کے سنائے۔

اے شمس۔ نغمہ دلکش تیرا حصہ ہے۔
جرجیالات کو تیرے نقطون سے چمکا کے نمایاں کر دیتا ہے۔
جیسے دن رات کی تاریکی کو شادیتا ہے
اُسی طرح تیرا دلکش نغمہ فکرون کو دور کر دیتا ہے۔
تیرا دلکش نغمہ کانوں پر سحر کرتا ہے اور
اس نے ہوا میں گونجتے ہی دل کو تیرے قبضے میں کر دیا۔
یونہی وہ حسن جو خدا تعالیٰ نے اس نازنین کو عطا کیا ہے۔
جو آسمان کے نیچے تمام چیزوں سے زیادہ دل ربا ہے
اُس نے تمام دلی جذبات کو ہیجان میں لا کے
میری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے اور میرے دل کو
اپنا سحر بنالیا ہے۔

میری محبوبہ ایسا سین دکلا ہے سے زیادہ نزاکت رکھتی ہے
اور اگر میرا یہ دل اور میری یہ آنکھیں دے ڈالنے کے قابل ہوتیں
تو وہ اُس کے حسن کا نذرانہ بن جاتیں۔
اور میں اُنہیں سونے کے تار میں گوندھ کے
اُس کے حوالے کرتا کہ اس کے برف کے سے گورے گلے
میں ہار بن کے پڑی رہیں۔

یہ اشعار سن کے شمر نے عرض کیا: خدا کی قسم آپ کے اشعار میرے

اشعار سے بہت اچھے اور پُر لطف ہیں۔ اور ان میں حضور نے جو میری تعریف کی ہو اس سے زیادہ مجھے کسی اور چیز کی تمنا نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے اب میں کیا عرض کر سکتا ہوں کہ خدا آپ کو زندہ و سلامت رکھے اور مجھے یہ خوش نصیبی حاصل رہے کہ ہمیشہ حضور کی خدمت میں قصیدے موزون کر کے پیش کیا کروں۔“

عبدالرحمن نے حکم دیا کہ ایک توڑا یعنی دس ہزار درہم کی تھیلی اس شاعر کو انعام دی جائے۔ مگر ٹکڑے نے وہ تمام رقم اسی وقت ان دوستوں کو بانٹ دی جو وہاں موجود تھے۔ بادشاہ کا خدمتگار عیالمدان قرمان جیسے وہ بہت چاہتا تھا سامنے کھڑا تھا اس نے بھی چند نہایت عمدہ اشعار موزون کیے جن میں اُس نے اپنے واپس آنے کا واقعہ بیان کیا تھا اور اسی ضمن میں بادشاہ کی فیاضی کا تذکرہ تھا۔

اسی زمانے میں یحییٰ بن یحییٰ لیشی اپنے مشرق کے سفر سے اسپین میں واپس آئے۔ اُن کی نسبت امام مالکؒ ابن انسؒ نے ”عقل اُندلس“ اور مغرب کا چشمہ علم کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مورخین کہتے ہیں ایک دن امام مالکؒ درس دے رہے تھے۔ اور یحییٰ حلقہ طلبہ میں سامنے بیٹھے درس لے رہے تھے اتفاقاً ادھر سے ایک ہاتھی نکلا اور تمام نوجوان طلبہ اُس کے دیکھنے کے شوق میں اُٹھ گئے۔ اکیلے یحییٰ بیٹھے رہ گئے۔ امام مالکؒ نے ان سے پوچھا ”تم کیوں نہیں جاتے؟“ اسپین میں تو ہاتھی نہیں ہوتے۔ یحییٰ نے جواب دیا ”میں مشرق میں اس قدر دور و دراز کا سفر کر کے ہاتھی دیکھنے کو نہیں آیا ہوں بلکہ آپ کے کلمات فیض سننے اور آپ کے علم و فضل سے فائدہ اٹھانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔“ یہ جواب سن کے امام مالکؒ کو بڑا تعجب ہوا اور بہت خوش ہوئے۔

یہی امام دار الجرحۃ مالک بن انس کے ایسے زبردست اور پرجوش شاگرد تھے کہ
انقطاع سے ملنے کے لیے انھوں نے مشرق کے دو سفر کیے۔ امام مالک کے
انتقال کے وقت انہیں کے پاس حاضر تھے اور اپنے نامور استاد کے جنازے
کے ساتھ قبر تک گئے۔

عبدالرحمن نے اپنے بیٹوں یعقوب جو چند روز بعد ابوتوسہ کے لقب سے مشہور
ہوا اور بشر دونوں کی تعلیم اسی نامور عالم کے سپرد کی۔ چنانچہ دونوں نے علم و فضل
میں بڑی ترقی کی اور ناموری حاصل کی۔ خصوصاً یعقوب اپنی اعلیٰ نظموں کی وجہ سے
بہت مشہور ہو چنانچہ ان میں سے چند احمد ابن فرج کے مجموعہ ”ابحان“ میں اس وقت
تک باقی ہیں۔ بشر بھی بہت لائق تھا اور اس کی فصاحت اور قوت بیان یہ اس قدر
بڑھی ہوئی تھی کہ باپ نے اپنے خاندان کے لوگوں کے انتقال کے وقت ان کو
خطبہ خوانی کے لیے بھیجا۔

آخری مرتبہ مشرق سے واپس آنے کے بعد یہی ابن یثیٰ نے کئی بار
بادشاہ سے دوران گفتگو میں ابن زریاب کی قابلیت و شہرت کا تذکرہ کیا جو عراق کا
ایک بڑا موسیقی دان تھا۔ چنانچہ عبدالرحمن نے مشرق میں قاصد بھیجے اور اس سے
موسیقی کو اپنے دربار اسپین میں بلا بھیجا اور اس سے بڑی بڑی فانیوں
اور عثمائیوں کا وعدہ کیا۔ یہ قاصد چند روز میں ابن زریاب کو اپنے
ساتھ لائے اور بادشاہ نے اسے اپنے محل میں بلایا۔ اس لائق موسیقی
دان نے قلمبہن بہت سے شاگرد پیدا کیے جو موسیقی میں ویسا ہی کمال
ویسی ہی شہرت رکھتے تھے جیسی کہ مشرق کے موسیقی دانوں کو حاصل تھی۔

یہی یثیٰ مشہور معروف ائمہ حدیث میں ہیں۔ اور امام مالک کی کتاب موطا دیسا میں آج

انہیں کی روایت سے موجود ہے۔ (ترجمہ اردو)

الکالیسوان باب

مختلف واقعات جو اس زمانے میں پیش آئے
اور ایک فتنہ جو مریدہ کے لوگوں میں واقع ہوا

۲۱۲ھ میں شہر طلیطلہ میں ایک بہت بڑے عالم فقیہ عیسیٰ ابن دینار
الغافقی کا انتقال ہوا۔ وہ اسی شہر کے رہنے والے تھے۔ یہ فقیہ بھی امام مالک
ابن انس کے شاگردوں میں تھے۔ لوگوں میں نہایت ہرول عزیز تھے۔ بہت
بڑے خلیق و خوش بیان تھے اور ان کی زندگی نہایت پاکباز می میں گذری تھی
اس کا نتیجہ یہ تھا کہ عیسیٰ ابن دینار جن لوگوں کو تعلیم دیتے وہ علم کو بڑی سرت اور
بڑے ذوق و شوق سے حاصل کرتے تھے انکی بعض عادتیں ایسی تھیں جو عوام کی
نظروں میں غیر معمولی معلوم ہوتی تھیں۔ مثلاً انھوں نے صبح کی نماز کو اسی صفائی اور
اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کی تاکید کی جس طرح کہ مغرب کی نماز ادا کی جاتی تھی۔
عیسیٰ ابن دینار کے جنازے کے ساتھ شہر کے تمام ذمی عزت اور مشہور لوگ تھے۔
اسی سال شہر طلیطلہ میں قاضی ثبطلون ابن عبد اللہ الانصاری نے انتقال کیا۔ وہ
جامع مسجد کے قاضی القضاۃ تھے اور علم و دانائی کی وجہ سے ان کی بہت عزت
کی جاتی تھی۔

اسی زمانے میں بادشاہ عبد الرحمن نے فرانس کی سرحد پر فوجیں بھیجیں اور
اس فوج کا سپہ سالار محمد ابن عبد السلام کو مقرر کیا جو اس کے والد بادشاہ الحکم کے
زمانے میں وزیر تھا۔ اس کے بعد خود عبد الرحمن میدان جنگ میں جانے کی تیاریاں
کر رہا تھا کہ مریدہ کے لوگوں کی ایک غیر معمولی بغاوت کی وجہ سے اسے رک جانا پڑا۔
اس فتنہ کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اس ضلع کے والیوں کے وزیروں نے

زکوٰۃ کی رقم جو مسلمان رعایا بادشاہ کو دیا کرتی تھی بڑی سختی سے وصول کی تھی۔ اس تشدد سے لوگوں میں بڑی پیداہوئی اور ان کی اس برہمگی کو باغی لوگوں نے اور بڑھا دیا جن میں سب سے زیادہ سرکش محمد ابن عبد الجابر تھا جو بادشاہ الحکم کے زمانے میں مکتسب یعنی ملک کا خراج وصول کرنے کی خدمت پر مامور تھا مگر اس زمانے میں اس خدمت سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ عوام الناس جو ہمیشہ فتنہ برپا کیا کرتے۔ اور بے فکرے جن کی زندگی اسی فکر میں گذرتی ہے کہ خدا یا انقلابے کن انھوں نے اطلاعات سے سرکشی کی۔ اور جوش و خروش کے ساتھ وزیروں کے مکانات پر حملہ کر دیا

عہ زکوٰۃ وہ رقم جو مسلمان رعایا بادشاہ کو اور خدا کو اس غرض سے ادا کرتی ہے اس کی باقی دولت محفوظ رہے اور ترقی کرے۔ یہ رقم فصل کی پیداوار تو شیون کے گلے صنعت و حرفت کی تمام چیزوں کا قانون کی پیداوار اور کسی خزانے کے نکل آنے پر واجب الادا ہوتی۔ مختلف حکمران میں اس کے ادھونے کا طریقہ مختلف ہو۔ بعض اوقات کسی خزانے کے نکل آنے پر بادشاہ کو فقط و سوان حصہ نہیں مگر اس کا پانچواں حصہ ملتا ایسے سونے چاندی یا جواہرات پر کوئی زکوٰۃ نہیں واجب تھی جو تلماروں یا کتابوں کی زینت میں لگے ہوں۔ نہ عورتوں یا لونڈیوں کے کان کی بالیوں الگوٹھیوں چڑیوں یا دوسرے زیور پر تھی۔ اور نہ ان جواہرات یا سیم و زر پر زکوٰۃ تھی جو فوجی گھوڑوں کے زینوں میں استعمال ہو۔ زکوٰۃ کی آمدنی اس غرض کے لیے لوگوں سے لازمی طور پر وصول کر لی جاتی کہ بادشاہ اور اس کے وزیر پر مرث ہو اور اس سے ملک کی حفاظت کی جائے۔ لڑائی کے اخراجات پورے کیے جائیں۔ اور رفاہ عام کی چیزیں تعمیر کی جائیں یا انکی مرمت ہو۔ مثلاً مسجدیں۔ غسل خانے۔ چشے۔ مدرسے۔ اور ان کے مدرسوں کی تنخواہیں۔ بچوں۔ سرکوں اور سرائوں کی تعمیر و مرمت قیدیوں کی رہائی۔ اور ان لوگوں کی امداد جو شریعت پر چلتے اور بیچ وقتہ نماز ادا کرتے ہوں یہ سب کام زکوٰۃ کی مدد سے کیے جاتے جو اگر ادا سے نماز کی پابندی نہ کرتے اور زکوٰۃ نہ ادا کرتے وہ مسلمان نہ سمجھے جاتے اور مرنے کے بعد ان کی لاش حسب سنت نبوی دفن کرنے کی مستحق نہ سمجھی جاتی۔

(کاٹھی بجوالہ قلمی نسخہ مختصر اسے)

انہیں بالکل تباہ کر ڈالا۔ اس میں کی ہر قیمتی چیز لوٹ لی اور خود ان قسمت
 عمدہ داروں کو قتل کر کے ان کی لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے جن کا منہ
 لٹخہ بہ لٹخہ بڑھتا گیا۔ والی اور اس کے سپاہی بمشکل اپنے مکان کو عوام کی توش
 سے بچ سکے۔ آخر کار انہیں اپنی سلامتی اسی میں نظر آئی کہ فہر کو چھوڑ کے بھاگ
 جائیں اور شہر کی حکومت محمد بن عبد الجبار اور دیگر باغی سرداروں نے اپنے ہاتھ
 میں لے لی۔ جنھوں نے اس ہنگامے کو عوام میں پیدا کیا تھا۔ اب انھوں نے ادنیٰ
 درجے کے لوگوں میں اسلحہ اور کپڑے تقسیم کیے اور گرد و نواح کے تمام ڈاکوؤں اور
 ہکار چوروں کو اپنے پاس بلا کے کوشش شروع کی کہ اس اقتدار کو جو انھوں نے
 زبردستی حاصل کر لیا تھا برقرار رکھیں۔

جب ان افسوسناک واقعات کی اطلاع قرطبہ میں پہنچی فوراً بغیر کسی تاخیر کے
 الغرب اور طلیطلہ کی فوجیں مقام بغادت پر روانہ کی گئیں۔ طلیطلہ کے لوگوں نے
 اپنی فوج کا سپہ سالار عبد الروف ابن عبد السلام کو مقرر کیا جس کے مقابلے میں
 مریدہ کے باغی اپنی فہیل کے باہر نکلنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس آئنا میں انھوں
 نے بہت سی شاہی عمارتوں اور عام اہل شہر کے مکالوں کو منہدم کر دیا جو عوام کی ملکیت
 تھے اور ان کے بیرونی باغوں کا راستہ بھی بند کر دیا اور شہر کے گرد اگونیوڑی دور تک
 کھیتوں کو برباد کر ڈالا۔ ان واقعات سے بادشاہ کو بہت رنج ہوا وہ کبھی اس کو بھی
 جائز نہ رکھتا تھا کہ اس کی فوجیں زبردستی فہیل کو منہدم کر کے شہر میں داخل ہوں۔
 اس لیے کہ ان باتوں سے بے انتہا نقصان کا اندیشہ تھا اور چونکہ یہ بڑا عظیم الشان
 اور دولت مند شہر تھا اس وجہ سے اسے نظر آتا تھا کہ نقصان بھی بہت زیادہ ہوگا۔
 غرض یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے عاصی نے جو ضروری ہو گیا تھا بہت طول
 کھینچا اور شہر میں جو بد امنی پیدا ہو گئی تھی وہ بد قسمت باشندوں کے لیے روز بروز

ناقابل برداشت ہوتی جاتی تھی۔ شہر کی گلیوں میں چالیس ہزار سے زیادہ بمعاش
 کوٹیرے بغیر کسی روک ٹوک کے پھرا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر مسطحے جو صلح جو
 باشندگان شہر پر جن کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا سخت مظالم کر رہے تھے۔ تاجرون اور
 ایسروں کے گھردن کو ان بمعاش ڈاکوؤں نے اپنی جائز شکار گاہ تصور کر لیا تھا
 اور ان کے اندر جو کچھ ہاتھ آتا اسے وہ اپنی بہادر سی کا مناسب انعام تصور کرتے تھے
 یہ انوسناک حالت دیکھ کے ان نیک مسلمانوں نے اور نیز ان لوگوں نے جو
 محض دل لگی کے طور پر ڈاکوؤں کے شریک ہو گئے تھے اس خطرے اور تباہی کو
 محسوس کرنا شروع کیا جو انھوں نے خود اپنے ہاتھ سے پیدا کی تھی اور اب وہ ان کے
 لیے ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ اب انھیں اس کے لالے پڑے تھے کہ کسی طرح
 اسن و امان قائم ہو کیونکہ قطعی ایک صورت انھیں اپنی سلامتی کی نظر آتی تھی۔
 چنانچہ اس خیال سے انھوں نے نوجوان لوگوں کی ایک جماعت سے فائدہ اٹھایا
 جو بڑے بڑے معزز خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی جان کو خطرے میں
 ڈال کے باغیوں کے ساتھ ملے رہے تھے کہ ان کے
 سردار دن کو زیادہ تباہ کرنے اور لوٹنے مارنے سے روکیں اور انہیں قانون کی
 طرف راغب کریں۔ اس میں انہیں کامیابی ہوئی۔ اور آخر کار یہ طو ہو گیا کہ شہر کے
 چند معزز لوگ شہر سے نکل کے محاصرہ کرنے والوں کے پڑاؤ میں جائیں اور ان کے
 سپہ سالار عبدالرؤف ابن عبدالسلام کے سامنے صلح کی تجویز پیش کویں۔ جو تجویز میں
 اس موقع پر قرار پائیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ایک مقررہ وقت پر شہر کے چند
 پھاٹک اور برج شاہی فوجوں کے حوالے کر دیئے جائیں جن کے ذریعے سے
 اندر داخل ہو کر وہ محصورین کے اس وفادار گروہ سے مل جائیں جو شہر کے اندر
 ان سے ملے گا۔ اور اس کے بعد دونوں مل کے شہر کو باغیوں اور ڈاکوؤں سے

خانی کرا لین۔

یہ تجویز کامیاب ہوئی۔ معزز خاندانوں کے چھ نوجوان رات کے اندھیرے میں شہر سے نکلے اور خفیہ طور پر عبد الرؤف کے پڑاؤ میں پہنچ گئے۔ اس کے سامنے حاضر ہونے کے انھوں نے اپنا مقصد بیان کر دیا۔ فوراً وقت اشارے اور پھاٹکوں کے کھولنے کے متعلق چند ابتدائی باتیں طے ہو گئیں جن کے عمل درآمد کے لیے دوسری رات قرار پائی تھی۔ پھر ان میں سے تین نوجوان مریدہ میں واپس آئے تاکہ اپنے دوستوں کو ان تجویزوں سے مطلع کر دیں۔

عبد الرؤف نے بھی اپنے ان سرداروں کو جو شہر مریدہ میں داخل ہونے کی خدمت کے لیے تعین ہوئے تھے نہایت سختی سے حکم دیا جو لوگ ان کا مقابلہ کریں یا جن کے ہاتھوں میں تلواریں ہوں اور باغیوں کے گروہ میں شامل نظر آئیں ان کے سوا اور کسی کو نقصان نہ پہنچائیں۔ ساتھ ہی اپنے پیدل سپاہیوں کو اس نے حکم دیا کہ فصیل۔ برجوں اور بازار کے چوراہوں پر قبضہ کر لیں۔ لیکن کسی حالت میں اپنے جھنڈ دن یا اپنے گروہوں سے جدا نہ ہوں اس لیے کہ ہمارے بادشاہ کی یہی مرضی ہے اور انھوں نے اپنے تمام سپہ سالاروں کو تاکید کر دی ہے کہ باغیوں کے سوا اور کسی کو تکلیف یا سزا نہ دیں۔

اب وہ مقررہ رات آگئی۔ شہر کے اندر باغی لوگوں کو کسی اندیشے کا شک و شبہ نہ تھا۔ اور نہایت مطمئن تھے۔ رات کے تین پہر گزر گئے۔ اور اس سناٹے کے وقت طیلطلہ کے سپاہی خاموشی کے ساتھ فصیل کی جانب بڑھے۔ وہاں پہنچ کے انھوں نے مقررہ اشارہ کیا جو مریدہ کے نوجوانوں کے ساتھ قرار پایا تھا۔ فوراً پھاٹک کھول دیے گئے اور بغیر کسی دشواری کے محاصرے کے پیدل سپاہی ان پر قابض ہو گئے۔ بعد ازاں القرب کے سوار اندر داخل ہوئے اور انھوں نے شہر کے بڑے

بڑے چوراہوں پر قبضہ کر لیا یعنی اُن مقامات پر جو تینوں چھاٹکوں کے اندر تھے۔
صبح کو جب آفتاب نکلا اور باغیوں اور عوام شہر نے دیکھا کہ شاہی فوجیں اندر
داخل ہو گئی ہیں اور باغیوں کو چوں میں سے ہٹا رہی ہیں۔ تو ان کی حیرت اور
پریشانی کی کوئی حد نہ تھی۔ بہت سے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیے اور بھاگتے
شروع کیا۔ شہر بھر میں ہل چل پڑ گئی اور باغیوں کی جماعتیں ہر طرف بھاگتی نظر آئیں
باغی سردار اس ہنگامے میں بچ کے نکل گئے اور دوپہر تک پورا شہر ان سے خالی
ہو گیا۔

باغیوں کی سات سو لاشیں سڑکوں پر پڑی تھیں اور عوام یا تو شہر ہی میں
کہیں چھپ کے بیٹھ رہے یا اُنھوں نے بھاگ کے گرد و نواح کے موضعوں میں
پناہ لی جو لوگ امن و امان قائم رکھنا چاہتے تھے اُن کو عبد الرؤف نے پناہ دی۔
باغیوں کی لاشوں کے لیے ایک زمانہ مقرر کیا کہ اس وقت تک سڑکوں پر پڑی ہیں
اور دفن نہ ہوں۔ پھر شہر میں پوری طرح امن و امان قائم کر لینے کے بعد اس نے
بادشاہ کی خدمت میں اپنی یہ کارگزاری لکھ بھیجی۔ چند روز بعد عبد الرحمن نے وہاں
کے لوگوں کو عام معافی دے دی اور افسوس ظاہر کیا کہ مریدہ کے معزز
باشندوں کو باغیوں کی وجہ سے سخت تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ مریدہ کا یہ ہنگامہ
۲۱۳ھ میں واقع ہوا۔

بیالیسواں باب

مدینہ طیبہ کے لوگوں کی بناوت اور اُن کا ہنگامہ
شہر مریدہ کے فتح کی خوشخبری بادشاہ نے سنی ہی تھی کہ طیبہ سے بعض ایسی
اطلاعیں پہنچیں جو نہایت ہی غیر اطمینان بخش تھیں۔ اس شہر کی آبادی بہت

زیادہ تھی اور اس میں زیادہ تعداد عیسائیوں اور یہودیوں کی تھی جو نہایت ہی دولت مند تھے۔ یہ لوگ گو کہ بظاہر مسلمانوں کی ماتحتی میں نہایت ہی امن کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے مگر ساتھ ہی اپنے حاکمون کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور مسلمانوں کے خلاف جو واقعہ پیش آتا اسے سُن کے خوش ہوتے۔ اسی طرح اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کے تیشہ اس بات کے لیے تیار رہتے کہ عوام میں بغاوت پیدا کر کے والے سرکشوں کو مدد دیں۔ ایسا ہی اب بھی ہوا۔ شورش پیدا کرنے والوں کو ایک سردار بھی اپنی مرضی کے موافق مل گیا۔ جو ایک نوجوان شخص تھا۔ اور اس کا نام ہشام العقیقی تھا۔ یہ غلیلہ کے ایک بڑے دولت مند شخص کا بیٹا تھا اور چاہتا تھا کہ لوگوں میں شورش پیدا ہو تاکہ میں ابن مافوت ابن ابراہیم وزیر شہر سے بدلہ لے لوں جس کے ہاتھ سے اُس کو قتل ہو چکا تھا۔ اُس نے شہر کے غریب باشندوں میں بے شمار روپیہ تقسیم کر کے انھیں اپنی مدد پر آمادہ کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی اسے قصر حکومت کے چند جشی محافظ بھی اپنے ہم خیال مل گئے۔ یوں شورش کی پوری تیاریاں کر کے ہشام العقیقی ہنگامہ بچانے کے لیے مناسب موقع ڈھونڈ رہا تھا اپنی امید کے خلاف اس کو وقت سے پہلے ہی موقع مل گیا۔ جن بے شمار لوگوں کو ہشام تجواہ دے رہا تھا ان میں سے اکثر شہر کے بڑے بازار میں ایک دن جمع تھے کہ ان میں سے ایک کو والی سوقہ یعنی ہتم بازارات کے حکم سے سرکاری سپاہیوں نے گرفتار کر لیا۔ اس واقعہ سے کسی قدر ہنگامہ پیدا ہوا۔ اور عوام نے سرکاری سپاہیوں پر حملہ کر دیا گو کہ یہ شورش دیکھ کے اس سپاہی نے اپنے اس قیدی کو چھوڑ دیا۔ لیکن اس پر ہر طرف سے ہمدردی کی بارش ہونے لگی۔ اور وہ زخمی ہو کے القصر کی جانب بھاگا۔ جہاں اسے القصر کے محافظوں سے مدد کی امید تھی۔ لیکن جشی محافظ جو ہشام سے رشوت لے چکے تھے انھوں نے بزدلی ظاہر کی اور قصر کو عوام کے ہاتھوں میں چھوڑ کے بھاگ

کھڑے ہوئے۔ عوام کی تعداد بڑھتی جاتی تھی جنہیں سے چند بے غم لوگ قصر میں گھس پڑے اور ان مخالفوں کو قتل کر ڈالا جنہوں نے اپنا فرض انجام دینے کے خیال سے مقابلہ کیا۔ ان لوگوں کو انکے قتل کرنے کی اسوجہ سے جرات ہوئی کہ یہی لوگ ہمیشہ ان پر مظالم کرنے کا ذریعہ ہو چکے تھے۔ اتفاق سے اس دن دالی آہن مافوت طلیطلہ سے باہر اپنے ایک گاون کے قصر میں گیا ہوا تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی ثابت ہوئی جس کی وجہ سے اس کی جان بچ گئی۔ وہاں اسے شہر کی بغاوت۔ مخالفوں کے قتل اور القصر پر عام لوگوں کے قبضہ کا حال معلوم ہوا تو وہ قلعہ راج میں چلا گیا اور بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ عبدالرحمن نے فوراً اپنے بیٹے امیہ کو حکم دیا کہ فوراً سواروں کی ایک جماعت کو اپنے جھنڈے کے نیچے لے کے روانہ ہوا اور آہن مافوت نے جو فوجیں جمع کی ہیں ان کے ساتھ مل کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے طلیطلہ کی راہ لے۔ شہر طلیطلہ میں باغی سرداروں نے عوام کے دلوں میں ایسا جوش پیدا کر دیا تھا کہ ان میں کے بہت سے لوگ مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور سب نے یک زبان ہو کر نوجوان شام الغیتی کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا جس کے لیے اس سے بڑی کوئی عداوت نہ ہو سکتی تھی۔

سب سے پہلے اس نے یہ کام کیا کہ بہادر جنکاش اور پرچوش لوگوں میں ہتھیار تقسیم کیے۔ اپنی طرف سے جھنڈے بنوائے ان لوگوں کو دیے جو ہر دل عزیزی یا نامور ہی میں زیادہ مشہور تھے۔ شہر کے اندر امن قائم رکھنے کا کام اُس نے ایسے لوگوں کے سپرد کیا جو لڑائی کا تجربہ نہیں رکھتے تھے۔ پھر جو منتخب سپاہیوں کی ایک جماعت اپنے ساتھ لے کے آہن مافوت کے مقابلے کے لیے نکلا۔ کیونکہ دالی نے بھی اس اثنا میں سواروں اور پیدلوں کی تھوڑی فوج جمع کر لی تھی۔

ادھر شہر مریدہ پر دالی عبدالرؤف نہایت خاموشی کے ساتھ حکومت کر رہا تھا

اور معلوم ہوتا تھا کہ جیسے دہان کے لوگ نہایت ہی اطمینان۔ فارغ البالی اور اطاعت کشی کے ساتھ اس کی حکومت کو برداشت کر رہے ہیں۔ والی مذکور نے دہان کے غریبوں کی مدد کی۔ پے کار لوگوں کو کام سے لگایا۔ اور شور و پشت لوگوں کے متعلق ان کی بہبودی یا تباہی کی جو تہمید مناسب معلوم ہوئی کی۔ قریوں کے قاضیوں پر اس نے نہایت سخت نگرانی رکھی اور ان لوگوں کی طرف سے بھی غافل نہیں رہا جو شہر کے اندر حکومت کرتے تھے تاکہ وہ کوئی ایسی کارروائی یا بے احتیاطی نہ عمل میں لائیں جس سے لوگوں میں بد امنی پیدا ہو۔ تمام مسلح خالون پر اس نے مضبوطی سے قائم کیے۔ اور شہر کی گلیوں میں دن کو اور رات کو سواروں کے ساتھ خود گشت لگاتا تھا اور بھاگنوں پر۔ چوراہوں پر اور ہر ایسے مقام پر جو قابل لحاظ ہو اس نے مستقل ہر سے قائم کر دیے۔

شاہ عبدالرحمن نے جب دیکھا کہ اس کے والی عبدالرؤف ابن عبدالسلام نے ایسی خوش اسلوبی سے قرعہ و پربضہ کر لیا اور اس میں امن و امان قائم کر دیا تو اس نے اپنے اس سپہ سالار کو طیلطلہ کی جانب جانے کا حکم دیا تاکہ اس شہر کے گرد و نواح میں وہ امن و امان قائم کرے جہاں کے لوگ بغاوت پر آمادہ ہونے لگے تھے۔ چنانچہ اُسے شاہی حکم پہنچا کہ جس طرح ممکن ہو طیلطلہ کے باغی سرداروں کو زیر کرے لیکن انہیں احکام کے ساتھ بادشاہ کی یتاکیہ بھی تھی کہ ملک کو کسی قسم کا نقصان ہرگز ہرگز نہ پہنچایا جائے۔ اور جان تک ممکن ہو انہیں تباہی سے بچانا چاہیے۔ اور شاہی فوج کے سپاہیوں کو اجازت نہ دی جائے کہ بھاگنے والوں کا تعاقب کریں۔ وہ انہیں قتل نہ کریں۔ بلکہ مجبور کر کے ان سے ہتھیار لے لے جائیں۔ اور جو لوگ خوشی سے ہتھیار دیدینے پر آمادہ ہو جائیں اُن کی جان ہرگز نہ لی جائے اور کسی حال میں اُن لوگوں کو جلا وطنی کے سوا اور کوئی مراندہ دی جائے۔ شاہ عبدالرحمن کا

یہ خیال تھا کہ بس یہی ایک طریقہ رہے جس کو مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے مقابلے میں اختیار کر سکتے ہیں۔

لیکن پورے تین سال گزر گئے اور بادشاہ کے سپہ سالاروں کو طلیطلہ کے باغیوں کے مقابلے میں کسی قسم کی فتح نہ حاصل ہوئی۔ آخر کار ۱۲۱۸ء میں شاہ عبدالرحمن کے بیٹے امیہ نے انہیں مجبور کر دیا کہ باہر نکل کے ایک زبردست لڑائی لڑیں۔ اسی زمانے میں اسے یہ کامیابی حاصل ہوئی تھی کہ باغیوں کی ایک جماعت کو اُس نے ایک کمین گاہ میں گھیر لیا تھا۔ یہ کمین گاہ دریائے آبرقا کے کنارے تھی باغی بھینچنے لگے کاراستہ نہیں ملتا تھا اُن کا وہاں بہت بڑا قتل عام ہوا اور چند ہی متمسک تھے جنہیں خدا نے فاتحوں کی تلواروں سے بچایا۔ اور بڑی دشواری سے وہ طلیطلہ کی دیواروں تک پہنچ سکے۔ لیکن شہر کی مضبوطی اور اُس کے ناقابلِ فتح ہونے کی وجہ سے باغی اب بھی اطاعت و فرمان برداری سے منحرف رہے۔ اس واقعہ کے دوسرے سال شاہی فوجیں جو والی عبدالرؤف کے زیرِ علم تھیں طلیطلہ والوں سے متسول کے میدان میں مقابل ہوئیں اور وہاں بھی باغیوں کا ایسا قتل عام ہوا کہ وہ لوگ اس میدان کو خوف و دہشت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ اس دن شاہِ نادر ہی کوئی شخص ہو گا جو شاہی اسلحہ سے جان بڑھو سکا ہو۔

تینتا لیسواں باب

شہرِ مریدہ میں باغیوں کا داخلہ

والی عبدالرؤف ابن عبدالسلام کے مریدہ سے جانے کے بعد ہی وہاں کے پریشان حال لوگوں اور ان لوگوں نے جو سمجھتے تھے کہ بین والی مذکور کی خوش انتظامی سے نقصان پہنچا ہو مفرور ڈاکوؤں اور چوروں کو اس کی

عدم موجودگی کی اطلاع دے دی۔ یہ ڈاکو اس زمانے میں آلاسکونا کے گرد و
 نواح میں منتشر پھرتے تھے اور اُن کا سردار محمد ابن عبدالجابر اُن کے ساتھ تھا۔ ان
 بدعاشوں کو جب شہر کی کمزوری کا حال معلوم ہوا تو وہ ایک ایک کر کے پھوٹی
 پھوٹی جماعتوں میں منقسم ہو کر رفتہ رفتہ شہر میں داخل ہو گئے۔ یہاں آکے انھوں
 نے پھر اپنی جماعت مضبوط کر لی اور ایک رات کو ناگہان مخالفوں پر حملہ کر دیا۔ پھاٹکوں
 پر قابض ہو گئے اور اس کے بعد انھوں نے سلخ خانوں اور کپڑوں کے ذخیروں پر
 بھی قبضہ کر لیا۔ جن چیزوں کو لوٹ کے انھوں نے عام اداہٹوں میں تقسیم کر دیا۔
 جب یہ بھی ہو چکا تو انھوں نے نہایت سختی کے ساتھ ذیرون اور دیگر کارسی عہد دارین
 کے گروہ کی تلاشی لی۔ نتیجتاً سے اُن میں کے دو بہ قسمت آدمی بذات خود ان کے
 ہاتھ پڑ گئے جنھیں انھوں نے دھنیوں میں لٹکا کے تیرون کا نشانہ بنایا
 اور جان سے مار ڈالا۔

ان نئی مصیبتوں کا حال بادشاہ کو معلوم ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ گرد و پیش کے
 موضعوں کے شہسوار جس قدر جلد ممکن ہوا اپنے گروہ کو جمع کریں اور فوراً مرتبہ کے
 جانب کوچ کریں۔ اور خود عبدالرحمن بھی اپنے شہر کے سواروں کو لے کر قرطبہ سے
 چل کھڑا ہوا۔ اور ارادہ کیا کہ خود باغیوں کے سر پرچا پونچے۔ مقام عین کبش تک
 پہنچا تھا کہ جن شہسوار سرداروں کو حکم ہوا تھا وہ اپنے اپنے موضعوں سے اپنے
 گروہوں کو لے کر اس سے آئے۔ یہاں بادشاہ نے اُن افواج کا سامنا کیا اور
 معلوم ہوا کہ ایک سو بیس جھنڈے ہیں جس کے نیچے چالیس ہزار فوج کوپچ
 کر رہی ہیں۔

اب محمد الرحمن نے تمام سپہ سالاروں کو حکم دیا کہ سپاہیوں کو اس طرح
 لڑائیں جس طرح کوئی بھائی اپنے بھائی اور ہم مذہب کے مقابلے میں لڑتا ہے۔

اُس نے کہا کہ جس وقت کوئی شخص تمہارے مقابلے سے اپنے گھوڑے کی باگ پھیرتا اور بھاگنا شروع کرتا ہو اُس وقت وہ تمہارا دشمن نہیں باقی رہتا۔ اور خبردار جو لوگ تمہاری اطاعت قبول کر لیں ان کے ساتھ اپنے بیٹوں اور بھائیوں کا ساہزادہ کرنا کیونکہ ان کے بڑے صلاح کاروں نے خراب کیا ہے۔ اگر وہ سزا کے مستوجب بھی ہوں تو انہیں موت کی سزا دینی چاہیے کیونکہ یہ سزا فقط باغیوں کے سر و اردن کو دی جاتی ہے۔

الاس بنو اسکے باغی اور وہ لوگ جنہوں نے مزیدہ پر قبضہ کر لیا تھا شہر کی تفصیل سے باہر آنے کی جرأت نہ کر سکے۔ بلکہ انہوں نے اپنے پھاٹکوں اور برجوں کو نہایت ہوشیاری اور استقلال کے ساتھ مضبوط کیا۔ اور شہر کے کل باشندوں کو مجبور کیا کہ وہ بھی اُن کے ساتھ شریک ہو کر شہر کی حفاظت کریں۔ بادشاہ نے کئی بار حملوں کا حکم دیا اور اس پر عمل درآمد بھی ہوا۔ لیکن تفصیل اور برج اس قدر مضبوط تھے کہ کامیابی نہ ہوئی۔ آخر پڑی مٹ اور مشقت سے کئی برجوں کے نیچے سرنگیں کھودیں گئیں اور دیواریں جن کی بنیاد کے نیچے مٹی نکل گئی تھی وہ لکڑیوں کے سہارے پر قائم رکھی گئیں۔ ان لکڑیوں میں اگر آگ لگا دی جاتی تو لازمی تھا کہ برج منہدم ہو جاتے غرض شہر پر حملہ کر کے قابض ہو جانے کی پوری تیاریاں ہو گئی تھیں۔ مگر بادشاہ کے دل میں یہ خیال تھا کہ اس سے بڑی تباہی اور خون ریزی ہوگی اور چاہتا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو اس کا ردوائی سے پرہیز کیا جائے۔ چنانچہ اُس نے شہر میں ایسے تیر پھنکوائے جن میں کاغذ پر لکھ کے دیا گیا تھا کہ سب لوگوں کو اس شرط پر معافی دے دی جائے گی کہ ان سر و اردن کو جن کے نام اس کاغذ میں لکھے ہوئے ہیں یعنی وہ لوگ جنہوں نے درحقیقت بغاوت پیدا کی ہو۔ بادشاہ کے رحم پر چھوڑ دیے جائیں۔ ان میں سے بعض کاغذات ان لوگوں کے ہاتھ پڑ گئے جن کے نام اُس فہرست میں لکھے ہوئے تھے۔

یا ایسے لوگوں کو بلے جہان کے دوست تھے۔ انہیں اب نظر آ گیا کہ ہم زیادہ محفوظ
 نہیں ہیں۔ اور انہیں اپنی سلامتی اسی میں نظر آئی کہ بھاگ جائیں۔ یہ واقعات اور
 اسکے اسباب زیادہ زمانے تک پوشیدہ نہ رہ سکے۔ اور جیسے ہی شہر کے معزز باشندوں کو
 معلوم ہوا انہوں نے بھی مناسب جانا کہ سب کی قسمت بادشاہ کے رحم پر چھوڑ دیں۔
 غرض مریدہ کے پھاٹک کھول دیے گئے۔ اور عبدالرحمن اپنے سواروں کے
 ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ شہر کے عام باشندوں نے اس کا نہایت خوشی سے
 خیر مقدم کیا لیکن باغی اور غیر مطمئن لوگ پریشان و خوفزدہ تھے۔ چند معززین شہر بادشاہ
 کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم ان باغی سرداروں کو نہ پکڑ سکے
 جن کے نام حضور نے بتائے تھے اور عبدالرحمن نے انہیں یہ لکڑی ملنے کر دیا
 کہ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے آج اس خوشی کے دن اس دردناک
 حکم دینے سے بچا یا کہ ان لوگوں کے قتل کا فیصلہ کیا جائے۔ خدا کرے کہ ان میں سے پیدا
 ہو۔ اُن کی آنکھیں کھلیں اور اس طاقت سے نجات پائیں یا خداے تعالیٰ مجھے اتنی
 قوت عطا کرے کہ اس پسند اور خاموش لوگوں میں پھر ہنگامہ پیدا کرنے سے انہیں
 روک سکوں۔

اب شاہ عبدالرحمن نے مختلف موضوعوں کی فوجوں کو اپنے صوبوں میں
 واپس جانے کی اجازت دی۔ اُن کے سرداروں اور دوسرے سواروں کو ہتھیار
 گھوڑے اور خلعت عطا فرمائے۔ اور اس مہم کے ختم ہوتے ہی سب لوگ اپنے اپنے
 گھروں کو نہایت خوشی و اطمینان کے ساتھ واپس روانہ ہوئے۔ بادشاہ چند روز مزید
 ہی میں یقین رہا۔ منہدم شدہ قلعوں اور دیواروں کو از سر نو تعمیر کرایا۔ اگرچہ اُس کے
 بعض اعلیٰ درجے کے والیوں اور شیردہن کی یہ رائے تھی کہ ان استحکامات کو بالکل
 منہدم کر دینا چاہیے تاکہ شہر والوں کو پھر ایسے ہنگامے کی جرات نہ ہو۔ لیکن

عبدالرحمن کی رائے اس کے بالکل خلاف تھی۔ چنانچہ اس نے اس صوبے کے عامل عبداللہ ابن کلیب کو حکم دے دیا کہ شہر کے غریب لوگوں کو اس کام میں لگانے اور ایسا ہی ہوا۔ وہ استحکامات پھرتیار ہو گئے۔ اور جب تعمیر ختم ہو گئی تو ان میں سے ایک قتلعہ کی بنیاد میں ایک کتبہ نصب کیا گیا جس پر حسب ذیل عبارت کندہ تھی۔

”بسم اللہ الرحمن۔ خدا اپنے فرمان بردار بندوں پر رحم کرے اور انھیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ یہ قلعہ ادریہ دیوار بن امیر عبدالرحمن کے حکم سے (خدا اُسے برکت دے جو خدا کے فرمان بردار بندوں پر حاکم ہے) اس کے عامل عبداللہ ابن کلیب ابن ثعلبہ اور اس کے خادم جعفر ابن عیسیٰ میر عازت نے تعمیر کرایا۔“

یہ عمارت ماہ ربیع الثانی ۲۲ھ میں مکمل ہو گئی۔

اس سال قمرہ ابن عالس ابن منصور الثقفی نے قرطبہ میں انتقال کیا۔ یہ امام مالک ابن انس کے شاگردوں میں بڑے ذی علم بزرگ تھے اور بادشاہ عبدالرحمن ابن الحکم ہمیشہ ان کی بڑی قدر و منزلت کیا کرتا تھا۔

اس زمانہ میں طلیطلہ کے باغیوں سے بدستور مقابلہ ہوتا رہا۔ وہ بڑی پامردی کے ساتھ اپنے شہر کی حفاظت کرتے رہے۔ اور اکثر شہر سے نکل کے انھوں نے والی عبدالرؤف اور ابن لغوث کھلے بھی کیے۔ اس طریقے سے انھوں نے تین سال محاصرہ کو برداشت کیا۔ انجام میں باغیوں کے لیے اس کے سوا کوئی صورت نہ باقی رہی کہ یا تو شہر کو شاہی فوجوں کے حوالے کر دیں۔ یا خود فاقہ کرتے کرتے مرجا میں ہرگز آؤں۔ باغی ہشام زخمی ہو کے عبدالرؤف ابن عبدالسلام کے ہاتھ لگ گیا تھا اور اس نے باہر تامل حکم دے دیا کہ اس کا سر کاٹ کے الگ کیا جائے۔ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور ہشام کا سر بھاگتے ہوئے چار باب صخرہ کھلا تھا ایک گھوڑی میں لٹکادیا گیا۔ لیکن اس کے بعد ہی بادشاہ کے

عہد باب صخرہ یعنی مبارک یا مقدس جگہ جس کا نام اب بگڑنے لگے ہو گیا جو (کاڈی) صخرہ سے معلوم ہوتا ہے (تفسیر حاشیہ پر صفحہ ۱۸۶)

حکم کے مطابق شہر کے تمام باشندوں کو عام معافی دے دی گئی۔ عبد الروف کا داغدار
 طلیطلہ بن سہمہ بن ہوا۔ اُس نے داخل ہوتے ہی حکم دیا کہ فیصلون کی
 مرہٹ کی جاے اور شہر کے باہر اور بہت سی عمارتیں از سر نو تعمیر کرائیں جو محاصرے
 کے دوران میں منہدم ہو گئی تھیں چنانچہ انھیں پھر تیار کر کے اصلی حالت کے
 مطابق کر دیا۔ شہر میں انتظام بھی اس نے بہت اچھا کیا اور اس خیال سے کہ شہر کے
 باشندے زیادہ محفوظ ہو جائیں اُس نے ایسے پھاٹک جا بجا بنوائے جو ہر حصہ
 شہر کو الگ کر دیتے تھے۔ اور ان کی وجہ سے ہر حصہ دوسرے کے مقابل کسی فوری
 حملہ سے محفوظ رہ سکتا تھا۔

طلیطلہ کا فتح کی خبر ہر شہر قرطبہ میں بے انتہا خوشی منائی گئی۔ اور بادشاہ نے
 نامور والی عبد الروف ابن عبد السلام ہی کو اس شہر اور صوبے کا حاکم مقرر کر دیا۔ اور
 ابن مافوت ابن ابراہیم کو جو عبد الروف کا چچا تھا اس نے اپنی شاہی کونسل میں
 وزیر مقرر کیا۔

چوالیسواں باب

سرحد کے معرکے اور وہ لڑائیاں جو ساحل اریلیز پر سمند رین ہوئیں
 ۲۲۲ھ میں بادشاہ نے والی قرطبہ کو حکم دیا کہ مشرقی اسپین کی تمام فوجوں کو
 جمع کرے اور اس لشکر کو ساتھ لے کے ملک فرانس کی طرف کوچ کرے۔ چنانچہ
 اس وقت سے برابر دو سال تک عبید اللہ ابن عبد اللہ اور والی ابن عبد الکرم
 بنے ان مالک پر حملے کیے۔ وہاں کے لوگ ہر طرف بھاگتے نظر آتے۔ اور اپنے
 بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کے مشہور صخرے کی یادگار میں اس پھاٹک کے لیے یہ نام اختیار کیا گیا ہو گا صخرہ کے منہ
 مبارک یا تھیں کے چوکاٹی نے تبتے جن اس سے پہلے نہیں منے گئے تھے۔ (ترجمہ اردو)

شہروں کو مسلمانوں کے لیے خالی کر دیتے تھے بیشمار قیدی پکڑے گئے۔ اور ہر قسم کا مال عیلمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اسی زمانہ میں ترمیدہ باوجود راجہس کے مسلمانوں نے ملک جلیقہ پر حملہ کیا اور لڑتے ہوئے النفوس (الفانسو) کی قلمرو میں گھس گئے جو وحشی اور جنگجو لوگوں پر حاکم تھا۔ اور اس کے مقابلے میں مسلمان اکثر لڑتے رہے تھے جن لڑائیوں میں کبھی مسلمانوں کو شکست ہوئی اور کبھی اُن کو۔

اسی سال اسپین کے جہاز اپنے سواحل سے روانہ ہو کے فرانس کے سواحل پہنچے انھوں نے اسپین کے بندرگاہ طراغونہ سے لنگر اٹھا کے جزائر آدیقہ و میورستہ میں پہنچ کے وہاں کے جہازوں کو اپنے ساتھ لیا اور سب نے ساتھ مل کر فرانس کے سواحل پر حملہ کر دیا۔ ان حملہ آوروں نے شہر مارسیلیز کے اطراف و جوانب کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ بہت سے قیدی پکڑ لیے۔ اور خاص شہر مذکور کے بیرونی حصوں میں اتر کے ہر قسم کا مال دولت لوٹ لیا۔

اسی زمانے میں شاہ عبدالرحمن کے پاس شیونولیس شاہ یونان کے پاس سے سفارت آئی جس کے ذریعے سے اُس نے بادشاہ سے خلیفہ مشرق المعظم کے مقابلے میں مدد مانگی تھی۔ ان سفیروں کا بڑی عزت کے ساتھ استقبال کیا گیا اور جواب میں عبدالرحمن نے شاہ یونان کو یقین دلایا کہ اپنے اندرونی جھگڑوں سے مجھے جس قدر جلد بجات ملے گی اپنے جہاز آپ کی کمک پر روانہ کر دوں گا۔ یونانی سفیر بہت سے قیمتی تحایف ساتھ لے کے یہاں سے خوش و خرم واپس گئے۔ اب فرانس کے پاڑھی عیسائیوں نے اپنے حملہ شہر البیرا اور تلہ حوراء تک پہنچا دیے تھے۔ انھوں نے شہروں کو لوٹ لیا۔ گاؤں میں آگ لگا دی

۷۷ یہ قسطنطنیہ کا بادشاہ تھا جس کی سلطنت رومہ الکبریٰ کی مغربی سلطنت کے مقابل میں یونانی

سلطنت کہلاتی تھی (ترجمہ اردو)

اور کھیتوں کو ہر باد کر ڈالا۔ ان تباہیوں کا حال سن کے بادشاہ کو بے انتہا صدمہ ہوا۔ اور اس نے اپنی سرحد کے والیوں کے نام حکم بھیجا کہ اپنی فوجیں جمع کر کے اس لیے کہ میرا ارادہ ہے بذات خود اس مقدس لڑائی یعنی جہاد میں شریک ہوں۔

۲۲۷ء میں قاضی تہمیر عبد الرحمن ابن فضل الکنانی نے جو عقیقہ کے پہلے والے تھے انتقال کیا۔ یہ بزرگ علم و فضل میں بے انتہا مشہور تھے۔ ان کا بیٹا ابن فضل بھی ان کے مثل قابل و ذی علم تھا چنانچہ عبد الرحمن نے ان کی جگہ اسی کو مقرر کر دیا۔ اور اس علاقے کے لوگوں نے جو ابن فضل کو بہت عزیز رکھتے تھے اس تقریر پر بادشاہ کا شکریہ ادا کیا۔

پنیتا لیسوان باب

اسپین کے ساحل پر نازین لوگوں کا پہونچنا

۲۲۸ء میں ساحل لیبین پر ۵۵ ہزار آئے۔ ان جہازوں پر سوار ہو کر اقوام یاجوج ماجوج اسپین میں آئے تھے۔ یہ وحشی اور مغرور لوگ انتہائی شمال کے ملکوں کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے آ کے شہر لوٹ لیے سخت وحشیانہ مظالم کے ساتھ ان لوگوں کو قتل کیا جو ان کے ہاتھ میں پڑ گئے۔ نہ عورتوں کو چھوڑا نہ بچوں کو اور نہ بوڑھوں کو۔ اسی قدر نہیں ان وحشیوں نے

۲۲۹ء

عرب لوگ انتہائی شمال کے باشندوں کو خواہ وہ کسی ملک کے ہوں یا جوج و ماجوج کہتے تھے۔ یورپ میں یہ لوگ تار من یا تار منین (شالی آدمی) کہلاتے تھے۔ اور دریائے بالٹک اور ساحل ناروے سے روانہ ہو کے یہ لوگ جرمنی۔ فرانس۔ اسپین۔ اٹلی۔ اور آفریقہ کے ساحلوں پر آ کے حملہ آور ہوئے تھے (کاٹھی)

موسیٰ جانوروں تک کو قتل کر ڈالا۔ جب انھیں کوئی اور چیز ملے جانے کے قابل نہ ملی تو انھوں نے عمارتیں جلا دیں یا منہدم کر ڈالیں۔ کھیتوں کو بر باد کر ڈالا اور ہر چیز غارت کر دی۔ اپنے ان افعال سے انھوں نے ثابت کر دیا وہ ساری نوع انسان کے دشمن ہیں۔ تیرہ دن تک وہ شہر تسبن کے قریب پڑے رہے۔ اس کے اطراف و جوانب میں کئی کوس تک تمام گائون میں آگ لگا دی۔ اور سب کھیت غارت کر ڈالے۔ آخر مسلمان سپہ سالاروں نے گرد و نواح کی فوجیں جمع کیں اور انھیں دیکھ کے یہ یاجوج و ماجوج اپنا تمام مال غنیمت جمع کر کے ہمازون پر سوار ہوئے اور سمندر میں غائب ہو گئے۔

لیکن زیادہ زمانہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ پھر ان کے ہمازون اسپین اور آفریقہ کے مغربی سواحل پر نمودار ہوئے۔ حوالبہ اور جزیرہ قادس میں ہمازون آ کر اترے اور سند و نیل تک سارا علاقہ غارت کر ڈالا۔ ۲۳ھ میں یہ ہمازون ایشیلیہ میں بھی نمودار ہوئے۔ محرم کی آٹھویں تاریخ اس کے گرد و نواح میں اترے اور اپنی عادت کے موافق وہاں کو جلائے اور لوٹنے لگے۔ جزیرہ بطل کے باشندوں سے ایک سخت لڑائی ہوئی۔ جو تین دن تک قائم رہی۔ اس لڑائی میں انھوں نے بے انتہا مظالم کیے۔ سخت خونریزی کی۔ اور اس کے بعد جزیرہ مذکور کو جلا کے خاک کر ڈالا۔ شہر ایشیلیہ کے ایک جانب کے علاقے کو انھوں نے لوٹ لیا اور اس کے بعد چاکے قلعہ طہ بلدہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ لیکن وہاں کے بہادر مسلمانوں نے انھیں شکست دے دی۔ اتنے میں انھیں معلوم ہوا کہ پندرہ ہمازون جن پر بادشاہ نے منتخب فوج بھیجی ہو آ یا ہی چاہتے ہیں یہ سنتے ہی اُسی مہینے کی بارہویں تاریخ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد یاجوج و ماجوج مغرب کی طرف چلے گئے۔ اور بادشاہ عبد الرحمن نے بلا و مریہ۔ سنطرم اور قلعہ سیرہ میں اور ان کے

ساتھ ہی اپنے ساحلی وایون اور امیر البحرؤن کے نام فرمان بھیجا کہ ان سواحل کی نہایت مضبوطی کے ساتھ حفاظت کریں اور بادشاہ بذات خود آندلسیہ کے شہروں کو بچانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر کہ ان وحشی لیٹرون نے ملک کو کس قدر تباہ و برباد کر دیا جو اس کے دل کو بے انتہا قلق ہوا۔ لیکن جہاں تک ممکن تھا اپنے لوگوں کو تسلی دی اور انھیں ہر طرح کا اطمینان دلایا۔ شہر اشبیلیہ کی فھیسلون اور قلعہ بند یون کو بے انتہا نقصان پہنچ گیا تھا۔ لہذا اُس نے معارون کو حکم دیا کہ انھیں مرمت کر کے پھر پہلا سا بنا دیں۔ اور اشبیلیہ کے جو باشندے وحشی یا تہوج و بلجوج کے خوف سے اپنے گھروں سے بھاگ گئے تھے اور شہر قرمونہ میں پناہ لی تھی۔ وہ پھر اپنے گھروں میں واپس آئے۔

اسی زمانے میں بادشاہ نے محمد ابن زیاد بن عبد الرحمن النعمنی کو جلیج قرطبہ کا قاضی مقرر کیا۔ یہ اسی شہر کے رہنے والے۔ اور غیر معمولی علم و فضل کے بزرگ تھے۔ اور ان کی زندگی بھی نہایت ہی اتقا و پرہیزگاری میں گزری تھی۔ جس میں انھوں نے بڑی ناموری حاصل کی تھی۔

اب عبد الرحمن نے حکم دیا کہ قادس۔ قرقطاجنہ اور طراغونہ میں جہاد تعمیر کیے جائیں تاکہ سواحل کی حفاظت نگہداشت ہو سکے۔ اور اسکی نگرانی اُس نے اپنے فردنہ یعقوب کے سپرد کی جو ابوقوسہ کے لقب سے مشہور تھا۔ سواحل سے اندرون ملک میں ڈاک پہنچانے کا انتظام بھی اُسی کے سپرد تھا۔ بادشاہ نے یہ بھی حکم دیا کہ اس کی رائے میں ایک صاحب البرید یعنی سڑکوں اور راہداری کا متہم بھی ہونا چاہیے جو اسپین کے ہر فوجی حلقہ اور ہر مرکز عدالت میں مقرر کیا جائے۔ اس کے ماتحت سواروں کی ایک مینہ تعداد ہو۔ جو سرکاری احکام اور ہر خط و کتابت کو سابق سے زیادہ تیزی اور جلدی کے ساتھ پہنچا سکے۔

چھیالیسواں باب

دوسرے مختلف واقعات جو اس کے بعد پیش آئے۔ بادشاہ عبدالرحمن کے کاڑھے اور کٹی ہوئے
 ۱۳۲۲ء میں اسپین میں ایک بہت بڑا قحط پڑا اور وہ اتنے دنوں تک قائم رہا
 کہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے بے شمار مویشی مر گئے۔ کیونکہ سارے تالاب اور چشمے خشک
 ہو گئے تھے۔ انگوڑ کی تانکین اور کل میوہ دار درخت بھی خشک سالی سے جل گئے اور
 گھون اور جو کی فصلیں بالکل جاتی رہیں۔ اس پر تازہ آفت افریقہ کی طرف سے
 مذہبوں کی نازل ہوئی جن کی وجہ سے زمین پر کمین نام کو بھی کوئی بری تپتی نہیں
 باقی رہی۔ فاقوں کی موت سے بچنے کے لیے اسپین کے بے شمار آدمی افریقہ میں
 بھاگ گئے کیونکہ المغرب اور فاس کے سارے علاقے میں ایک وقت گھون (ایک
 عربی وزن) تین درہم کو بکتا تھا۔

دوسرے سال بھی یہ خشک سالی قائم رہی اور کسی قسم کا غلہ یا میوہ نہیں پیدا
 ہوا۔ بادشاہ عبدالرحمن نے سارے ٹیکس اور محصول جو لوگوں کے ذمے واجب الادا
 تھے معاف کر دیئے۔ ان تباہیوں کی وجہ سے بادشاہ اپنے اس جہاد یعنی مقدس
 جنگ پر زور نہ ہو سکا جس کے لیے وہ تیار رہا تھا۔ علاوہ اس کے یہ دھرم گاہیں
 لٹا تھیں کہ کھین یا جوج و جوج پھر سوا حل پر آکے نہ اتر پڑیں۔ چنانچہ مسلمانوں اور
 عیسائیوں دونوں کی مہم کو اس نے روک دیا۔ اور ان کی تلواریں بھی میان
 ہی کے اندر رہیں۔ اپنی قلعہ کے غریبوں کی بسر وقات کے لیے عبدالرحمن نے اسپین
 کے مختلف شہروں میں مسجدیں اور محل تعمیر کرائے شروع کر دیئے۔ قرطبہ میں دریا کے
 کنارے کنارے اُس نے پشتہ یعنی رصافہ بنوایا۔ اور پانی جست کے نلوں کے
 ذریعے سے پہاڑوں پر سے شہر میں لایا۔ اور حکم دیا کہ شہر کے مختلف

جائین۔ اور سنگ مرمر کے حمام تعمیر ہوں تاکہ باشندوں کو زیادہ آسانی ہو۔ انھیں
 دنوں دار السلطنت قرطبہ کے مشہور ایوان قصر روان اور قصر میث اور دیگر خوبصورت
 عمارتیں جو خراب اور منہدم ہو گئی تھیں ان کی از سر نو مرمت کی گئی۔ اور انہیں نہایت
 رونق دی گئی۔ بادشاہ نے شہر کی سڑکوں پر تھڑکھوڑاے اور یہ سب کام تقریباً
 ۱۲۳۸ء میں انجام کو پہنچے۔ ۱۲۳۸ء کے موسم بہار میں عبدالرحمن نے اپنے حاحب
 کو حکم دیا کہ تمام معز و والی جو بڑے بڑے شہروں پر حاکم ہیں اور ان کے ساتھ کل
 شہروں کے قاضی خطیب۔ وزیر۔ اور مشیر و دار السلطنت میں طلب کیے جائیں
 حکم ہوتے ہی یہ سب لوگ قرطبہ میں جمع ہو گئے۔ تب بادشاہ نے اپنے بیٹے محمد کو اپنا
 ولی عہد قرار دیا اور تمام لوگ جو حاضر تھے سب نے بغیر کسی استثناء کے اس
 شہزادے کے سامنے قسم کھائی کہ اسکے فرمانبردار اور مطیع رہیں گے بادشاہ کے اور بیٹے اور بھائی
 بڑے سردار اور اعیان سلطنت بھی اس رسم میں شریک ہوئے اور یہ اعلان ایک
 ایسی تقریب کے ساتھ ہوا جس میں بہت خوشی منائی گئی۔ اس موقع پر عبدالرحمن
 نے اپنے صوبوں کے والیوں کو نہایت پر تکلف دعوتیں دیں۔ ان میں بیش بہا
 انعام تقسیم کیے۔ اپنے سپہ سالاروں کو گھوڑے اور اسلحہ عطا کیے اور اپنے گاؤں کے
 سپاہیوں کو نہایت زرق برق پوشاکیں دیں۔ غریبوں کو بھی اس موقع پر امداد
 کی گئی اور فیاضانہ خیرات سے وہ سب خوش کر دیے گئے۔ اور یہ انتظام سلطنت
 کے شہروں ہی میں نہیں بلکہ نہایت دور دراز کے قصبوں اور نہایت گنہ گاروں
 تک میں ہوا اور دار السلطنت کی طرح ہر ہر گاؤں کے لوگوں کو بادشاہ کی فیاضی سے
 لطف اٹھانے کا موقع دیا گیا۔

اسی سال قاسم ابن ہلال الیقسی نے انتقال کیا۔ یہ ایک بڑے عالم تھے
 اور وادی الجارہ کے قاضی تھے اور وہیں کے رہنے والے بھی تھے۔

۲۳۵ھ کے ماہ صفر میں بادشاہ عبدالرحمن ابن الحکم بیاہڑ امرض اگرچہ روز بروز زیادہ اندوہناک ہوتا جاتا تھا لیکن اس کے روحانی اطمینان میں فرق نہیں آیا تھا۔ اس کی طاقت بے شک زایل ہو گئی تھی۔ لیکن ظاہری متانت میں ذرا بھی فرق نہیں آنے پایا تھا۔ اور زندگی کی آخری گھڑی تک اُس کی خوش مزاجی و خوش اخلاقی میں کسی قسم کا تغیر واقع ہوا تھا۔ آخر سب شہر صفر کو اُس نے اپنی زندگی پوری کی۔ پنجشنبہ کا دن تھا اور شام کی شفق کی روشنی زمین پر پڑی تھی کہ خدا نے اُسے اپنے آغوش رحمت میں لے لیا۔ عبدالرحمن ۶۵ سال۔ تین مہینے اور تین دن زندہ رہا۔ اور اکیس سال تین مہینے اور چھ دن اُس نے حکومت کی اسکے پیتالیس بیٹے تھے۔ شہر اور گرد و نواح کے لوگوں نے قبر تک جنازے کی مشایعت کی۔ اور سارا ملک اس کی موت پر اس طرح رو رہا تھا جس طرح بچے اپنے اچھے باپ کے مرنے پر روتے ہیں۔ اس کی تجیز و تکفین کے رسوم شہر ربیع الاول کی تیسری تاریخ صبح کے وقت ادا کیے گئے اور نماز جنازہ اس کے بیٹے نے پڑھائی۔

بادشاہ عبدالرحمن نے سکہ میں کسی قسم کا تغیر نہیں کیا۔ اُس نے دیسے ہی اور اُسی طرح کے سکے بنوائے جیسے کہ اس کے آباؤ اجداد کے وقت سے بنتے چلے آتے تھے۔ اُس کے عہد میں قرطبہ اور طلیطلہ میں اسلحہ سازی کی صنعت کمال کو پہنچ گئی۔ اور نوجوانوں کی تعلیم کے لیے جو مدارس تمام شہروں اور ملک کے ہر حصے میں کثرت سے قائم ہوئے تھے ان کو بہت ترقی ہوئی۔

سینتالیسواں باب

محمد بن عبدالرحمن کی حکومت

عبدالرحمن کے انتقال کے بعد جو اس نام کا دوسرا اور اسپین میں نسل بنی اسکا

چرتھا بادشاہ تھا اُس کا بیٹا محمد ابو عبد اللہ کی کنیت سے مشہور تھا قرطبہ میں بادشاہ بنا یا گیا۔ اُس کی عمر تیس سال کی تھی۔ اور اس کی ماں کا نام ثمنیہ تھا۔ رعایا نے چھٹی ربیع الاول ۲۳۸ھ کو جمہرات کے دن اُس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے عہد میں لوگوں کو ترقی کی بڑی امیدیں تھیں۔ کیونکہ اُس کے اعلیٰ درجے کے صفات حمیدہ مشہور تھے۔ انصاف۔ رحم۔ شجاعت۔ فطری قابلیت اور علم و فضل میں محمد بن عبد الرحمن کو ہمچن سے شہرت حاصل تھی۔

اس کی سلطنت کے ابتدائی مہینوں میں ایک علمی اختلاف یا جھگڑا پیدا ہوا جس میں جامع قرطبہ کے عالم و فقیہ ایک جانب تھے اور حافظ عبد الرحمن باقی ابن مخلد دوسری جانب۔ اس اندلسی عالم نے ارض مشرق میں جا کے امام احمد ابن محمد ابن جنبل کے نہایت مشہور اور لائق شاگردوں سے علم حاصل کیا تھا۔ قرطبہ میں اُنھوں نے اپنے اصول کے مطابق جو ابو بکر ابن ابی شیبہ کی کتاب مسند میں درج ہیں تعلیم دینا شروع کی۔ یہ آخر الذکر عالم بھی اندلس کے رہنے والے اور اُنھیں کے ہم خیال تھے جامع قرطبہ کے تمام عالموں نے ان سے اختلاف کیا۔ اور بادشاہ کو یقین دلایا کہ ان بزرگ نے قرآن شریف کی تفسیر میں جو اختلاف پیدا کیا ہو وہ ناقابل برداشت ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ جامع قرطبہ کے اصول کو ایک ہزار تین سو عالم مانتے ہیں اور حافظ باقی اور ان کے ہم مذاق فقط دو سو چوراسی عالموں کو اپنی موافقت میں پیش کر سکتے ہیں۔ اور ان میں بھی دس سے زیادہ اتنی لیاقت و شہرت نہیں رکھتے کہ وہ مستند تعلیم کے جائیں۔

حافظ ان عالموں کو خطاب دیا جاتا تھا جن کو بہت سے تاریخی واقعات اور حدیثیں یاد ہوتی ہیں۔

(کائنوسی) حافظ حدیث "کالقب حدیثین میں بہت مشہور ہو۔ جن حدیثیں کو لاکھ سے زیادہ حدیثین

ستھفر ہوتیں حافظ کہلاتے (ترجمہ اردو)

یہ جھگڑا دیکھ کے بادشاہ محمد نے حکم دیا کہ تمام علما اس کے دربار میں جمع ہوں۔
 اس نے بذات خود کتاب مسند ابی حنیفہ پڑھی۔ اور حافظ باقی کی تفسیر سنی۔ پھر ان
 لوگوں کا بیان سنا جو اس کے مخالف تھے۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا جو باتیں
 علما سے جامع قرطبہ بیان کرتے ہیں وہ معمولی اعتراضات اور بے فائدہ کلمے جنہیں
 سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ ان باتوں کا اثر دین پر نہیں پڑتا۔ اس لیے کہ نہ وہ
 قرآن میں ہیں اور نہ احادیث نبوی میں۔ پھر بادشاہ نے کہا جو کفیسر حافظ نے بیان
 کی جو اس سے بہت بجا آد مسال معلوم ہوتے ہیں اور بہت سے قابل تعریف
 وجہ نمایاں ہوتے ہیں لہذا انکی تعلیم کو روکنا نہایت ہی نا انصافی ہے۔ وہ سباحث
 لوگوں کے لیے مفید ہیں خاصہ اس بنا پر کہ خود حافظ مدوح نے جن کی زندگی نہایت
 پاکباز می میں گذرتی ہے ان اصول کی پابندی کی ہے۔

اُسی سال رمضان میں نقیہ وانا عبد الملک ابن حبیب نے قرطبہ میں انتقال
 کیا۔ یہ اندلس کے رہنے والے تھے اور آسمانی کے لقب سے مشہور تھے انھوں
 نے مشرق کی تمام مشہور جامعوں کی درس گاہوں میں تعلیم پائی تھی۔ اور ہر جگہ اپنے
 علم و فضل اور اپنی خوش مزاجی کی وجہ سے بہت ناموری حاصل کی تھی۔ تمام ملکوں
 کے عالم ان کی تصانیف کو ڈھونڈتے اور ان کی قدر کرتے تھے۔ بعض مورخ ان بزرگ
 کی وفات دوسرے سال بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انھوں نے اُس سال ذی الحجہ کی
 بارھویں تاریخ ہفتہ کے دن انتقال کیا۔

عامر ابن عبد الرحمن ابن مردان العقیقی نے بھی اسی سال انتقال کیا۔ یہ
 مدینہ کے رہنے والے اور اپنے علم و فضل اور اپنی نظموں کی وجہ سے مشہور تھے
 اور لوگ ان کو ابوالفضل کی کنیت سے بھی یاد کرتے۔ ان کے انتقال سے بہت
 لوگوں کو صدمہ ہوا جو مدت تک قائم رہا۔

اڑھتالیسواں باب

سرحد جلیقیہ اور طلیطلہ میں جنگ

بادشاہ محمد کو اشاعت اسلام کا بے انتہا خیال تھا۔ اپنی اس دھن میں کہ دین اسلام اسپین کی سرحدوں میں پھیل جائے اور نیز اس خیال سے کہ اہل فرانس و جلیقیہ کے متواتر حملوں کے روکنے کی ضرورت تھی اُس نے مزیدہ اور سرسر قسط کے والیوں کو حکم دیا کہ فوجیں جمع کریں اور اپنی مجتہد قوت سے سرحد کی طرف کوچ کریں۔ اس حکم کے مطابق دونوں والی روانہ ہو گئے۔ اور فرانس کے مقابلے میں انھیں اپنے حملوں میں نہایت کامیابی حاصل ہوئی۔ پہاڑوں سے گزر کے انھوں نے شہر تروٹونہ کے گرد و نواح پر حملہ کیا۔ جان بے شمار قیدی بہت سامال و دولت اور مویشی اور دیگر اقسام کی بیش بہا چیزیں ہاتھ آئیں۔ لوگ ہر جگہ مسلمان فاتحین کے آگے سے بھاگتے تھے یا خود حاضر ہو کے اپنا مال و متاع ان کے حوالے کر دیتے تاکہ ان کے غیظ و غضب کی مصیبت سے محفوظ رہیں۔

لیکن جلیقیہ کی سرحد پر مسلمانوں کے حملے کا نتیجہ اس کے خلاف ہوا اس لیے کہ والی موسیٰ ابن زیاد و الجدرعی کو حصن البیضاء کے قریب عیسائیوں نے شکست دے دی۔ دشمنوں نے قلعہ مذکور پر قبضہ کر لیا۔ اور جو مسلمان سپاہی اُس پر قابض تھے انھیں کاٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اس افسوسناک سانحے کی خبر فوراً قطبہ میں پہنچ گئی۔ اور بادشاہ کو اپنے سپہ سالار کی شکست کا حال سُن کے بڑا صدمہ ہوا۔ لیکن درباریوں نے جو موسیٰ کے دشمن تھے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اُس پر قسمت خجگو کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ چنانچہ انھوں نے اُس پر یہ بُرا الزام عائد کیا کہ اُس نے عیسائیوں سے رشوت میں ایک بڑی بھاری رقم لے کے

ہا نیماہ صلح کر لی اور قلعہ انکے حوالہ کر دیا۔

بدخواہوں کی ان باتوں پر بادشاہ نے ضرورت زیادہ توجہ کی اور موسیٰ بن زیاد کو حکومت تر قسط سے معزول کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے بیٹے ربیع بن موسیٰ کو بھی جو والی طلیطلہ تھا اس کی خدمت سے صلح کر کیا۔ اس نا انصافی سے برا فروختہ ہو کے دونوں سپہ سالاروں نے بغاوت کر دی۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انھیں اپنے صوبے کے لوگوں پر بھروسہ تھا۔ جو ان کے طرفدار تھے۔ اسکے بعد انھوں نے عیسائیوں کے ساتھ ایک خفیہ سازش کر کے جلیقیہ کے لوگوں سے ہنگامی صلح کر لی۔ اور اُن سے مدد مانگی۔ اور جب یہ سب کارروائیاں تکمیل کو پہنچ گئیں تو انھوں نے اپنے آقا کے مقابلے میں ہتھیار اٹھا لیے۔ ان واقعات کی خبر قرطبہ میں پہنچی تو بادشاہ کو ان افواہوں کا بالکل یقین آ گیا جو موسیٰ بن زیاد کے دشمنوں نے اُس کے قانون تک پہنچائی تھیں۔ اس نے زیادہ تیار یوں میں وقت نہیں ضائع کیا۔ بلکہ جس قدر فوج اندلس میں موجود تھی اسی کو ساتھ لے کے باغیوں کے اشتیصال کے لیے چل کھڑا ہوا۔ اسی اثنا میں فرما زو اسے جلیقیہ نے بھی ایک بہت بڑا لشکر طلیطلہ کے باغیوں کی مدد پر روانہ کیا جو اپنے شہر کو بڑی مستعدی کے ساتھ بادشاہ کے ہاتھ سے بچا رہے تھے۔ اندلس کی فوج پہاڑوں میں سے گزر گئی اور بادشاہ محمد جو بخوبی جانتا تھا کہ باغی اپنے قلعے کی مضبوطی کی وجہ سے ہرگز ایسی جرأت نہ کریں گے کہ باہر نکل کے مقابلہ کریں اُس نے کچھ ایسی تدبیریں کیں کہ انھیں نکل کے مقابلہ کرنا پڑا۔ بادشاہ نے اپنی فوج کی ایک مضبوط جماعت ایک گھنے جنگل میں چھپا دی اور خود ایک بہت ہی مختصر رسالے اور تھوڑی سی سپہیل فوج کو ہراد لے کے سامنے میدان میں آیا اور شہر والوں کے سامنے بعض ایسی حرکتیں کیں جن سے انھیں معلوم ہوا کہ بادشاہ نے ابھی کوئی

مستقل ارادہ نہیں کیا ہے۔ نہ وہ کسی جگہ ٹھہرا ہے۔ نہ کہیں اپنا خیمہ قائم کرایا ہے۔ اور شہر والوں کی یورش سے اسے خون اور بے اطمینانی ہے۔

والی طلیطلہ نے یہ یقین کر لیا کہ یہ فوج مقدمۃ الجیش کا فقط ایک حصہ ہے لہذا مناسب ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر بادشاہ کو شکست دیدے۔ تاکہ وہ زبردست لشکر

جو پیچھے آ رہا ہے وہ بھی ہیکا رہ جائے۔ یہ سوچ کے اپنی ساری فوج اور کل مددگاروں کو لے کر وہ دشمن کے مقابلے میں نکل پڑا اور تھوڑی سی خفیف لڑائی کے بعد جس میں کوئی اہمیت نہ تھی۔ شاہی فوج آہستہ آہستہ دآوی قلعہ کی جانب ہٹنے لگی

یہ دآوی قلعہ وہی مقام تھا جہاں بادشاہ نے اپنی فوج چھادی تھی۔ طلیطلہ کے لوگ جو چاہتے تھے کہ اس فتح سے فائدہ اٹھائیں اور دشمنوں کو مار کے بھگا دیں خود ہی تعاقب کر کے اس پھندے میں پھنس گئے جو ان کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ آخر

موقع کا وقت آگیا۔ اور ناگہان بادشاہ محمد کے سوار جو خود اُس کے اور ہاشم ابن عبدالعزیز کی ماتحتی میں تھے طلیطلہ والوں پر پیچھے سے اور نیز ایک پہلو سے حملہ آور ہوئے

باغی جو یک بیک گھیر لیے گئے تھے نہایت پریشان ہوئے۔ اور اُن میں بہت ہی سخت خونریزی ہونے لگی۔ زمین ان کی لاشوں سے پٹ گئی جو خون میں لتھڑی

پڑی تھیں۔ اس خوفناک میدان میں آٹھ ہزار عیسائی اور سات ہزار مسلمان قتل ہوئے۔ چند بقیۃ السیف جو اس قتل عام سے جان برباد ہو سکے وہ شہر میں

داخل ہو گئے۔ لیکن اُس کی دیواروں کی مضبوطی پر ہر دوسہ ہونے کے باعث اب بھی اُنھوں نے اطاعت سے انکار کیا۔ اگرچہ بادشاہ محمد نے ان کا تصور معاف کرنے

اور پناہ دینے کا بھی وعدہ کیا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اپنے آپ کو بغیر کسی شرط کے بادشاہ کے رحم پر چھوڑ دیں۔

یہ خیال کر کے کہ یہ محاصرہ مدت تک قائم رہیگا۔ بادشاہ قرطبہ واپس آیا۔ اور

فوج کو اپنے بیٹے المنذر کی ماتحتی میں چھوڑ آیا۔ جو ان دنوں میان پہلی مشق پہنکری
ذہب و آزما کی کر رہا تھا۔ اور اس خلجی کی تعلیم کا اُسے بے انتہا شوق تھا۔ نو جوان غزنوی
کے وزیر و شیر سپہ سالار عبدالملک بن عبدالسد ابو مروان اور ابن عبدالعزیز تھے۔ اسی
طلیطلہ کے محاصرے میں عبداللہ اور ابن ابی شیبہ نے انتقال کیا جو انقولیہ علاقہ
اشبیلیہ کے رہنے والے تھے۔ اور بڑے شجاع اور نامی گرامی شہسوار تھے۔

بادشاہ محمد قرطبہ میں واپس آیا تو لوگوں نے بڑی خوشی سے اس کا خیر مقدم کیا
اور واقعی سارے شہر میں کوئی چھوٹا یا بڑا نہ تھا جو اپنے بادشاہ کی آمد آمد سن کے
شہر پناہ کے باہر نکل آیا ہو۔ قرطبہ میں بادشاہ کا داخلہ ۲۸^ھ میں ہوا۔ دوسرے
سال شہزادہ المنذر طلبیرہ کے قلعجات قلعہ رباح اور اقلیس حوہہ شوریطہ وغیرہ
کے معائنہ کے لیے ایک حصہ فوج ساتھ لے کے روانہ ہوا۔ طلیطلہ کے لوگوں کو
حریف کی حالت کے آنے کا موقع مل گیا۔ فوراً نکل پڑے۔ اُن فوجوں پر چل گیا
جو محاصرہ کیے ہوئے تھیں اور دم بھر میں انھیں شکست دے کے منتشر کر دیا جن
میں سے اکثر قتل ہوئے اور باقی ماندہ لوگ بھاگے جن کا اہل طلیطلہ نے طلبیرہ کی دیواروں
تک تعاقب کیا جہاں اُن لوگوں نے پناہ لینی چاہی تھی۔ شہزادہ المنذر کو جیسے ہی
اس سانحہ کی اطلاع ملی والی طلبیرہ کو اپنے ہمراہ لے کے باغیوں کے مقابلے پر روانہ
ہوا۔ پہنچتے ہی انھیں مار کے بھگا دیا اور ان کو ایسا تنگ پکڑا کہ بڑے نقصان کے
ساتھ انھوں نے طلیطلہ میں گھس کے پناہ لی۔ شاہزادے نے اپنی اس کامیابی کی
اطلاع قرطبہ میں کی اور اس کے ساتھ سات آٹھ سو سر بھی بھیجے اور بادشاہ نے اپنے
باپ کی خدمت میں لکھا کہ اُن سات سو باغیوں کے سرہین جو بھاگے اور میں نے
تعاقب کرنے میں انھیں زندہ گرفتار کر لیا تھا۔ اور میرے سپاہیوں نے خاص میرے
حکم سے ان کے سر کاٹے ہیں۔ بادشاہ محمد نے حکم دیا کہ وہ سب سر فیصل کے برجوں پر

لکھ دیے جائیں۔

اب محاصرے کو تازہ جوش سے قائم کر کے شاہی فوج نے انگور اور دیگر میوہ جات کے باغ جو طلیطلہ کے گرد نہایت خوش اسلوبی سے پھیلے ہوئے تھے پر باد کر ڈالے۔ اور ایک سخت حملے میں جو الئڈر نے باغیوں پر کیا تھا ایک پُل شہدم کر ڈالا جس پر بے شمار باغی جمع تھے اور اس کے گرتے ہی سب مر گئے۔ غرض تین سال تک شہر طلیطلہ کے گرد و نواح میں اسی قسم کی تباہیان ہوتی رہیں۔ صلح جو باغیوں سے اور غریب مزدور بڑے اندوہ و غم کے ساتھ دیکھتے تھے کہ اُنکے مکان اور کھیت پر باد ہو رہے ہیں۔ ان کے باغ اور دیہات کے مکانات جن پر ان کی زندگی کا دار و مدار تھا باغیوں اور شورش کرنے والوں کی ضد پر قربان ہو رہے ہیں۔ ان باغیوں میں زیادہ تر یہود تھے اور مضاربین یعنی بد عقیدہ اور بے دین مسلمان تھے۔ یہ سب نے خود بادشاہ محمد آ کے محاصرہ کرنے والوں میں شریک ہو گیا۔ اور جب عوام شہر کو اس کے آنے کی خبر پہنچی تو ان میں سے چند لوگ خفیہ طور پر نکل کے اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اگر حضور بادشاہ معافی و جان بخشی کا وعدہ کر کے ہمیں اطمینان دلائیں تو یا تو ہم شہر پر ان کا قبضہ کر دیں گے۔ اور اگر باغیوں نے نہ مانا تو ان کے سردار دن کو قتل کر ڈالیں گے۔ بادشاہ نے اُن کی شرط منظور کی۔ اور اُن سے وعدہ کیا کہ شہر طلیطلہ اگر ایک مہینہ تاریخ تک ہمارے حوالے کر دیا گیا تو ہم شہر کے تمام لوگوں کا قصور معاف کر دیں گے۔ تاریخ مہینہ سے پہلے ہی بادشاہ کے داخلے کے لیے پھاٹک کھول دیے گئے۔ اور بہت سے باغی سردار دن کے سر اُس کے قدموں کے آگے پڑے ہوئے تھے۔ باقی باغی یا تو بھیس بدل بدل کے شہر سے بھاگ گئے یا شہر کے اندر ہی اس طرح پھپھ رہے کہ کسی کو اُن کا پتہ نہ لگ سکا۔

بادشاہ نے اگرچہ طیلطلہ کے لوگوں سے معافی کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اس نے وہاں کے تمام وزیرون اور قاضیوں کو جو مسلمانوں اور عیسائیوں پر حکومت کرتے تھے معزول کر دیا اور ان کے عہدوں پر اپنے بھروسے کے لوگوں کو مقرر کیا۔ چند جدید قانون بھی وہاں کے لیے وضع کیے اور حکم دیا کہ پولیس کی کارروائیاں نہایت سختی کے ساتھ حل میں آئیں تاکہ اس لیے کہ بادشاہوں کی چشم پوشی اور بُر دباری نے اہل طیلطلہ کو گستاخ و سرکش بنا دیا ہو۔

انچا سوان باب

اسپین کے ساحل پر یا جوج و ما جوج کا دوبارہ آنا۔
بادشاہ محمد ملک میں امن و امان قائم کرنے اور سلطنت کے اندرونی جھگڑے مٹانے میں مصروف تھا کہ دفعۃً یا جوج و ما جوج کے ساتھ جہاز پر ساحل اسپین پر نمودار ہو گیا۔ رائے میں وہ جہاز دن سے اتر پڑے اور قرحمہ۔ قناعہ۔ رضویہ اور حوالیہ رومند امین لوٹ مار چا دی۔ وہ جس طرف نکل جاتے معلوم ہوتا کہ ایک نہایت ہی تباہ کن طوفان آ گیا ہو۔

ملک کے اندرونی حصوں میں گھسنے کی تو اُنھوں نے جرأت نہیں کی لیکن جتنے شہر سمندر کے کنارے تھے انھیں جلا کے خاک کر ڈالا۔ اور جان کہیں ساحل کے قریب کوئی عمارت ملی اُسے تباہ کر ڈالا۔ خصوصاً ان بروجوں کو جو نہجانی کے لیے تعمیر کیے گئے تھے۔ اُنھوں نے انھیں اُگی مسجد کو لوٹ لیا جو جامع الایات کے

ع شریف اور اسی بیان کرتا ہو کہ انھیں امین ایک مسجد تھی جو الایات یعنی مجتہدوں والی مسجد کہلاتی تھی اور وہ امین سمندر کے ساحل پر واقع تھی۔ سورخ مذکور یہ بھی بیان کرتا ہو کہ اس مسجد کا یہ نام اس وجہ سے مشہور ہوا کہ انچ اسپین کے رہنے میں طارق نے اپنے تمام افسروں کو مشورہ کرنے کیلئے وہاں جمع کیا تھا۔ اس دن وہاں جو کہ بہت سے مجتہدے جمع ہو گئے تھے۔ اس لیے اس کا یہی نام پڑ گیا (کاٹھی)

تام سے مشہور تھی مگر جیسے ہی انھوں نے سنا کہ بادشاہ محمد کے سوار قریب آپہونچے
 ہیں فوراً بغیر کسی تاخیر کے اپنے جہازوں پر سوار ہو کے افریقہ کے سواحل پر چلے گئے
 اور اس ملک کا ساحلی حصہ برباد کر کے موسم سرما بسر کرنے کے لیے وہ پھر اسپین
 میں آئے اور بے شمار مال و دولت لوٹ کے سمندر میں غائب ہو گئے۔ یہ ۱۴۸۶ء
 کا واقعہ ہے۔

اس اثناء میں عیسائیوں کی فوجیں بڑی دلیری و جرأت کے ساتھ حملے
 کرنے لگی تھیں۔ اور اُن کے تیز رو سوار سلاٹک اور تورجیہ کے نواح تک پہنچ گئے
 تھے۔ اور اُس علاقے کے دالی زید ابن قاسم کو بڑے نقصان کے ساتھ شکست
 دے دی تھی۔ اس کی اطلاع قرطبہ میں کی گئی۔ اور بادشاہ نے اپنے والیوں کو
 حکم دیا کہ جلیقہ پر فوج کشی کرنے کے لیے اپنی فوجوں اور سالوں کو جمع کریں۔ ساتھ ہی
 جس قدر فوجیں جمع ہو سکیں انھیں ساتھ لے کے شہزادہ المنذر خورآدار السلطنت
 سے چل کھڑا ہوا۔ دریا سے ڈورو کے ساحل پر پہنچ کے اُس نے اپنی فوج
 کے پانچ حصے کر دیے۔ ایک مقدمہ۔ دوسرا تینہ تیسرا بیسرا چوتھا قلب اور
 پانچواں حصہ فوج محفوظ رکھا۔ اسی تقسیم کو اہل عرب انجیس کہتے تھے اور اسی

ع ۱۴۸۶ء (کاڈی)

ع ۱۴۸۶ء انجیس یعنی پانچ حصوں کا مجموعہ اور عربی پوری فوج مراد لی جاتی۔ ایک فوج کو انجیس اس وقت کہتے
 جبکہ اُس میں پانچ حصے یعنی مقدمہ۔ قلب۔ التینہ۔ التیسرا اور آسا قہون۔ ان سے مطلب یہ ہے
 کہ آگے کی فوج۔ درمیان کی فوج۔ دامن اور بائیں کی فوج اور پچھلی فوج۔ تیسرا
 ابن سعید متوطن الورا اس لفظ کے یہی معنی بتلاتا ہے۔ لیکن ہمارے قدیم عربی
 مصنف انجیس۔ اور الفلاس سے فقط لڑنے والی فوجیں مراد لیتے ہیں۔

(کاڈی)

ترتیب سے شہزادہ المنذر نے عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔ مقدمۃ الجیش کا سپہ سالار محمد القوط تھا اور قلب کی فوج خود شہزادہ المنذر کے زیر علم تھی۔ اس نے عیسائیوں کو ایک بڑے نقصان کے ساتھ شکست دی۔ فقیاب ہو کے اس نے عیسائیوں کا تعاقب کیا اور ان کی سرحد میں گھس کے ان کے چند مقبوضہ قلعوں کو بھی فتح کر لیا۔ فرانس کے پاڑوں میں نبلونا تک پہنچ کے بہت سے قیدی گرفتار کیے اور بیشمار قیمت حاصل کی۔

اس ہم بین جو ۱۱۲۷ء میں پیش آئی۔ شہزادہ المنذر کے ہاتھ میں ایک نہایت ہی بہادر اور نامور عیسائی گرفتار ہوا جس کا نام فرطون تھا۔ اسے شہزادہ اپنے ساتھ قرطبہ تک لے گیا۔ لیکن وہاں پہنچ کے آزاد کر دیا۔ اور وہ شریف قیدی ایک مدت تک اُسی شہر میں پڑا رہا اور وہیں ایک سوجھبیس برس کا ہو کے مرا۔ ۱۱۲۹ء میں جلیقیہ اور فرانس کے کوہستانی عیسائیوں نے پھر حملے شروع کر دیئے۔ شہر لوٹ لیے۔ کھیت غارت کر ڈالے۔ اور سرحدی علاقے کے مسلمانوں کو کپڑے لے گئے۔ بادشاہ نے سپہ سالاروں اور والیوں کو حکم دیا کہ جہاد کے لیے تیار ہو جائیں۔ اور اپنی فوجیں جمع کیں۔ یہ فران شاہی اسپین کے تمام مہر دن پر نایا گیا جس کے اثر سے ہر علاقہ قضا میں علم جہاد بلند ہوئے۔ اور سب لوگ تیار ہو گئے کہ حکم آتے ہی چل کھڑے ہوں۔

۱۱۳۰ء کے آغاز میں مشہور و معروف اسٹیشین پیچی ابن الحکم نے جو الفزال کے لقب سے مشہور تھا قرطبہ میں انتقال کیا۔ یہ بادشاہ ہشام اور اس کے بیٹے آحکم کے عہد میں امیر البحر رہ چکا تھا۔ بادشاہ عبد الرحمن کے عہد میں اس نے دوبار شاہ یونان اور دیگر مسیحی درباروں میں سفارت اسپین کی خدمت انجام دی تھی۔ اور اپنے طرز عمل اور اپنی قابلیت و ذہانت کی وجہ سے ہر جگہ بڑی قدر کی نگاہ سے

دیکھا جاتا تھا حقیقت میں وہ عجیب غریب شخص تھا۔ اُس کی وہ نظم جس میں اُس نے ایک طوفان کا حال بیان کیا جو اُسے سفر یونان میں پیش آ پلٹا مہابت مشہور ہو گیا۔ ابی بن الحکم کی موت پر بادشاہ کو بڑا صدمہ ہوا۔ لیکن اس کی عمر پوری ہو چکی تھی کیونکہ اب وہ چورانوے سال سے تہا و زکر چکا تھا۔ یہ نامی گرامی شخص شاہین بادشاہ عبدالرحمن ابن معاویہ کے عہد حکومت میں پیدا ہوا تھا۔

پچاسواں باب

جلیقیہ میں جنگ اور حفصون ابن جعفر ابن آریوس کی بغاوت کی ابتدا فرانس اور جلیقیہ کے لوگوں کی کامیابی سارے اسپین میں مشہور ہو گئی تھی اور ان اہم واقعات کے ذکر میں لوگوں نے مبالغے سے بھی خوب خوب کام لیا۔ مقام جنگ سے جس قدر مسافت بڑھتی جاتی تھی اسی قدر مبالغہ بھی بڑھتا جاتا تھا۔ شہرون اور ان کے باشندوں کے نقصانات حملہ آوروں کی تعداد اور ان کے حملوں کی شدت۔ غرض ہر ادنیٰ سے ادنیٰ معاملہ صل سے بہت بڑھا کے بیان کیا جاتا۔ بادشاہ کو ان تمام واقعات کی اطلاع اپنے والیوں سے ملی حفصون نے مریدہ سے سوار بھیج کے بادشاہ محمد کو اطلاع دی تھی کہ شاہ جلیقیہ کو سی طانیہ میں داخل ہو گیا ہے۔ شہر لبین کے گرد تمام کھیت برباد کر ڈالے ہیں جن شہرون کے گرد شہر شاہ نہیں ہے انھیں اس نے بالکل لوٹ لیا ہے۔ پل میں آگ لگا دی ہے اور ان سب باتوں کا نتیجہ ہوا کہ بے شمار مال غنیمت اور قیدیوں اور مویشی کے گلوں کو کپڑے گیا ہے۔

بادشاہ محمد یہ خبر سنتے ہی اندلس کے سواروں کے ساتھ روانہ ہوا۔ پھر مریدہ کی فوجوں کو اپنے ساتھ لے کے اُس نے جلیقیہ پر حملہ کیا اور شہر نیتاق تک اُس

ملک میں گھسٹا چلا گیا۔ عیسائی بھاگ کے اپنے پہاڑوں میں چلے گئے اور ان قلعوں میں قلعہ بند ہو کے بیٹھ رہے جو پہاڑ کی چوٹیوں پر تعمیر کیے گئے تھے۔ بادشاہ خود شہر زمرہ کے راستے سے واپس آیا اور مزیدہ کے سواروں کو اس نے سلام کا کے راستے سے بھیجا۔ پھر خوشترقبہ کے سواروں کو ساتھ لے کے نواح طلبطرا میں آیا۔ بعض مورخ اس ہم کو سنہ ۲۲۴ء میں بتاتے ہیں اور بعض ۲۲۹ء میں لیکن آخری تاریخ زیادہ قریب قیاس معلوم ہوتی ہے۔

اسی زمانہ میں سرحد فرانس پر ایک بغاوت پیدا ہوئی جو انجام میں بڑھ کے نہایت اہم ہو گئی۔ جس شخص نے اس بغاوت کا آغاز کیا اس کے متعلق ہمارے مورخین کا بیان یہ کہ وہ ایک جہول الحال شخص تھا اور آخر تک پتہ نہ لگ سکا کہ وہ کس خاندان سے تھا۔ اس کا نام عمر ابن حفص تھا۔ لیکن بعد کے زمانے میں وہ ابن حفصون ابن جعفر ابن آریوس کے لقب سے مشہور ہوا۔ بس یہی اُس کا نسب نامہ ہے جو بعض مورخ اس کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ محمد عبدالعزیز ابن سبعون القزروانی لکھتے ہیں کہ انھوں نے اس باغی کا حال خود اپنے بیٹے کی زبان سے سنا۔ لیکن وہ بھی اس شخص کے خاندان کے متعلق کوئی یقینی بات نہیں بیان کر سکتے۔ یہ شخص ابتداً شہر آیہ کے گرد نواح میں جو شہر زمرہ کے قریب ہے، محنت مزدوری کر کے نہایت ذلیل حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اس تنگی کو وہ برداشت نہ کر سکا اور شہر طریغہ میں چلا گیا کہ شاید وہاں کوئی اچھا ذریعہ معاش پیدا ہو جائے۔ وہاں اسے چند بد معاش ملے ان کے گرد وہ میں شریک ہو کے وہ عام گذرگاہوں پر ہزنی کرنے لگا۔ اور چند روز میں اپنی مردانگی و دلیری کی بدلت ان کا سر غائب کیا۔ امن و امان قائم کرنے اور اس کی جماعت کو منتشر کرنے کی جتنی تدبیریں کی گئیں سب بے کار ثابت ہوئیں۔ بلکہ اُن تدبیروں کی ناکامی کا یہ

اجہام ہوا کہ اُسے ایک قسم کی شہرت اور نمود حاصل ہو گئی۔ اور وہ شہرت اس کا ذریعہ ہو گئی کہ اس کے ہمراہیوں کی تعداد بڑھ گئی۔ آخر بڑھتے بڑھتے ان ڈاکوؤں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو گئی کہ ابن حفصون نے شہر آڑ ہر ویرا یعنی مضبوط قلعہ بریشتر ہر قبضہ کر لیا۔ اس قلعہ کی نسبت مشہور تھا کہ ناقابل فتح ہے۔

غرض جس بغاوت کا ہم ذکر کرنے والے ہیں دراصل اُس کا آغاز یون ہوا گو کہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مختلف واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔^{۲۵۰} مین ابن حفصون اندلس سے نکلا گیا۔ اور اپنے گروہ کو لیکر سرحد فرانس میں داخل ہو گیا۔ وہاں جا کے قلعہ رہط الیہود پر قابض ہو گیا یہ قلعہ بھی اپنے موقع کے لحاظ سے بالکل ناقابل فتح تصور کیا جاتا تھا کیونکہ ایسے سنگلاخ پہاڑوں کی چوٹی پر واقع تھا۔ جن پر چڑھنا غیر ممکن تھا۔ پھر اس پہاڑ کے نیچے چاروں طرف سے ہو کے ایک گہری ندی بھی بہی تھی۔

کوہستان فرانس کے مسیحیوں نے اس ڈاکو کی ابتدائی کامیابی دیکھ کے بلا تامل اس سے دوستی پیدا کر لی۔ اور سرکشی اور بغاوت پر آمادہ ہو کے اہل عین سا اہل بن عوارہ اور اہل بن عسق باہم متحد ہو گئے۔ اس کے بعد ان سب نے عمر ابن حفصون کی جماعت میں شامل ہو کے بلاد بریشتر۔ ہوسقہ اور آراغہ پر اس طرح تاخت کی جیسے طوفان کے زمانے میں کوئی ندی یکایک پہاڑوں پر سے اتر پڑتی ہو انھوں نے شہروں کو اپنے بادشاہ کے خلاف کر کے سرکشی پر آمادہ کر دیا۔ صرف ان لوگوں کو امان دی جو ان کے گروہ میں شریک ہو گئے۔ اور ان سے وعدہ کیا کہ سرحد کے وادیوں کے دستِ ستم سے ہم تمہیں بچائیں گے۔ لیکن جو لوگ انکی جماعت میں نہیں شامل ہوئے انکے کھیت انھوں نے تباہ کر ڈالے اور ان کے مکانات میں آگ لگا دی۔ اُس سردین کے کسی مضبوط قلعے کے لیے

اور آخر ان کا حوصلہ اس قدر بڑھ گیا کہ شہر تریہ کے نواح میں گھس پڑے۔

والی سرقسطہ نے ان بد نعلیوں کو ان کے آغاز میں نہایت آسانی سے رفع دفع کر دیا ہوتا لیکن اتفاقاً اُسے یزید بن ہونجی تھی کہ میں معزول کر دیا گیا ہوں اور وہ ایک طیش اور غصے کے ساتھ نئے والی کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اسی فکر میں اُس نے اس بد نعلی کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ اور اپنے شہر میں خاموش بیٹھا رہا۔ یہ بھی حکم نہ دیا کہ اس القضیہ (حلقہ عدالت) کے القاید اپنی فوجیں جمع کریں بلکہ اپنی خاموشی سے اس خطرے کو بڑھنے کا موقع دے دیا۔ اور اس باغی جماعت کے مقابلے میں جس نے پہلے پہل سر اٹھایا تھا ایک سپاہی بھی نہ بھیجا گیا۔ اسی قدر نہیں بلکہ تریہ کا القایہ عبد الملک ابن عبد اللہ حصون ابن آربوس کے گردہ میں شامل ہو گیا۔ اور اسے خود ہی اپنے شہر کے اندر داخل ہونے کی اجازت دیدی۔ دوسرے غیر مشہور قلعوں کے قائدوں نے بھی اس کی تقلید کی۔ ان اسباب سے باغیوں کی اس قدر ہمت بڑھ گئی کہ انھوں نے اپنی فوجیں سارے ملک میں پھیلا دیں اپنے حملے دریا سے عبور کے کنارے تک پہنچا دیے۔

جب بادشاہ محمد کو اس بغاوت کی خبر پہنچی اس نے اپنے والیوں کو لکھا اور حکم دیا کہ ایک بڑی بھاری زبردست فوج جمع کریں تاکہ ایک ہی حملے میں ان باغیوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ علاقہ اندلوسیہ کی فوجیں لے کے بادشاہ خود قرطبہ سے طلبہ میں آئے۔ وہاں پہنچتے ہی سارے صوبے کی فوجیں آ کے اُس سے مل گئیں۔ اس کے بعد بادشاہ کے پوتے تریہ ابن قاسم نے مرتبہ اور بنسبیہ کے لشکروں کے ساتھ مقام بغاوت کی طرف کوچ کیا۔ سرحد جلیقیہ کی حفاظت بادشاہ نے شہزادہ المنذر کے سپرد کی۔ چنانچہ بادشاہ کا حکم پہنچا کہ تریہ اور توسیطانیہ کی فوجوں کے ساتھ تم اس سرحد پر ٹھہر کے دشمن کی مدافعت کرو۔

اکا و نوان باب

حضور ابن آریوس کی نمک حرامی

جب عمر ابن حفصون نے دیکھا کہ اتنا بڑا عظیم الشان طوفان اُس کے سر پہ جمع ہو گیا ہے تو نہایت عاجزانہ طریقے سے بادشاہ کی خدمت میں عرضداشتیں بھیجیں جن میں دروغ بیانی اور مکاری کی اطاعت کے ساتھ زمین و آسمان کی قسمیں کھا کر عرض کیا کہ میری پہلی حرکتیں اس چالاک سے اور اس غرض کے لیے اختیار کی گئی تھیں کہ اسلام کے دشمنوں کو تباہ و برباد کر دوں۔ اس کے بعد اس نے لکھا ”جیسے ہی مناسب موقع اچھ آئے گا میں اپنے اسلحہ کو فوراً فرانس کے عیسائیوں کی طرف پھردونگا۔“

آخر میں لکھا ”امید ہے کہ حضور کو اب میری وفاداری و نیک نیتی میں کوئی شک و شبہ نہ رہا ہوگا۔ میں نے اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ ہر جہاد دشمنی کی ہے اس کو حضور از یادہ اہمیت نہ دیں بلکہ مشرقی سرحد یا بلنسیہ کی فوجوں سے میری مدد کریں۔ اور اگر اسکی مرضی نہ ہو تو حضور کم سے کم مجھے ایک عارضی زمانے تک صلح مرحمت فرمائیں اور اجازت دیں کہ اس مدت تک میں ہوسقہ اور بر بستر کے القصیون (علاقوں) پر قابض رہوں تاکہ اس سے قوت حاصل کر کے میں اس قابل ہوں سکوں کہ دشمنان دین پر حملہ کر دں جس کی میں تیاریاں کر رہا ہوں۔“ اسی کے ساتھ ان چکپی چڑی باتوں نے جو ابن حفصون کے زبان اور سیفر نے بہت ہی خوش آئند اور اطمینان دلانے والے لفظوں میں بادشاہ محمد کے سامنے زبان سے ادا کیں اسے پورا پورا یقین آگیا کہ ابن حفصون سچ کہتا ہے۔

قادر مطلق! جب تجھے منظور ہوتا ہے کہ کوئی سلطنت مٹ جائے یا کوئی قوم تباہ و برباد ہو تو اکثر تیری یہ مرضی ہوتی ہے کہ ہماری لاعلمی کو اس تباہی کا ذریعہ بنائے۔ اور

ہم خود ہی وہ ہتھیار اپنے دشمنوں کے ہاتھوں میں دے دیتے ہیں جس سے ہمیں
وہ تباہ کرتے ہیں۔ یا ہم آنکھیں بند کر کے ایسے پہاڑ کی طرف دوڑتے ہیں جس کے
پچھے گز کے ہم پاش پاش ہو جائیں۔ اس وقت بھی تیری ایسی ہی مرضی ہوئی چنانچہ
تو نے بادشاہ محمد کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور ابن حصون کے جھوٹے وعدوں اور
مکر و فریب کی باتوں کا اُسے یقین آ گیا۔

ان سکاری کی تجویزوں کا بادشاہ محمد نے نہایت اطمینان بخش الفاظ میں جواب
دیا اور لکھا کہ زید ابن قاسم کی فوجوں کو تم اپنے ساتھ لے لو۔ اور وعدہ کیا کہ اگر تم جریر
فرانس پر قابض ہو گئے اور اُن قلعوں کو فتح کر لیا جو فی الحال مسیحیوں کے قبضے
میں ہیں تو ہمسفہ یا سرقطہ کی حکومت تم کو عطا کی جائے گی۔ اس کے بعد اُس نے
خاص اپنی فوج کو حکم دیا کہ مریدہ میں جا کر اُس فوج میں شامل ہو جائے جو شہزادہ المنذر
کے زیر علم سرحد جلیقیہ پر پڑی ہوئی ہے۔ اور اپنے پوتے نوجوان والی زید ابن قاسم کو
لکھا کہ فرانس کے پہاڑوں کی جانب بڑھ کے عمر ابن حصون کے ساتھ حملہ کرو۔

اُس تک حرام باغی نے مریدہ کے القایہ عبد الملک سے مشورہ کر کے
نوجوان شاہزادے زید اور اس کے ساتھ جتنے تھے اُن سب کے قتل کر ڈالنے کا
پورا انتظام کر رکھا تھا۔ شہزادہ مذکور میدان القنات کے قریب پہنچ کے اہل
حصون کے گروہ میں مل گیا۔ اور اُس کے سپاہیوں نے دو دشمنوں کی طرح نہایت
ہی اطمینان کے ساتھ ابن حصون کے قریب ہی پڑاؤ ڈالا۔ زید ابن قاسم کا بڑی تدبیر
منزلت کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ لیکن اسی رات کو جبکہ مرقیہ اور کنسیہ کے لوگ
بغیر کسی اندیشے کے اطمینان سے سو رہے تھے اہل حصون کے لوگ اُن پر اچانک
ہجرت سے اور قتل اس کے کہ وہ مقابلے کے لیے تیار ہوں اُن کی غالب جماعت
قتل ہو چکی تھی۔ ان آدھی رات کے قاتلوں کی تلواروں سے بہت کم لوگ اپنی

جائین بچا سکے۔ اور انھیں شہید و نین نوجوان شاہزادہ قریب بھی تھا جو باغی حسلہ آدرون سے بہادری کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا۔ حالانکہ اس کی عمر بھی پورے اٹھارہ سال کی بھی نہ تھی۔

اُس کی فوج کے بقیہ سیف لوگ جو اس خوفناک قتل سے بچ گئے اپنی جائیں کے چیک بینی و دو گوش بھاگے اور بڑی مشکون سے اپنے شہر دین میں پونچے انھوں نے اس تباہی و بربادی کا حال بادشاہ محمد سے کہا۔ یہ سنتے ہی اُس کے غصے کی کوئی انتہا تھی۔ قسم کھا گیا کہ ان دغا بازوں سے نہایت ہی سخت انتقام لیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی اُن تمام سپہ سالاروں اور والیوں نے بھی جو حاضر تھے یہی قسم کھائی۔ یہ دغا بازی کا قتل عام جو القانت کے میدان میں ہوا ^{۱۵۲۲} میں پیش آیا۔ بادشاہ نے فوراً شہزادہ سنذر کو حلو ط لکھے۔ آبن خضون ابن آریوس کی دغا بازی کے واقعے سے اُسے مطلع کیا۔ اور حکم دیا کہ ان دغا باز باغیوں آبن خضون اور عبد الملک سے پورا پورا انتقام لینے کے لیے جس قدر تیاری کی ضرورت ہو فوراً کی جائے۔ قرطبہ اور انجیلیہ کے بہت سے رسالے بھی روانہ ہو گئے تاکہ بطور مطلعین (والیٹرون) کے اس لڑائی میں شریک ہوں جو انتقام کے لیے ہونے والی ہو۔

یہ ^{۱۵۲۲} آفریقہ اور اسپین دونوں ملکوں کیلئے نہایت سخت خشک سالی کا برس تھا۔ اکیلا یہی برس نہیں بلکہ دس سال تک ان ممالک میں بہت کم پانی برسا۔ اسی زمانے میں مشہور معروف والی عبد الرؤف ابن عبد السلام نے انتقال کیا۔ وہ سات برس سے زیادہ قریبہ اور طلیطلہ کا حکم رکھتا تھا۔ اور سلطنت کی کونسل میں وزیر کے عہدے پر ممتاز تھا۔ اور بادشاہ کو اُس پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ اس کے انتقال سے سب لوگوں کو بڑا صدمہ ہوا اور قرطبہ کے لوگوں نے قبر تک اُس کے جنازے کی

شہادت کی۔ جنازے کی نماز بشر بن عبد الرحمن نے پڑھائی جو بادشاہ محمد کا بھائی تھا۔ کیونکہ مرحوم کا بیٹا سرحد پر شہزادہ النذر کے ساتھ تھا۔

باو نوان باب

قلعہ رباط الیہود پر شہزادہ النذر کا قبضہ

بادشاہ محمد ابن عبد الرحمن کا بیٹا ملک حلیقہ میں کوہستان لبطاط اور لبتشکنس کے اندر بغیر کسی روک کے بڑھتا چلا جاتا تھا کہ اُسے باپ کا خط لاجس کا ادھر دیکر اچکا۔ جہ پڑھتے ہی اُس نے حکم دیا کہ وہ خط ساری فوج کے سامنے پڑھ کے سنایا جائے۔ سنتے ہی ہر شخص کے دل میں جوش انتقام کی کوئی انتہا نہ تھی۔ پھر شہزادہ النذر نے ان تمام مہموں کو چھوڑ کے اپنی کل فوج کو تین حصوں پر تقسیم کیا۔ اور تینوں حصے مختلف راستوں سے اُن دغا باز باغیوں کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ لیکن اُن مکار قاتلوں کو بہادر وں کے سامنے آکے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اُن شہروں میں چھپ رہے جو اُن کے قبضے میں تھے۔ شاہی فوجیں آگے بڑھیں اور ایک عظیم الشان طوفان کی طرح جو چیز راستہ میں پڑی اس کو برباد کرتی ہوئی اس کو ہسار میں پہنچیں جس میں قلعہ رباط الیہود واقع تھا جو دغا باز عمر ابن حفصون کا مرکز تھا۔ عبد الملک نے جو ابن حفصون سے مکاری میں کم اور دلیری میں بڑھا ہوا تھا باہر نکل کے شہزادہ پر حملہ کیا۔ لیکن باوجود اس کے کہ باعتبار اصول جنگ وہ بہت اچھے موقع پر تھا اُسے شکست ہوئی۔ اُس کے بہت سے سپاہی قتل ہوئے۔ اور اندیسہ کے بہادر وں نے اپنی تلواروں کو خوب سیراب کیا جو دغا باز وں کے خون کی پاسی ہو رہی تھیں۔ اس قتل و خونریزی سے جو لوگ اپنی جانیں بچا سکے پہاڑوں کی غیر آباد وادیوں میں بھاگ کے چھپ رہے۔ اور میدان جنگ کو

اپنے مقتولوں کی لاشوں سے پٹا ہوا چھوڑ گئے۔ رات ہو جانے سے پہلے اس خوفناک قتل کا خاتمہ نہ ہوا جو حقیقت میں نہایت ہی خطرناک تھا۔ باغی سردار عبد الملک اپنی جان لیکر بھاگ گیا لیکن وہ بھی نہایت سخت زخمی تھا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے ایک بڑا بہادر شخص اس کے ساتھ تھا۔ آخر بعد خرابی بصرہ اُس نے قلعہ رہط الیہود میں جا کے پناہ لی۔

دوسرے دن شہزادہ المنذر نے قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اور اگرچہ یہ قلعہ اپنے موقع کے لحاظ سے بالکل ناقابل فتح معلوم ہوتا تھا لیکن اندلس کے بہادر وں کا جوش انتقام اور اُن کی پامردی کام آئی۔ وہ حملہ کر کے اس قلعہ کی اونچی دیواروں پر چڑھ گئے اور ان بہادر وں میں جو قلعے کی دیواروں کی حفاظت کر رہے تھے اُن کا سردار عبد الملک بھی تھا جو بہادری کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا۔ عبد الملک کا عین اس وقت دم نکلا جبکہ وہ دشمن کے ہاتھ میں اسیر ہو چکا تھا۔ اس لیے کہ فاتحوں نے قابو پاتے ہی اس کا سراڑا دیا۔ اور بہت سے باغی سردار اُس وقت قلعہ کی بندیوں پر سے گر کر کے مرے جب وہ اُن انتقام گیر تلواروں سے بچ کے بھاگنا چاہتے تھے جو زید ابن قاسم اور اس کے ہمراہیوں کے خون کا بدلہ لے رہے تھے۔ شہزادہ المنذر نے فردہ فتح کے ساتھ عبد الملک کا سر قرطبہ میں بھیجا اس فتح میں فاتحوں اور مفتوحوں دونوں کی بے شمار جانیں نذر اجل ہوئیں اس لیے کہ قلعہ کی دیواریں نہایت اونچی چٹانوں پر واقع ہونی تھیں۔

عبد الملک کے مارے جانے اور قلعہ رہط الیہود کے ہاتھ سے نکل جانے کا نتیجہ ہوا کہ باقی ماندہ باغی فرانس کے پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہوئے۔ اور بہت سے شہروں نے اس خوف سے کہ مبادا ہم سے بھی ویسا ہی انتقام لیا جائے شہزادہ المنذر کے آگے سرطاعت جھکا دیا۔ انھیں شہروں میں لریدہ۔ آفرانہ۔ عین سہ

بلا لیا۔ اور بہت سے دوسرے مضبوط مقامات تھے۔ ہانغی ابن حصون کو انتقام لینے والے شہزادے کے پونچنے کا انتظار کرنے کی جرات نہ ہوئی بلکہ سارا ملک چھوڑ کے وہ عرب کے پہاڑوں میں چھپ رہا۔ اس نے اپنے دوستوں اور طرفداروں کو مشورہ دیا کہ فاتحوں کی اطاعت قبول کر لو کیونکہ موجودہ تباہی سے بچنے کی فقط یہی ایک تہذیب ہو سکتی ہو۔ لیکن اس نے وعدہ کیا کہ تھوڑے ہی زمانہ کے بعد میں واپس آؤں گا اور تمہیں پھر اپنی پناہ میں لے لوں گا۔ اپنا خزانہ اس نے اپنے نہایت وفادار ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اپنی جان کی مزید حفاظت کے لیے ان سب کا بھی ساتھ چھوڑ کے تنہا بھاگ کھڑا ہوا۔ اور پہاڑوں کی تافابل گزر گھاٹیوں اور بلند یوں میں غائب ہو گیا۔

اب چونکہ ملک پر پوری طرح قبضہ ہو گیا تھا اور مشرقی اسپین کے وحشی باشندوں میں بھی امن قائم ہو گیا تھا اس لیے شہزادہ النذر قرطبہ میں واپس آیا جہاں خوشی کے نعروں کے ساتھ اس کا استقبال کیا گیا۔ سارا شہر اس کے استقبال کے لیے باہر نکل پڑا۔ اور بادشاہ محمد بھی فرزند کے دیدار کے شوق میں اپنے خاص سپہ سالاروں اور سرداروں کو لے کر قرطبہ سے بہت دور تک چلا آیا۔ جس دن شہزادہ شہر میں داخل ہوا ہو بے انتہا خوشیاں منائی گئیں۔ بادشاہ نے اُن نوجوانوں کو کپڑے پہنچایا اور اگھوڑے عطا کئے جو اس مہم میں پہلی بار میدان جنگ میں شجاعت دکھانے کے واپس آئے تھے۔ اور منصور ابن محمد ابن ابی ہبلول کو ایک بڑی معزز خدمت پر مامور کیا۔ اس لیے کہ اُسے والی الارڈی یعنی تحقیقات کرنے والوں کا افسر مقرر کیا۔

عہ اس لفظ کی صورت عربی کی سی معلوم ہوتی ہے مگر ہم کو پتہ نہ لگ سکا کہ یہ عربی کا کون سا لفظ ہو۔ (ترجمہ اردو)

ترپنواں باب

جلیقیہ اور پہاڑوں کے اُس طرف کی مہمیں
 ۲۵۴ھ میں ایک ایسا چاند گن پڑا کہ سارا چاند گن میں آگیا اور شام سے
 شروع ہو کے صبح کو ختم ہوا۔ اور وہاں میں بالکل تاریکی چھائی رہی۔ اسی سال بادشاہ محمود
 نے جلیقیہ کے ساحل پر حملہ کرنے کے لیے اپنے بیڑے کو روانہ کیا۔ اور اس مہم کا
 سردار امیر البحر ولید ابن عبد الحمید ابن غانم کو مقرر کیا۔ یہ بیڑا بادِ موافق کی مدد سے
 شمالی اسپین کے ساحل پر پہنچا۔ دریا سے نیو کے دہانے کے قریب فوجین ساحل پر
 اترنے ہی کو تھیں کہ ایک نہایت سخت طوفان شروع ہو گیا۔ پہاڑوں کے ایسے
 ہو جے اٹھنے لگے۔ اور طوفان کی شدت سے بہت سے جہاز ایک دوسرے سے ٹکڑا
 گئے۔ اور ٹوٹ ٹوٹ کے پاش پاش ہو گئے۔ بعض جہاز اُسی علاقے کے چھوٹے
 چھوٹے جزیروں کے سنگستانی ساحلوں سے جا کے ٹکرا گئے۔ جو لوگ ان جہازوں پر
 سوار تھے ان میں سے بہتوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ لیکن جو چند لوگ بچ رہے
 تھے ان میں امیر البحر عبد الحمید ابن غانم بھی تھا۔

مسلمانوں کے اس بیڑے کی تباہی سے جلیقیہ کے عیسائیوں کی ہمت بہت بڑھ
 گئی۔ اور تو سیطانیہ کے سامنے علاقے میں انھوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی فوجیں پھیلانے
 مسلمانانہ قبضہ کر لیا۔ اور چند اور غیر مشہور مقاموں پر قبضہ کرتے ہوئے آگے بڑھے
 یہاں تک کہ شہر قرطبہ تک پہنچ گئے۔ ان افسوسناک واقعات کی اطلاع قرطبہ
 میں پہنچی تو سب لوگوں کے دل غلین ہو گئے۔ متقی و پرہیزگار لوگوں نے ان
 مصیبتوں کو ایک عذاب الہی تصور کیا۔ اس لیے کہ چند روز سے مسلمانوں کا اسلامی
 جو فیض و خروشاں کم ہو چلا تھا۔ اور ان کے نزدیک اسی کے پاداش میں انھیں یہ

بزدل مگنی۔ وہ خیال کرتے تھے کہ جس خوبی سے ہمارے آبا و اجداد اپنے مذہبی فرایض کو ادا کرتے تھے اس زمانے کے لوگ نہیں ادا کرتے۔ اور خدا کے بندے بہ نسبت اشاعت اسلام کے ذرا ذرا سی ناشستی باتوں اور ادنیٰ ادنیٰ خوشیوں میں زیادہ مصروف ہیں۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے کہ ہمیں خدا کی اطاعت میں آسانی نہ ڈھونڈنی چاہیے اور محنت سے جان چرانے کی کوشش نہ کرنی چاہیے۔

ایک ایسی ہم جو دشمنان اسلام کے مقابلے پر بھیجی گئی ہو اُس کا یہ آسانی کا راستہ اختیار کرنا کہ ہمازون پر سوار ہو کے لوگ سمندر کی راہ سے چلے گئے خدا کو پسند نہ آیا۔ اسی وجہ سے اُس نے اس مہم میں اُنھیں برکت عطا کرنا اور کامیابی بخشنا ناپسند کیا۔

اب بادشاہ محمد نے اپنے سرحد فرانس کے والیوں اتھاق ابن ابراہیم السقیلی اور زائدہ ابن رستم کو حکم دیا کہ آگے بڑھیں اور ہسٹری عیسائیوں کو روکیں جنھوں نے بڑھ کے مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس حکم کے مطابق اُن سپہ سالاروں نے اپنی فوجیں جمع کیں۔ اُس سرزمین پر حملہ کیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اسی قدر نہیں بعض ہرجون پر قابض بھی ہو گئے اور پورے شہر پر قبضہ کرنے ہی کو تھے کہ فرانس سے ایک بہت بڑی فوج عیسائیوں کی کمک پر آگئی۔ لہذا اُن کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور مسلمانوں کو واپس آنا پڑا۔ اسی قدر نہیں مسلمان مجبور ہوئے کہ اپنا ساز و سامان چھوڑ کے جس قدر جلد ہو سکے دریا سے غیر و مکے کنارے تک پہنچ جائیں۔

لیکن جلیقیہ کی سرحد پر مسلمان والی ابتداء زیادہ کامیاب رہے۔ سرحد پر انھوں نے کئی حملے کیے بہت سے قیدی کپڑے۔ اور بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ انہی اس کامیابی پر مبھولے ہوئے اور دشمن کی قوت کو حقارت و ذلت کی نظر سے دیکھتے ہوئے مال غنیمت کو نبھاتے واپس آ رہے تھے۔ حتیٰ کہ ایک بڑا ڈن میں سردار دن نے اپنے سپاہیوں کو بے فکر سی کے ساتھ آرام کرنے کی بھی

اجازت دے دی۔ اور اس کا خیال نہ رہا کہ کبھی کبھی ایک معمولی مچھر بھی بہادر شیر بہر کی آنکھ پھوڑ دیتا ہے۔ یغفلتیں تعین کہ ناگمان ایک تنگ گھاٹی میں جہان اُن کے سوار کسی طرف حرکت بھی نہ کر سکتے تھے دشمن ان پر آپڑے۔ اس موقع پر مسلمانوں کی قوت اس وجہ سے بھی کم تھی کہ مال غنیمت اور قیدیوں کے خیال سے انھوں نے اپنی فوج کا زیادہ حصہ آگے روانہ کر دیا تھا۔ اور یہ فوج کا پچھلا حصہ تھا جس پر یہ آفت آئی۔ اس حملے کے وقت مسلمانوں کی گھبراہٹ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اُن میں سخت خونریزی ہوئی۔ اور بہت سے لوگ دشمن کے ہاتھ میں ایسے ہو گئے۔ ان بار بار کی تباہیوں نے مسلمانان اندلس کے دلوں سے ہر قسم کی سرت زایل کر دی۔ اور وہ لوگ جو سرحدوں کی حفاظت کر رہے تھے اُن سب کے دلوں میں ایک خوف و اضطراب پیدا ہو گیا۔

اسی سال علامہ فقیہ یحییٰ لشی نے جو امام مالک ابن انس کے شاگرد تھے قرطبہ میں انتقال کیا۔ انھوں نے دو بار شرق کا سفر کیا تھا۔ اور یہی وہ بزرگ تھے جن کی نسبت "عقلندہ اندلسی" اور اسپین کا چشمہ علم کے القاب اکثر استعمال ہوئے ہیں۔ یہ نوجوانی ہی میں امام مالک کے علم و فضل کی بدولت اس قدر مشہور ہو گئے تھے کہ آخر عمر میں اُن کا مکان طلبہ اور عام فیض پانے والوں سے اس قدر بھرا رہتا کہ وہ مکان نہیں ایک بہت بڑی درس گاہ معلوم ہوتا۔

۲۵۶ھ کے آغاز میں بادشاہ نے حکم دیا کہ اندلس کی فوجیں جمع ہوں اور مریدہ اور اس کے نواح کی فوجوں کے ساتھ بادشاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ المنذر کو الباب اور البتکنس کے پہاڑوں کی جانب روانہ کیا۔ تاکہ والی قرطبہ موسیٰ کو مناسب سزا دی جاوے جس نے عبد الوہاب ابن عبد الرؤف کے سامنے اطاعت کرنے سے انکار کیا تھا جسے بادشاہ نے ومان کا حاکم بنا کے بھیجا تھا۔ فہر اوہ

سرقسطہ تک پہنچ گیا۔ لیکن والی موسیٰ نے شہر کا پھاٹک بند کر لیا۔ اور المنذر پچیس دن تک شہر کے سامنے بٹار ہا۔ پھر یہ دیکھ کر کہ محاصرے میں بے کار وقت ضائع ہوتا ہو سرحد فرانس کی جانب آگے روانہ ہو گیا۔ اور والی آباب پر حملے شروع کر دیے اور اطراف و جوانب کو اُس نے برباد کر دیا۔ یہاں اُسے بہت سامان غنیمت اور کچھ قیدی ملے۔ جن کو لے کے واپس آیا تاکہ سرقسطہ کا نہایت سختی کے ساتھ محاصرہ کرے۔

اسی سال ۲۰۔ صفر روز ہفتہ کی شب کو آسمان پر ایک بہت بڑا سرخ رنگ کا وجہ نظر آیا جو آگ کی طرح روشن تھا اور شام سے صبح تک برابر چلتا رہا۔ ناواقف اور جاہل لوگوں میں اس سے نہایت خوف پیدا ہوا اس لیے کہ اُنھوں نے ایسی کوئی چیز اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ انہیں دنوں قرطبہ میں ابراہیم ابن سلہ نے انتقال کیا جو ابواسحاق کے لقب سے مشہور تھا۔ وہ کئی سال تک والی سوتو یعنی بازاروں کا مہتمم رہ چکا تھا۔ سوداگر اور تاجر اُس کی بڑی عزت کرتے اور اُس سے ڈرتے تھے۔ کیونکہ وہ بڑا عظیم اور راست باز شخص تھا۔ اور کبھی کسی سے ہدیہ بھی کوئی چیز اس نے نہیں لی تھی۔

چونوان باب

شہزادہ المنذر کا شہر سرقسطہ میں اور بادشاہ کا طلیطلہ میں داخلہ
 ۳۵۰ھ میں بھی شہزادہ المنذر نے مشرقی اسپین کی سرحد پر لڑائی جاری رکھی اور نہایت سختی سے سرقسطہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا کہ ایک قاصد آیا اور یہ خبر لایا کہ والی موسیٰ آج صبح کو اپنے بچھونے پر مڑا ہوا پایا گیا۔ لیکن یہ حاکم کی موت اس شہر سے خالی نہ تھی کہ کسی شخص نے اُسے گلا گھونٹ کے مارا ہو۔ فوراً شہر نے

ہتھیار ڈال دیے۔ اور شہزادہ المنذر نے سوار بھیج کے بادشاہ کو اس واقعے کی اطلاع کی۔ اور اُسے یہ واقعہ سن کے بڑی خوشی ہوئی۔

اسی سال طلیطلہ کے لوگوں نے بھی باغیوں کے بھڑکانے سے توسنی کے بیٹے کو اپنا دالی مشہور کیا۔ اگرچہ بادشاہ چند سال پہلے ہی اس شہر کی حکومت سے اُسے معزول کر چکا تھا۔ اس خودرو دالی کا نام ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ تھا۔ یہ بڑا مشہور سپہ سالار تھا۔ اور میدان جنگ کا تجربہ رکھتا تھا۔ لیکن خرابی یہ تھی کہ بادشاہ کے حکم پر قانع اور اُس سے خوش نہ تھا۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہو۔ وہ بہت دنوں تک باغی رہ چکا تھا۔ اور دشمنان اسلام کے ساتھ اس کے خفیہ تعلقات قائم تھے۔ چنانچہ اب اُس کے عیسائی دوستوں نے اُسے مدد دی تاکہ بغاوت میں کامیاب ہونے کی کوشش کرے۔ ان واقعات کی اطلاع پاتے ہی کہ شہر طلیطلہ نے بغاوت کر دی اور اپنا دالی خود ہی مقرر کر لیا ہو بادشاہ نے اندلسیہ کی فوجیں جمع کیں اور اپنے گارڈ کے سواروں کو لیکر طلیطلہ کی جانب چل کھڑا ہوا اُس شہر کے لوگ جو مقابلے کے لیے تیار تھے انھوں نے اپنے دالی کی حمایت کا ارادہ کیا لیکن اس ہتھیار سپہ سالار نے فقط شہر کی دیواروں کو اپنی حفاظت کے لیے کافی نہ سمجھا کیونکہ عوام کی غیر مستقل مزاجی سے وہ بخوبی واقف تھا۔ اور اُس کا یہ خیال بے وجہ بھی نہ تھا۔ ماسوا اس کے وہ یہ بھی جانتا تھا کہ بادشاہ کے بھندے کے نیچے ایک بڑی بھاری زبردست فوج ہو۔ بہر حال اُسے صاف نظر آ گیا کہ لڑنا بے سود ہو لہذا اس بہانے سے کہ دشمن کی قوت کا اندازہ کرے وہ شہر کے باہر نکلا۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد اپنے چند افسروں کو طلیطلہ کے مخصوص لوگوں کے پاس بھیجا اور انہیں مشورہ دیا کہ فوراً بادشاہ کی اطاعت قبول کر لو اور اس سے رحم کی التجا کرو۔ اس لیے کہ تمہارے پاس

ایسا اور اتنا لشکر نہیں ہو کہ بادشاہ سے مقابلہ کر سکے اور نہ تمھارے شہر والوں کی طبیعتیں ایسی واقع ہوئی ہیں کہ ایک طولانی محاصرے کو دو برداشت کر سکیں۔

عوام الناس خصوصاً ان لوگوں نے جو مکرکون پر بارے مارے پھرا کرتے ہیں یہ تجویز سنتے ہی اُن قاصدون کو جو والی کی یہ تجویز ممانے کو آئے تھے کاٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہوتا لیکن خاص خاص باشندگان شہر کے درمیان میں پڑنے اور اُن کے کہنے سننے سے اُن کا جوش کم ہوا اور ابو عبد اللہ کے قاصد اس تباہی سے بچ گئے جس کا اُن کے لیے اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ اب یہ فرار پایا کہ ایک قاصد بادشاہ محمد کے پاس بھیجا جائے اور اس سے معافی کی درخواست کی جائے۔ بادشاہ نے اُن کی یہ درخواست قبول کی۔ لیکن ان سپہ سالاروں نے جو اس مہم میں بادشاہ کے ہمراہ رکاب تھے یہ مشورہ دیا کہ شہر کی تفصیل اور برج منہدم کر دیے جائیں۔ اور آئندہ کے لیے وہ استحکامات ہی مٹا دیے جائیں جو یہاں کے بے قرار لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ بغاوت کا جوش پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ لیکن خدا کو منظور نہ تھا کہ اُنکا یہ مشورہ سنا جائے۔ شاہزادہ مسلمہ ابوسعید جو مسدود والی تھا بار بار بادشاہ سے اصرار کرتا تھا کہ شہر کی دیواریں منہدم کرادی جائیں لیکن اس کے دوسرے فرزند ہشام ابوالوید الاصبغ۔ ابوالقاسم اور عبدالرحمن ابوالعزت اس کے خلاف رائے رکھتے تھے۔ اور انھیں کے مشورے پر عمل کیا گیا۔ بادشاہ محمد چند روز قلیل طلبہ میں رہا اور اس بات کے ضروری انتظامات کر کے کہ شہر میں امن و امان قائم رہے قریطہ میں واپس آیا جہاں بڑے اظہار جوش و خروش کے ساتھ اُس کا خیر مقدم ادا کیا گیا۔

۲۱۹ء میں عبدالجبار بن موسیٰ ابن عبید اللہ السامطی نے قرطیبہ میں اشتعال کیا۔ سامطی انکا وطن تھا۔ وہ حافظ قرآن تھے۔ اور غیر معمولی فضل و کمال کے درگ تھے

بادشاہ محمد نہایت ہی نرم دل تھا اور اپنے ملازمن اور دیوان سے بڑی مہربانی کے ساتھ پیش آتا۔ بلکہ نہایت بے تکلفی سے باتیں کرتا۔ جن لوگوں پر روزیہ دیا وہ مہربان تھا ان میں اُس کا کاتب یعنی مستعبد امیر ابن قاسم تھا۔ بادشاہ محمد اُس کی بہ نسبت زیادہ مہربان تھا اور وجہ تھی کہ وہ بڑا لائق اور کام کا آدمی تھا۔ ایک دن شہر میں برق باران کا نہایت سخت طوفان آیا تھا کہ وہ بادشاہ کے رہنے کے کمرے میں گیا۔ نہایت گھنا بر گھر ہوا تھا اور محل کے گردن میں اندھیرا تھا۔ جس میں اُس نے دیکھا کہ بادشاہ محمد چند خوبصورت بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ ایک کو جو نہایت ہی خوبصورت تھا اپنے گھٹنے پر بٹھائے ہے۔ اور اُس کی بھولی بھولی باتوں سے خوش ہو رہا ہے۔ بادشاہ نے اس کی صورت دیکھتے ہی کہا "آج اس ابرو بان میں تم ہی کیوں آئے؟ جان سکتے ہو کہ اس اندھیرے میں ہم کوئی کام کاج نہیں کر سکتے۔ عہدِ امیر نے عرض کیا "خداوند نعمت! لوگوں میں مثل مشہور ہے کہ جب بجلی چمک رہی ہو اُس وقت بیٹھ کے بچوں سے باتیں کرنا چاہیے۔ پھر ایک نظم سنائی جس کا مضمون یہ تھا:-

جب بجلی چمک رہی ہو۔ اس وقت بچوں کی باتوں میں دل بھلانا بہت ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ جام میں شراب اُنڈیلنے کی خوشگوار آواز بھی کیسی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور نہ بیانِ صحت کا خوش ہونا بھی کیسا پر لطف ہے؟

پُریرا و ساقی کا جام بھر بھر کے دینا بھی اُس وقت خوب مزہ دیتا ہے۔ دیکھو بلخ کے اونچے درختوں پر گھٹا چھائی ہے۔ اور ہوا کے جھونکوں سے ان کی شاخیں کس لطافت و نزاکت سے جھوم جھوم کے مینہ کے چمکتے ہوئے قطرے موتیوں کی طرح اگراتی ہیں۔ اور دیکھو۔ چاروں طرف جو چیزیں مسکرا رہی ہیں۔ اور غروب ہونے والے آفتاب کی شعاعوں میں بھی کیسی چمک دکھائی ہے؟

اس مناسب وقت نظم کو سن کے بادشاہ بہت خوش ہوا جسے عبداللہ نے عجب لطف و خوشی کے انداز میں پڑھا تھا۔ اور فوراً حکم دیا کہ مٹھایان کھانا۔ جام و صراحی۔ اور عرق مٹھالائے جائیں۔ ساتھ ہی ارباب نشاٹ کو حاضری کا حکم ہوا۔ اس صحبت طرب میں بادشاہ محمد نے اُس خوب و اور کسن غلام سے جو ساقی گری کر رہا تھا چپکے سے کہا جام جام بھر بھر کے عبداللہ کے سر پر لٹکا دیا کہ پیری جال لڑکے نے اپنے آقا کی مرضی کے مطابق اس کے حکم کی تعمیل شروع کی۔ اور جام بھر بھر کے عبداللہ پر انڈیلنے لگا۔ لیکن عبداللہ کچھ ایسے انداز سے اپنا سر ہٹا لیتا۔ کہ کوئی جام بھی اس کے سر پر نہ پڑ سکا۔ اور اس کے بعد اُس نے اس لڑکے کی طرف مخاطب ہو کے کہا۔

”خوب و لڑکے اس قدر ظالم نہ بن جا۔ اس لیے کہ ظلم تیرے اس بے مثال حسن و جمال کو زیب نہیں دیتا۔

”یہ خوبصورت آسان بھی اُسی وقت بھلا معلوم ہوتا ہے جب صاف و شفاف ہو۔“
مگر دیکھو اس کی یہ غصہ بھری شکل اپنی تاریکی سے ہمیں کیسی ڈراتی اور دہشت دلاتی ہے؟
یہ جواب سن کے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور اپنے منہ کے یہ اشعار اس نے بہت پسند کیے پھر حکم دیا کہ ایک توڑا (دس ہزار درہم کی تھیلی) اُسے عطا کیا جائے۔ اور اگر اس توڑے کے عوض میں یہ اس خوبصورت کسن غلام کو لینا پسند کرے جو اس وقت ساقی گری کر رہا ہے تو وہی اس کو عطا ہو۔ لیکن عبداللہ نے لڑکے کے خوبصورت چہرے پر اثر فون کے توڑے کو ترجیح دی۔

عبداللہ ایک پانی کے سے زرق حق کا نام ہے جو غرقِ حوضِ جلی قرآن میں ملافت ہے۔ استعمال کیا جاتا تھا (کاٹھی) غالباً اس سے مراد تہیہ ہوگی جس کا دراز بنی عباس میں بہت رواج ہو گیا تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اندلس

کے عرب اُسے ”مہیا“ کے لفظ سے یاد کرتے ہوں (مستہ جم اردو)

اسی زمانے میں ایک نہایت میب و ہلا دینے والی خوفناک گرج کے ساتھ جامع مسجد میں بجلی گری اور خاص اسی جاننا رچرچر خود بادشاہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔

پچھنواں باب

جلیقہ پرتازے حملے اور مختلف مصائب اور تباہیاں
 ۱۵۹۰ء میں شہزادہ المنذر نے پھر جلیقہ کے ملک پر حملہ کیا۔ اور عیسائیوں
 سے مختلف جیتوں سے لہتا رہا۔ نہر تہا گون جو دریائے ڈور وین گری جو اسکے
 قریب پونچ کے شہزادے نے عیسائیوں کو لڑائی پر مجبور کر دیا۔ اس لڑائی میں قوطہ
 اثبیلیہ قلیطلہ اور مریدہ کے بہت سے ہمارے شہسوار کام آئے۔ لیکن عیسائیوں میں
 بھی ایسی سخت خونریزی ہوئی کہ گیارہ دن تک اپنے مقتولین کی لاشیں دفن کرتے
 رہے اور نہ دفن کر سکے۔

اس کے بعد شہزادہ المنذر پوری سرحد سے گزر گیا۔ راستہ میں اُس نے بڑے
 بڑے کارہائے نمایاں کیے۔ گو کہ ہر جگہ نہایت سختی کے ساتھ اُس کا مقابلہ کیا گیا۔ اور
 اس کی وجہ یہ ہو کہ جلیقہ والے ساری دنیا کی سبھی المذہب قوموں سے زیادہ بہادر اور
 جنگ جو ہیں۔ چنانچہ شاد و ناور ہی کوئی ایسا دن گزرا ہو گا جبکہ حریف کی فوجوں سے دو ایک
 چھیٹیں نہ ہو گئی ہوں۔ ساحل تک جا کے شہزادہ علاقہ اوس طائیفہ میں واپس آیا۔

۱۶۰۰ء میں عرب شام۔ مصر۔ افریقہ اور اسپین میں ایسا سخت قحط پڑا کہ تمام
 چشے اور نرین بالکل خشک ہو گئیں۔ نہ کھیتوں میں غلہ رہا نہ باغوں میں سیوہ قحط عام تھا
 اور غریب لوگ بھوکوں مر رہے تھے۔ اس آفت میں یہ دوسری بلا آئی ایک وبائی مرض

عہ ڈان راوڑیگر اپنی نایاب عرب میں لکھا ہو کہ اس بجلی سے در آدمی بھی ہلاک ہوے جو بادشاہ کے

نوب نماز پڑھ رہے تھے۔ (کاڈمی)

نمودار ہوا جس سے مغرب - افریقہ - اور اسپین میں بے شمار لوگ مرنے لگے۔ ملک عرب سے بھی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور خاص مکہ کے اندر کوئی آدمی نہیں باقی رہا چنانچہ مکہ کی کلیوں میں سواراگیر مسافروں کے کوئی وہان کارہنہ والا نہیں نظر آتا تھا۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ ایک مدت تک بند پڑا رہا۔ ان مصائب کی وجہ سے فوج کشی رک گئی اور چھ سال تک سوا ان چند لڑائیوں کے جو سرحد کی حفاظت کے لیے پیش آئیں کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

۲۶۳ھ میں شہزادہ المنذر نے پھر حلیقہ کا رخ کیا جہاں اسے بے انتہا دولت اور بہت سے عیسائی قیدی ہاتھ آئے۔ لیکن یہ کامیابی بغیر سخت مکر و آرائیوں کے نہیں حاصل ہوئی۔ اور مسلمانوں کے بہت سے آدمی اس مہم میں ضائع ہوئے اسی سال یحییٰ ابن حجاج نے سفر آخرت کیا۔ جو مذکورہ بالا لڑائیوں میں سے ایک میں شہید ہوئے۔ وہ بڑے نامی اور بہادر شہسوار تھے۔ اور مالک مشرق کے مسافروں کی وجہ سے انھیں بڑی شہرت حاصل تھی۔

باغی عمر ابن حفصون ابن آریوس جو اس اثنار میں فرانس کے عیسائیوں میں پناہ گیرین رہا تھا اب اس نے اپنے آپ کو ان کا باج گزار بن کے رہنا قبول کر لیا اور اس شرط پر انھیں خراج دینے لگا کہ وہ اسلحہ سے اسکی مدد کیا کریں۔ اس کے ساتھ اس نے ان سے وعدہ کیا کہ جو قلعہ میرے تصرف میں آئیں گے انھیں آپ کے حوالے کر دوں گا۔ پھر وہ دریائے صغریٰ کے کنارے تمام مضبوط مقاموں پر قابض ہو گیا اور مسلمانوں کے شہروں کو اس نے دشمنان اسلام کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اور عیسائی جنھیں وہ خراج دیتا تھا اسے بادشاہ کہتے تھے۔

شہزادہ المنذر نے ۲۶۵ھ کا پورا سال مریدہ اور طلیطلہ کی فوجوں کے ساتھ حلیقہ کی سرحد پر جنگ پیکار میں بسر کیا۔ عیسائیوں نے زمرہ پر قبضہ کر لیا تھا اور اسے

بڑی مضبوطی کے ساتھ بچا رہے تھے۔ اٹنڈر نے جا کے اس فہر کا محاصرہ کر لیا اور
 شہر مذکورہ تیار ڈالنے کے قریب تھا کہ خبر آئی خود شاہ جلیقیہ ایک بڑے بھاری لشکر کے
 ساتھ اس شہر کے بچانے کے لیے آ رہا جو شہزادہ نے فوراً مسلمانوں کی فوجوں کو ترتیب
 جنگ سے آراستہ کیا اور آنے والے دشمن سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کیں۔ لیکن
 اس کی فوج میں بعض بُردل اور وہی مزاج کے لوگ بھی تھے جنہوں نے لڑنے سے
 انکار کیا۔ اور باوجودیکہ شہزادہ اور اسکے سپہ سالار بہادری کے ساتھ انہیں اکادہ کرتے
 رہے مگر وہ کسی طرح اپنا فرض ادا کرنے پر آمادہ نہ ہوئے جیسی کہ اچھے مسلمانوں سے
 امید تھی۔ بعض مورخ بیان کرتے ہیں کہ اس زمانے میں ایک بہت سخت چاند گرہن پڑا
 لیکن دیگر مورخین کا بیان ہے کہ یہ واقعہ سال مابعد کا ہے۔ خیر جو کچھ ہو شہزادہ اٹنڈر
 اس وقت زیادہ سے زیادہ یہ کر سکا کہ اپنی فوج کو دشمن کے مقابلے سے ترتیب کے
 ساتھ واپس لے آیا۔ اور اس کا موقع بھی سالاران فوج کی ایسی جانفشانی سے مل سکا
 جو حیطہ بیان سے باہر ہے۔ اس واپسی میں بہت سے بہادر اور شریف سپہ سالار شہزادہ
 اٹنڈر کے پہلو پہلو لڑتے ہوئے مارے گئے۔ جو عیسائی دشمنوں سے برابر مقابلہ کرتے
 رہے تھے مگر پیچھے سے آکر وہ ان کا خاتمہ نہ کر دیں۔

اسی سال یا اس سے ایک سال قبل (جو زیادہ قریب قیاس ہے) قاضی تدمیر
 ابن عامر نے انتقال کیا۔ اُن کے زہد و اتقا اور اُن کی انائی کی وجہ سے لوگوں
 میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ اُن کی دقیقہ رسی و معاملہ فہمی کی وجہ سے شہزادے
 بھی ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

۶۶۰ء میں جمہرات کے دن بایسویں شہر شوال کو ایسا سخت زلزلہ آیا کہ
 بہت سے محل اور بڑی بڑی شاندار عمارتیں گر کے بالکل تباہ و ویران ہو گئیں۔
 جو بالکل مہدم ہو جانے سے پہلے وہ بھی چھت سے سینہ و تنک شق ہو گئیں۔

جن میں سے بعض کی یہ حالت تھی کہ لازمی تھا کہ انھیں جڑ سے کھود کے از سر نو تعمیر کیا جائے۔ پہاڑ زمین میں دھنس گئے اور اُن کی جگہ مسطح میدان نکل آیا۔ چٹانیں اپنی جگہ سے ہٹ گئیں۔ اور اُن کے درمیان میں بنایت ہی خوفناک غار پیدا ہو گئے۔ کئی جگہ زمین پھٹ گئی اور آباد شہر اور بڑے بڑے ٹیلے اس میں سما گئے۔ سمندر سواحل سے ہٹ کر بہت دور چلا گیا۔ جزیرے غائب ہو گئے اور چٹانیں جو سمندر کے اندر پہلے نمودار تھیں سطح آب کے اندر غائب ہو گئیں اور ہمیشہ کے لیے انسان کی نظر سے پوشیدہ ہو گئیں۔ لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کے بھاگے اور سہلانوں میں جا کے دم لیا۔ طیون نے اپنے گھونسلے چھوڑ دیے۔ اور وحشی درندے بھٹون سے نکل نکل کے کھلے میدانوں میں پھرنے اور شور کرنے لگے۔ الغرض لوگوں میں پریشانی اور گھبراہٹ کی کوئی انتہاء تھی۔ اور کسی نے ایسا عجیب غریب واقعہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ شمالی اور مغربی اسپین کے کئی بنائیت خوبصورت شہر بالکل تباہ و برباد ہو گئے۔ ان تمام چیزوں نے لوگوں پر کچھ ایسا اثر کیا۔ کہ ان باتوں کو وہ کوئی معمولی چیز نہ سمجھتے تھے۔ شاہزادہ المنذر عام جابلوں کو طرح طرح سے یقین دلاتا تھا کہ زلزلے وغیرہ کی اصلی حقیقت کیا ہے گو کہ ایسے واقعات شاذ و نادر ہی نمایاں ہوتے ہیں۔ مگر اُن پر کچھ اثر نہ ہوتا۔ وہ سمجھتا کہ ان باتوں کو انسان کے کاموں سے تعلق نہیں۔ اور انسان کے بڑے یا بھلے کاموں کا ان معاملوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مگر کسی کی سمجھ میں نہ آتا کہ زمین جس طرح مسلمانوں کے لیے ہستی ہے اسی طرح عیسائیوں کے لیے ہستی ہے۔ اُس سے جیسا ضرر انسان کو پہونچتا ہے ویسا ہی جانوروں کو بھی پہونچتا ہے۔ اس میں کسی کی خصوصیت نہیں۔ لیکن عام لوگ اس قدر خائف و دہشت زدہ تھے کہ اُن کے سمجھانے کی جو کوشش کی جاتی ہے کارناست ہوتی۔ آخر بادشاہ محمد سے اجازت حاصل کر کے شاہزادہ المنذر نے عیسائیوں کے

بادشاہ سے چند روزہ صلح کر لی اور عیسائی بادشاہ نے اپنے سفیر قرطبہ میں بھیجے۔
اسلامی فوج کے سواران سفیرون کو اپنی حفاظت میں شہر قرطبہ تک لائے۔

چھینوان باب

فرانسیسیوں کے وہ تلے جو انھوں نے عربین
حفصون کے ساتھ اسپین پر کیے اور جنگ ایبار
اب عربین حفصون کو خون پیدا ہوا کہ شہزادہ الٹنذر نے صلح کر کے جو فرصت
حاصل کر لی جو اس نے فائدہ اٹھا کے دو مجھ پر حملہ نہ کر دے۔ اس اندیشے سے
اس نے فرانسیسیوں اور البرتات (پیریز کی گھائیون) کے پہاڑی لوگوں سے
درخواست کی کہ جس قدر فوج سے ہو سکے میری مدد کرو۔ اس کے اشارے پر
دشمنان خدا بے شمار تعداد میں جمع ہو گئے اور ناگہان پہاڑوں سے نکل کے دریائے
عبرو کے کنارے تک سارے ملک میں پھیل گئے۔ تر تسطہ اور ہوسکا کے والیون
نے مقام طولہ میں دشمن سے مقابلہ کیا لیکن انھیں شکست ہوئی۔ اور آخر
انھوں نے قرطبہ سے اور مریدہ اور طلیطلہ کے والیون سے کمک کی درخواست کی۔
ایسے سخت خطرے سے آگاہ ہوتے ہی خود بادشاہ محمد اپنے رسالوں کو لے
کے چل کھڑا ہوا اور شہزادہ الٹنذر کی فوج سے مل کر اپنے قاعدہ الجیس کے مطابق
فوج کو تقسیم کیا۔ ہر حصے میں سواروں اور پیدلوں کی ایک منتخب جماعت تھی یون
انتظامات ہو جانے کے بعد یہ لشکر عیسائیوں کے مقابلہ کو چلا۔ مقدمۃ الجیش کا
سرور خود شہزادہ الٹنذر تھا۔ قلب کی فوج بادشاہ محمد کے زیر علم تھی۔ میمنہ کا افسر
۷۷ یہ سفارت یقیناً دل سے ڈیو کی سفارت ہو گی جس کا ہمارے قدیم افسانویں سن کر کہتے ہیں

(کاڈی) ۷۷ دیکھو نوٹ صفحہ (۲۰۲)

ابن عبد الرؤف تھا۔ میرہ کی فوج پر ابوسعید والی سد و نیہ حاکم مقرر کیا گیا۔ یہ بھی بادشاہ محمد کا دربار تھا۔

فرانس کے لوگ یہ دیکھ کر کہ کیسی زبردست فوج اُن کے مقابلے پر آرہی ہے جنگ کا حوصلہ نہ کر سکے اور جلدی جلدی کوچ کر کے اپنے قلعوں میں جا چھے۔ لیکن اس موقع پر وہ پہاڑ مسلمانوں کے لیے گویا سطح میدان تھے۔ اُنھوں نے دشمنوں کا تعاقب کیا اور مستقل ارادہ کر لیا کہ جان کہیں ممکن ہو گا ان سے مقابلہ کرینگے۔ ایک صبح کوناد کے وقت شہزادہ المنذر نے دیکھا کہ فرانسیسیوں کا پڑاؤ اس مقام سے بالکل قریب ہے، جہاں اس نے اپنی فوج کو تھوڑی دیر ٹھہرنے کی اجازت دی تھی۔ اُدھر دشمنوں نے دیکھا کہ مسلمان اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ لڑائی سے بچنا غیر ممکن ہے۔ لہذا لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور خوفناک لڑائی شروع ہو گئی۔ آخر روز تک دونوں جانب سے یکساں بہادری ظاہر ہوتی رہی اور زور شور سے لڑائی قائم تھی۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان عیسائیوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔ اُن کا بادشاہ عرقیہ اسی میدان میں مارا گیا۔ اور اُس کے ساتھ اُس کے بہت سے سپہ سالار بھی کام آئے۔ عمر ابن حفصون ابن آریوس بھی سخت زخمی ہوا اور سارا میدان لاشوں سے پٹا ہوا تھا جو عیسائیوں کے خون میں تیر رہی تھیں۔ یہ مسلمانوں کی شاندار فتح اور عیسائیوں کا یاد رہنے والا المناک دن ۲۶۹ھ کے موسم گرما میں واقع ہوا تھا۔ دشمنوں کا مال و اسباب بھیا را اور دیگر قیمتی چیزیں نہایت کثرت سے تھیں۔ اور وہ سب مسلمان سپاہیوں کے ہاتھ لگیں جو ان لہمنوں کو پاک کے بہت شکر گزار ہوئے۔

شہزادہ المنذر موسم سرما تک وہیں سرحد پر رہا لیکن بادشاہ محمد قریبہ میں واپس آیا۔ جس شہزادہ قصبہ میں اُس کا گذر ہوتا تھا بڑے جوش و خروش اور

اظہار مسرت کے ساتھ اُس کا استقبال کیا جاتا۔ اسی موقع پر بادشاہ محمد نے ایک نظم کہی جو احمد ابن فرج کے مجموعہ ”البحان“ میں محفوظ ہے۔ یہ نظم یا تو اسی وقت کہی گئی ہو یا اس سے پہلے کسی اور موقع پر جبکہ بادشاہ کسی ہم سے واپس آ رہا تھا اور اُس کے عنوان شباب کا زمانہ تھا۔ لیکن علی العموم اسی زمانے کی بتائی جاتی ہے۔ لہذا اسی جگہ وہ درج کی گئی۔

مین موت کے میدان سے آ رہا ہوں۔
 اور موت ہی کے میان میں میری اچھی تلوار رہا کرتی ہے۔
 لیکن اوشمشیر عشق! تو مجھے آرام نہیں لینے دیتی!
 تو میرے دل کو برابر زخمی کر رہی ہے۔
 اور اُس پر تیری بے رحمان ہیشہ تازہ ہوتی رہتی ہیں۔
 حالانکہ اس کے برعکس میرا یہ خیال تھا کہ رنج و تکلیف زیادہ نہیں بردھ سکتے۔
 لیکن۔ اومحبوبہ۔ جو جو میں تجھ سے قریب ہوتا جاتا ہوں۔
 میرے سینے میں آتش شوق اور زیادہ تیزی کے ساتھ شتعل ہوتی جاتی ہے۔
 میں اپنے نیچے کی طرف جاتا ہوں۔
 اور لڑائی کی فکروں کے کانٹوں کو الگ پھینک دیتا ہوں۔
 لیکن تیرے عشق کی فکروں فولاد سے زیادہ سخت اور تیز ہیں۔
 قریب! اومیرے روشن وطن! میں حیرے نزدیک پہنچتا ہوں؟
 یا تو میرے قدموں سے دور ہٹا جاتا ہوں؟
 تیرے برج جن کی زیارت کا ہر شخص شائق ہو
 اپنی چوٹیاں اُن آنکھوں کو نہیں دکھلاتے
 جو اُن کے شوق میں ہر طرف آفاق فلک میں

اپنی نظریں دوڑا رہی ہیں۔

ادابر اجوائفاب کے چہرے کی نقاب بنا ہوا ہے۔

رحمت کے ساتھ اُن آرام رسان درختوں پر اتر

جو میرے قصر پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ اور اُن مرغزاروں پر بھی

جو میرے سراپا ناز و صاف کے کنارے کنارے پھیلے ہوئے ہیں

انھیں روشن اور سرسبز و شاداب بنا دے

جس طرح کہ مین نے دشمنوں کے خون سے

اُن میدانوں کو رنگ کے خوبصورت بنا دیا ہے

جہاں سے خوشی کے ساتھ میرے قدم واپس آ رہے ہیں

بے شک۔ جنگ کی آب و ہوا نے مجھے بیاڑ ڈال دیا ہے۔

لہذا میں اُسے خوشی کے ساتھ چھوڑتا ہوں۔

رات کی شہم آلود زر و پیشانی پر

میرے نیزے ستاروں سے زیادہ روشن ہو کر چمکتے ہیں۔

اپنے لاکھوں جنگجو بہادروں کے لیے مین جو اُن کا آفتاب ہوں

ایک مضبوط ڈھال ہوں۔

ہاں ہاں مین ہی انھیں میدان جنگ میں لے گیا

اور میری موجودگی نے اُن کے تیردن کی بوچھاڑ میں

۷۷ رضا دیکھ اسم کا گھاٹ یا بشتہ تھا جس پر تاجرانہ مال تجارت کشتیوں سے اتارتے تھے۔ لیکن

بیان فقط میر کرنے کے مقام سے مراد لی گئی ہے۔ یہ خوشنما بشتہ جس پر تاجراہ اپنا تجارت کا سامان

کشتیوں پر سے اتار کے رکھتے تھے قریبہ دہان کے لیے دریاہ وادی الکبیر کے کنارے کنارے

تفریح گاہ کا بھی کام دیتا تھا جس پر وہ چل قدمی کیا کرتے تھے۔ (سیرۃ النبیؐ)

خاص قوت پیدا کر دی۔

اور ان کی شہر یفانہ بہادری میں
ایک تازہ جوش پیدا ہو گیا۔

ستاوان باب

شہزادہ المنذر کی ولیعهدی کا اعلان اور بادشاہ محمد کا انتقال
ایبار کا سیدان فتح کر کے جس دن بادشاہ محمد قرطبہ میں داخل ہوا ہر ایک
عام خوشی کا دن تھا۔ سب لوگوں نے شہر سے محل کے اُس کا استقبال کیا۔ بادشاہ
نے اُن شہسواروں کا شکریہ ادا کیا جو اس کے ہمراہ رکاب سیدان جنگ میں گئے
تھے۔ انھیں قیمتی گھوڑے دیئے تلواریں عطا کیں اور خلعوں سے سرفراز کیا۔ اس کے
بعد سرحد پر امن قائم ہو گیا۔ اور سرکش مطیع بنالیے گئے۔ لہذا شہزادہ المنذر برسات
کے موسم کو شروع ہونے دیکھ کے قرطبہ میں واپس آیا۔ لیکن راستہ میں اس نے
مشرقی اسپین کے مختلف شہروں سے جن کی وفاداری میں اُسے شبہ تھا چند
کیفل لے کے اپنے ساتھ لے لیے۔

بڑی بڑی اہم خدمتوں کے انجام دینے کی وجہ سے تمام لوگ شہزادہ المنذر
کو ریاست کا ایک رکن اعظم تصور کرنے لگے تھے۔ لہذا بادشاہ محمد نے حکم دیا کہ مختلف
صوبجات کے والی قرطبہ میں جمع ہوں۔ اور جب وہ جمع ہو گئے تو ان کی اور وزیروں
تقاضیوں۔ دربار کے حاجیوں اور اعدائے شاہی کے سامنے اُس نے شہزادہ
المنذر کو اسی وقت سے شریک سلطنت بنالیا۔ اور اسے اپنا ولیعهد مقرر کیا۔ وزیرا
و مشیران سلطنت جو موجود تھے سب نے بلا استثناء و امتیاز اور بغیر کسی قسم کے
پس و پیش کے شہزادے کے سامنے اطاعت و فرمان برداری کی قسم کھائی۔ یہ واقعہ

صفحہ کا ہر۔

کہا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں عمر ابن حفصون اُن زخمون کی وجہ سے جسدان جنگ میں آئے تھے مر گیا اور اُس کے لڑکے قلیب ابن حفصون نے فرانس کے پہاڑی عیسائیوں سے اُس عہد نامے کی تجدید کی جو اُس کے باپ سے ہو چکا تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ اُن میں انتقام کا جوش پیدا ہوا اور باغی قلیب اور اس کے طرفداروں کے ساتھ اُن پہاڑوں سے جو یاقہ کے عقب میں واقع ہیں جہان ابن حفصون نے ہمیشہ پناہ لی تھی۔ اُتر کے تورجہ کے علاقے میں آئے جہان سے دریاے عبر کے سوا حل تک اُنھوں نے حملے شروع کر دیے اور باغی سردار قلیب ابن حفصون کو اس ملک کا بادشاہ بنانے لگے۔

ان واقعات کی اطلاع قرطبہ میں پہنچی تو شہزادہ المنذر فوراً طلیطلہ کے اس رسالے کا سپہ سالار بنا جسے اُس کے سردار ولید ابن عبد الحمید نے جمع کیا تھا اور مقام بغاوت کی طرف کوچ کروایا۔ شہزادہ نے بلنسیہ کا راستہ اختیار کیا کیونکہ باغی اول سے آخر تک دریاے عبر کے کناروں پر پھیل گئے تھے۔ لیکن جیسے ہی باغیوں نے یہ سنا کہ شہزادہ المنذر ہمارے مقابلے کے لیے آرہا ہے تو فوراً پہاڑوں میں واپس چلے گئے۔

شہزادہ المنذر نے قرطبہ میں پہنچ کے قیام کیا اور اپنے والی عبد الحمید کو حکم دیا کہ دشمنوں کی نقل و حرکت کی دیکھ بھال کرنے کے لیے سرحد تک چکر لگا آئے لہذا اس سال ولید ابن عبد الحمید کئی لڑائیاں لڑا۔ مگر ان میں سے کوئی بھی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ دوسرے سال اسے دشمنوں پر کسی قدر غلبہ حاصل ہو گیا اور اُس نے صخرہ اور تنقہ اور دیگر قلعہ جات پر قبضہ کر لیا جو ان ندیوں کے کنارے واقع تھے جو دریاے عبر میں گری ہیں۔ آخر کار حصن ثریض کے راستے میں اُس نے

عیسائیوں کے ایک لشکر کو شکست دی جو کوہ سارفرائنس کے بعض اُمر کے زیرِ کمان تھا جو ابن حفصون کے طرفدار تھے شکست دینے کے بعد عبد الحمید نے بے احتیاطی سے بھاگنے والے دشمنوں کا تعاقب کیا۔ اور جاتے جاتے ایک ایسی کسین گاہ میں پھنس گیا جسے عیسائیوں نے اسی غرض کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ مسلمان فوج پہاڑوں کی ایک تنگ گھاٹی میں سب طرف سے گھر گئی۔ اور کسی طرف سے نکلنے کا راستہ نہ ملا۔ آخر والی ولید ابن عبد الحمید بے یار و مددگار زخمی ہو کے میدان جنگ میں گرا۔ اور دشمنوں نے اسے اسیر کر لیا۔ لیکن دشمنوں کے سردار چونکہ مدت سے اُس کی بہادری اور اُس کے ستودہ صفات کو سنتے رہے تھے جن باتوں کی وجہ سے سرحد کے تمام لوگ اُس کی قدر و منزلت کرتے تھے لہذا اس کے لیے عیسائی جراح مقرر ہوئے کہ اُس کے زخموں کو باندھیں۔ اور اُن کا سپہ سالار اُس کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آتا تھا۔ عبد الحمید کی باقی ماندہ فوج نے سرحد کے شہروں میں پناہ لی۔ لیکن وہاں کے بہت سے مسلمان عیسائیوں کے ہاتھ میں قید ہو گئے۔

اس تباہی کی خبر سن کے شہزادہ المنذر کو بڑا صدمہ ہوا جسے اپنے اتنے ایک بہادر سرداروں اور شہسواروں کے ضایع ہو جانے کا بہت رنج ہوا۔ اُس نے فوراً قاصد بھیج کے عبد الحمید کا زرخیز دیہ طے کیا اور ایک بڑی بھاری رقم سونے کے ڈوبلون میں ادا کی۔ کیونکہ فرانس کے پہاڑوں میں اس سپہ سالار کی بڑی شہرت تھی۔ شکست ۳۷۲ھ کے آخر میں واقع ہوئی۔

بڑے بڑے نہایت اہم واقعات بھی اور وہ بھی جو ناقابلِ بیان ہوتے ہیں یعنی ایک بڑے پہاڑ کے پھٹ پڑنے سے لے کے درخت کے ایک پتے کے گرنے تک سب خدا کی مرضی کے مطابق اسی طرح پیش آتے ہیں جس طرح کہ کاتب ازل نے

روح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ بادشاہ محمد ایک دن توانا و مختار اپنے قصر کے باغوں میں وزیروں اور اہل دربار کے ساتھ ٹہل رہا تھا کہ والی جیان ہشام ابن عبدالعزیز ابن خالد نے جو بادشاہ کو سب سے زیادہ عزیز تھا عرض کیا: بادشاہوں کی قسمتیں بھی کیسی اچھی ہوتی ہیں۔ دنیا کا اصلی لطف انھیں کے لیے ہے۔ باقی اور سب آدمیوں کیلئے زندگی میں محض چند وقتی خوشیاں ہوا کرتی ہیں۔ بادشاہوں کے باغ کس قدر خوبصورت ہوتے ہیں؟ اُن کے قصر و ایوان کیسے خوشنما و عالی شان اور ہر قسم کے تکلفات سے آراستہ ہیں۔ لیکن جب وہ مدت پوری ہو جاتی ہے جو قلم قدرت نے انکے لیے لکھی ہے تو موت اپنی رسی کا سرا لکھنے لیتی ہے۔ اور زبردست سے زبردست بادشاہ بھی اسی طرح اپنی زندگی ختم کرتا ہے جس طرح ایک محنت کرنے والا کاشتکار جس نے ایک جھوٹری میں زندگی بسر کی ہے۔ اس کے جواب میں شاہ محمد نے کہا: بے شک بادشاہوں کی زندگی کا راستہ بظاہر پھولوں سے آراستہ اور اُن کی خوشبو سے مہکتا نظر آتا ہے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ پھول گلاب کے پھول ہیں جن میں نہایت تیز کانٹے موجود رہتے ہیں۔ ساری خلقت کی موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ موت ہی سے اچھے آدمی کے پلے ناقابل بیان خوشی کا آغاز ہوتا ہے اور اگر موت نہ ہوتی تو میں اس وقت ہسپانیہ کا بادشاہ نہ ہوتا۔

یہ کہہ کے بادشاہ محمد اپنے کمرے میں گیا۔ اور کپڑے اتار کے سو رہا۔ لیکن اسی منہ میں اُس پر وہ نیند طاری ہو گئی جس سے انسان کچھ بھی نہیں جاگتا۔ وہ نیند جس سے تمام حیوی سرستین غائب ہو جاتی ہیں۔ اور جو انسانی فکر و ادراک کا خاتمہ کر دیا کرتی ہے۔ یہ واقعہ ۲۹۔ شہر صفر ۳۲۲ھ کو کیشنبہ کے دن مغرب کے وقت پیش آیا۔

بادشاہ محمد کی عمر اس وقت پنیٹھ برس کی تھی۔ اور چوبیس سال گیارہ مہینے اُس نے حکومت کی تھی۔ مختلف بیویوں سے اس کے ایک سولہ بچے پیدا ہوئے۔ لیکن اُن میں سے فقط تینتیس اُس کے بعد زندہ رہے۔ بادشاہ محمد نہایت ہی راستباز شخص تھا۔

اور عقلمند لوگوں کو دوست رکھتا تھا۔ اسے عالموں اور حفاظِ حدیث سے باتیں کرنے میں جو تاریخی واقعات اور احادیث سنایا کرتے بڑا لطف آتا تھا۔ علامہ فقیہ باقی بن خالد المکنی برابو عبد الرحمن پر یہ بادشاہ بہت ہی مہربان تھا اور اسی نے انھیں دشمنوں کے ہاتھ سے بچایا جبکہ علما سے جامع قرطبہ نے مسائلِ اصول دین میں اُن سے اختلاف کیا تھا۔ عہدہ دارون اور سرکاری افسروں کے تقررین کہا جاتا ہے کہ یہ بادشاہ خالص عربی النسل لوگوں پر اہل شام کو ترجیح دیتا تھا۔ بادشاہ محمد کا معتد علیہ خاص اُس کا بیٹا عبد الملک تھا۔

بادشاہ محمد ابن عبد الرحمن بہت سی باتوں میں خلیفہ عبد الملک بن مردان کے مشابہ تھا۔ فقط اُس کی شکل و صورت ہی اُس کے مشابہ نہ تھی اُس کا مزاج بھی بالکل اُسی کا سا تھا۔ وہ بڑی آسانی سے شعر موزون کرتا تھا۔ اور اُس نے بہت سی اچھی نظمیں کہی ہیں۔ قرطبہ میں اُس نے کئی مفید کام کیے۔ شاندار حمام بنوائے۔ اور گھوڑوں اور مویشیوں کے پانی پینے کے لیے وسیع حوض قائم کیے۔ سکے میں اس نے کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔ بلکہ اُسے ویسا ہی رہنے دیا جیسا اس کے باپ کے زمانے میں تھا۔ قرطبہ کے تمام باشندوں نے قبر تک اس کے جنازے کی شایعت کی اور نماز جنازہ اسکے بیٹے النذر نے پڑھائی۔ اگرچہ باپ کے انتقال کے وقت وہ المیریا کے حسام میں تھا لیکن اس سانحے کی خبر پاتے ہی روانہ ہوا۔ اور وقت پر پہنچ کے اپنا یہ فرض ادا کیا۔ اور جنازے کے ساتھ قبر تک گیا۔

دگلدار!

مولانا قسطنطنیہ کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جس زبان اردو کے علمی خزانے کو اعلیٰ ترین سطح پر بھرا دیا۔ خریداروں کو ایک سالہ خریدار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہیں تو مولانا ممدوح کا ایک نیا سال مفت نذر کیا جاتا ہے اور وہی سال اب بعد کے چند سالہ وصول ڈاک پر وہی قی روانہ ہوتا ہے دگلدار کا وہی۔ جی پھر کا اور ناول کا وہی۔ جی اسکا محصول بڑھانے کے لیے کا بھیجا جاتا ہے۔ ناول کی قیمت اور ضخامت اتنی ہوئی ہے کہ رسالہ خریداروں کے قریب قریب مفت پڑ جاتا ہے۔ نمونہ کے واسطے دو آنے (۲) کا کلک آنا چاہیے۔ مینجور دگلدار

دل افروز!

اولوں کے شائق خصوصاً مولانا شریف کے ناولوں کے شیدا اس رسالے کو ضرور خرید فرمائیں جس میں ہمیشہ دوستوں ناولوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے مجموعی صفات نامیئل کے علاوہ بتیئیں ہوتے ہیں۔ ایک ناول مولانا کا طبع زاد ہوتا ہے اور دوسرا انگریزی کے کسی ناول کا ترجمہ۔ سالانہ چندہ سے محصول ڈاک کا ہر سال اپریل سے دل افروز کا سال شروع ہوتا ہے اور اپریل کا پرچہ (ج) پر وہی قی جمع کے سالانہ چندہ وصول کر لیا جاتا ہے نمونہ کے لیے شریف مینجور دگلدار دل افروز

مورخ

اعلیٰ ترین اور خالص تاریخ کا ایک امانہ رسالہ جس میں مختلف مضامین نہیں مکمل تاریخیں سلسلہ وار شائع ہوتی ہیں اور ایسا انتظام کر دیا گیا ہے کہ چند روز کے اندر آپ کی زبان میں تمام قوموں اور ملکوں کی سبوتا اور تنظیم اور مفصل و واضح تاریخیں پیدا ہو جائیں گی۔ فی الحال مورخ میں مولانا مولوی محمد عبدالحکیم صاحب شریف کی مشہور تاریخ میں مقدس کے نام صفحے ہوتے ہیں اور اس کے بعد ۳۲ صفحوں پر کانڈی کی مشہور تاریخ، دولت ہسپانیہ عرب، کا ترجمہ پورا رسالہ پانچ جز یعنی ۸۰ صفحوں پر ہوتا ہے۔ مورخ کا سالانہ چندہ پانچ روپیہ رکھا گیا ہے۔ اور محصول ڈاک ۶ آنے سے رسالہ پر مورخ جاری کر دیا جائیگا۔ نمونے کے لیے ۸ روپیہ محنت ہوں۔ ہمیں حاسیان زبان اردو اور مولانا شریف کے لکچر کے قدر دانوں سے امید ہے کہ اس رسالے کی ضرورت مری گری کریں گے۔ اس کا خریدنا زبان اردو کی بھی خدمت ہے۔ توجہ فرمائیے۔ قدر دانی کیجیے اور خود اپنی اور اپنی زبان کی خدمت کیجیے۔

محمد صدیق حسن سب ایڈیٹر دگلدار و ایڈیٹر مورخ کٹرہ بزن بیگ خان کیفیو

تصانیف مولانا محمد عبد الحکیم صاحب مدظلہ

تاریخ اور سوانح عمریان

- (۱) جنبہ نقد اور بی حضرت مجدد کے حالات - ۱۵
- (۲) ابو بکر شبلی - حضرت شبلی کے حالات - ۱۵
- (۳) تاریخ سندھ - عرب کے فتوحات سندھ کی
- تحقیق تاریخ جلد اول - ۱۵
- (۴) عصر قدیم - اقوام صنعت کی نہایت واضح تاریخ
- (۵) تاریخ کیمو و دیوینائی و رستمی - ۱۵
- (۶) حر و بیا صلیبیہ انگریزی سے ترجمہ اور عربی سے عربی - ۱۵
- (۷) افسانہ فیض مجنون نامی کے حالات - ۱۳
- (۸) قرۃ العین - ۱۲
- (۹) حسن بن صباح - باطنیہ یا صلیبیہ کی ادیبی کے جوہر کی صلیب (الاسری ایڈیشن نمبر ۶)
- (۱۰) سیکندریہ حضرت حسین خاں کے حالات زندگی - ۱۵
- (۱۱) خواجہ حسین الدین چشتی - ۱۶
- (۱۲) ملکہ زونوبیہ صنعت کی ایک عربی شہر ملکہ - ۲

ناول

- (۱۳) فلو رافنور ڈراما ایڈلس میں صنعت عرب - ۱۵
- قیسا - عد صبا کا ایک بچہ واقعہ - ۱۵
- (۱۵) آغا صادق کی شادی - ۱۵
- (۱۶) روضۃ الکبریٰ - دم پر گاہ لوگوں کا - ۱۵
- (۱۷) نروال - بغداد و دولت عباسیہ کا اتصال - ۱۵
- (۱۸) ماہ ملک - غزویوں کا عروج - ۱۵
- (۱۹) یوسف نجمہ کامل - حبیبی نہیں آپ - ۱۵
- (۲۰) فتح ایڈلس - اسپین پر عربوں کا حملہ - ۱۵
- (۲۱) فطوس برین - بیجے کی جنت کی سیر - ۱۵

- (۲۲) غیب خان دو وطن - بی بی کی حیات انگریزی میں - ۱۵
- (۲۳) حسن کا ڈاکو - حرام پور کے نواب کی سرگزشت
- حصہ اول ۱۲ حصہ دوم ۱۲
- (۲۴) سرور دربار حرام پور - حرام پور کے نواب کے
- اور حالات نمبر (۱) ۵ نمبر (۲) ۱۵
- (۲۵) خوفناک محبت - بہشتی شریف زادہ کی
- اور پاکدامنی و محبت کی اس سے اچھی تصویر نہیں دیکھی
- (۲۶) الفاسو - ایک بچہ عاشقہ تاریخ کی ناول - ۱۲
- (۲۷) مفتوح فتح ایک نہایت خوبصورت ناول - ۱۵
- (۲۸) بابک خرمی - سلطنت کے زمانے کا ایک تاریخی واقعہ ۱۲
- (۲۹) جو اسے حق میں ال کا پڑھا اور پڑھا نواب ہے - ۱۵

متفرق

- (۳۰) حکم الفاعیہ حضرت مین سید احمد رفاعی کے
- ایک ترجمہ سب سے بڑے ترجمہ - ۱۳
- (۳۱) سر سید کی دینی برکتیں - ۱۲

دگلدان کی مکمل جلدیں		دگلدان کی مکمل جلدیں
۱۲ جلد ۱۹۹۹ء	۳۰ جلد ۱۹۹۹ء	۳۱ جلد ۱۹۹۹ء
۱۳ جلد ۱۹۹۹ء	۳۲ جلد ۱۹۹۹ء	۳۳ جلد ۱۹۹۹ء
۱۴ جلد ۱۹۹۹ء	۳۴ جلد ۱۹۹۹ء	۳۵ جلد ۱۹۹۹ء

متفرق مطبوعات دگلدان پریس

معاشرت انگریزی کی لغت سرجان ایک کی مشہور کتاب

روز آفت لائف کو ترجمہ

پاداش عمل ایک نہایت ہی دلچسپ اور دل کو ممتحنہ کا ترجمہ

جول فرور میں شائع ہوا حصہ اول ۱۵ حصہ دوم ۱۵

آمالیق بی بی میان بی بی کی مزمزہ دار گفتگو

وضع القاب - مروجہ پروردہ کے خلاف ایک لال رسالہ - ۱۵

حکیم محمد سراج الحق متغیر دگلدان کٹرہ بن بیگان لکھنؤ

ش - ر

۲۹۷۶۵

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعمل
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔
